ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک

وقار الفتاویٰ

حضرت علامہ مفتی
محمد وقار الدین
قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک

اللہ تعالیٰ جب کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے ——— (سنن ابنِ ماجہ، مقدمہ، باب فضل العلماء)

وقار الفتاویٰ

مُفتیِ اعظم پاکستان

حضرت علّامہ مفتی محمّد وقار الدّین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتبویب

مولانا محمد شعیب قادری رضوی

بزمِ وقار الدّین

گلفشاں لائبریری، بلاک ۴، گلستانِ مصطفےٰ کراچی

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ

کتاب .... وقار الفتاوی (جلد اول)

مولف .... حضرت علامہ مولانا مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد وقار الدین قادری

ترتیب و تدوین ...... مولانا محمد شعیب قادری رضوی ۔ فاضل دار العلوم امجدیہ

کمپوزنگ .... سید محمد عارف بخاری ۔ محمد عامر قادری

اشاعت اول .... جولائی 1997ء

تعداد 1000

قیمت .... روپے

ناشر .... بزم وقار الدین ، گلفشاں لائبریری ، بلاک ۴ ، گلستان مصطفیٰ ، کراچی

التماس

اس کتاب کو مرتب کرنے میں انتہائی محنت اور کوشش کی گئی ہے لیکن اس کے باوجود ممکن ہے کہ اس میں کوئی غلطی یا خامی رہ گئی ہو۔

لہذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر اس کتاب میں کوئی غلطی نوٹ کریں تو ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسکی تصحیح کی جا سکے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ " وقار الفتاوی " کو مقبولِ عام بنائے اور مؤلف کے لیے صدقہ جاریہ اور ترقی درجات کا ذریعہ ہو۔ امین

بزمِ وقار الدین

فہرست وقار الفتاویٰ

(جلد اول)

۱... پیش لفظ

۲... حالاتِ زندگی ۱

۳... مقدمہ ۳۹

۱ اسلام

۴... کلمہ طیبہ کا قرآن سے ثبوت ۵۳

۵... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ شہادت ۵۵

۶... مجہول (وہ شخص جس تک اسلام کا پیغام نہ پہنچ سکا) کا حکم ۵۶

۷... کیا اسلام ایک سنا سنایا مذہب ہے؟ ۵۸

۸... مسلمان کو کافر کہنا یا سمجھنا ۵۹

۹... اسلام کو چھوڑنے کا ارادہ کرنا ۶۰

۱۰... اسلام سے خارج ہونے کا ارادہ کرنا ۶۱

۲ توحید

۱۱... اسم باری تعالیٰ کا احترام ۶۳

۱۲... اللہ تعالیٰ کے لیے "تو" یا "تم" کا استعمال ۶۳

۱۳ ... اسم جلالت کے طور پر لفظِ "خدا" کا استعمال ۶۵
۱۴ ... اللہ تعالیٰ کا حاضر و ناظر ہونا ۶۶
۱۵ ... اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا ۶۷
۱۶ ... اللہ تعالیٰ کی طرف کسی عیب کی نسبت کرنا ۶۸
۱۷ ... اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی سنت ۶۸

۳ انبیائے کرام

۱۸ ... حضرت ابراہیم علیہ السلام ی قربانی کا گوشت ۷۰
۱۹ ... حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر ۷۱
۲۰ ... حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت زلیخا کی شادی ۷۱
۲۱ ... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ، آسمان کی طرف اٹھایا جانا اور دوبارہ اترنا ۷۲
۲۲ ... حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی کی آمد کا انکار ۷۳
۲۳ ... انبیاء کرام کی شان میں گستاخی کرنے والے کا حکم ۷۴
۲۴ ... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے والے کا حکم ۷۶

۴ رسالت

۲۵ ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت کا بیان ۸۷
۲۶ ... "اغثنی یارسول اللّٰہ" کہنا ۸۸
۲۷ ... "یارسول اللہ" کہنا ۹۰
۲۸ ... "یا محمد" کہنا ۹۳
۲۹ ... "صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے "ؐ" یا "صلعم" لکھنا ۹۶
۳۰ ... رسول پاک کہنا ۹۶
۳۱ ... "سنت رسول اللہ کی" کہنا ۹۸
۳۲ ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور علم غیب ۱۰۰

۳۳ ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں یا بشر ۱۰۲
۳۴ ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا ۱۰۵
۳۵ ... انگوٹھے چومنے کا مسئلہ ۱۰۶
۳۶ ... وسیلے کا بیان ۱۰۷
۳۷ ... غیر خدا کو مشکل کشا کہنا ۱۰۸
۳۸ ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بول و براز ۱۱۱
۳۹ ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کا بیان ۱۱۱
۴۰ ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کا بیان ۱۱۲
۴۱ ... نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعلِ مبارک کے عکس پر لکھنا ۱۱۳
۴۲ ... مکہ معظمہ افضل ہے یا مدینہ طیبہ ۱۱۳
۴۳ ... ختم نبوت ۱۱۵

۵ درود و سلام

۴۴ ... اذان و اقامت سے پہلے "صلوٰۃ و سلام" پڑھنا ۱۱۸
۴۵ ... نماز کے بعد "صلوٰۃ و سلام" پڑھنا ۱۱۹
۴۶ ... جمعہ کے دن اجتماعی طور پر "صلوٰۃ و سلام" پڑھنا ۱۲۰
۴۷ ... جمعہ کی نماز کے بعد اور اذان سے پہلے "صلوٰۃ و سلام" پڑھنا ۱۲۲
۴۸ ... دعا میں "آیتِ درود و سلام" کا پڑھنا ۱۲۳
۴۹ ... دعا کے شروع اور آخر میں درود شریف پڑھنا ۱۲۳
۵۰ ... نماز فجر کے بعد جہر کے ساتھ "صلوٰۃ و سلام" پڑھنا ۱۲۴
۵۱ ... کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنا ۱۲۴
۵۲ ... "صلوٰۃ و سلام" میں قیام کا حکم ۱۲۵
۵۳ ... "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" کہنے کی حقیقت ۱۲۷
۵۴ ... "درود رضویہ" کی حقیقت ۱۲۸
۵۵ ... درود تاج کے منکر کا حکم ۱۳۱

۵۶ ... غیر نبی پر سلام بھیجنے کا حکم ۱۳۴
۵۷ ... کسی حنفی المسلک کا تثویب سے انکار کرنا ۱۳۵
۵۸ ... " صلوٰۃ و سلام " کو بدعت کہنے والے کا حکم ۱۳۶
۵۹ ... درود شریف کو لعنت کہنے والے کا حکم ۱۳۷

۶ داڑھی

۶۰ ... داڑھی کا شرعی حکم ۱۳۸
۶۱ ... داڑھی کی مقدار ۱۳۹
۶۲ ... داڑھی کی حدود ۱۴۰
۶۳ ... داڑھی کی حدود اور خط بنانے کی اجازت ۱۴۱
۶۴ ... داڑھی کی بچی کے طرفین کے بال مونڈنے کا حکم ۱۴۲
۶۵ ... داڑھی کے بارے میں حکم ۱۴۳
۶۶ ... داڑھی کا ایک مشت سے کم ہونا ۱۴۳
۶۷ ... داڑھی منڈوانے یا کتروانے والوں کا حکم ۱۴۴
۶۸ ... داڑھی رکھوانے میں والدین کی ذمہ داری ۱۴۶
۶۹ ... شادی کے لیے داڑھی منڈوانا ۱۴۷

۷ محافل

۷۰ ... محفل میلاد اور قیام میلاد ۱۴۹
۷۱ ... محفل نعت کی شرعی حیثیت ۱۵۰
۷۲ ... گیارہویں اور عرس کی محافل کی شرعی حیثیت ۱۵۱
۷۳ ... مخصوص مذہبی ایام پر چراغاں کرنا ۱۵۳
۷۴ ... مذہبی تہواروں کی خوشی میں فائرنگ ۱۵۶
۷۵ ... بارہ ربیع الاول کے دن لنگر تقسیم کرنا ۱۵۶

۷۶ ... مسجد میں محفل میلاد کا انعقاد ۱۵۹
۷۷ ... مسجد میں محافل منعقد کرنا ۱۶۰
۷۸ ... لوگوں کو جمع کر کے قرآن خوانی کرنا ۱۶۰
۷۹ ... محفلِ فحش گوئی ۱۶۱

۸ قوالی

۸۰ ... قوالی کی حقیقت ۱۶۲
۸۱ ... مزامیر کے ساتھ قوالی کے بارے میں اعلیٰحضرت کا فتویٰ ۱۶۶
۸۲ ... قوالی سننے اور کروانے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم ۱۶۶

۹ پیری مریدی

۸۳ ... پیر بننے کی شرائط ۱۶۸
۸۴ ... مختلف سلاسل میں بیعت اور تجدید بیعت ۱۶۹
۸۵ ... پیر یا شیخ کے سامنے عورت کا بے پردہ جانا ۱۶۹
۸۶ ... جعلی پیر ۱۷۰
۸۷ ... قطع تعلق کروانے والے پیر کا حکم ۱۷۱
۸۸ ... پیر اور مرید کا شریعت کی خلاف ورزی کرنا ۱۷۳
۸۹ ... پیر کا جھوٹ بولنا ۱۷۳
۹۰ ... مصلی پر بیٹھ کر مٹکے بجانا ۱۷۶
۹۱ ... بے عمل پیر کی بیعت توڑنا ۱۷۶
۹۲ ... ہاتفِ غیبی ۱۷۷
۹۳ ... بزرگ کی سواری آنا ۱۷۷
۹۴ ... پیر کے وضو کے پانی کو منہ پر ملنے کا حکم ۱۷۸

۱۰ ایصالِ ثواب

۹۵ ... ایصالِ ثواب کی حقیقت ۱۸۰
۹۶ ... سوئم ، برسی ، چہلم اور اس کے کھانے کی شرعی حیثیت ۱۸۱
۹۷ ... سوئم اور چہلم کی شرعی حیثیت ۱۸۳
۹۸ ... قرآنی خوانی پر اجرت لینا ۱۸۴
۹۹ ... زندگی میں ہی قبر کی جگہ مخصوص کرنا اور اپنے ایصالِ ثواب کے لیے سوئم وغیرہ کرنا ۱۸۷
۱۰۰ ... تدفین کے موقعہ پر ورثاء کی طرف سے شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا ۱۸۷
۱۰۱ ... غم کے موقع پر دعوت اور اس میں شرکت ۱۸۸
۱۰۲ ... میت کے گھر کھانا پکانے اور کھانے سے متعلق متفرق مسائل ۱۹۰
۱۰۳ ... زندہ شخص کی طرف سے عمرہ کرنا ۱۹۳
۱۰۴ ... فدیہ ، اسقاط اور حیلہ کے مسائل ۱۹۴
۱۰۵ ... ایصالِ ثواب کے لیے جانور مختص کرنے کا حکم ۱۹۷
۱۰۶ ... بزرگوں کے ایصالِ ثواب کے لیے نیاز کی شرعی حیثیت ۱۹۸
۱۰۷ ... کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینے کا حکم ۱۹۹
۱۰۸ ... کونڈوں کی شرعی حیثیت ۲۰۱
۱۰۹ ... ایصالِ ثواب کا طریقہ ۲۰۲
۱۱۰ ... ماہ صفر کا آخری بدھ ۲۰۲
۱۱۱ ... ماہ صفر کا حلوہ اور بلاؤں کا اترنا ۲۰۳
۱۱۲ ... شب براءت ۲۰۳
۱۱۳ ... مسجد یا گھر میں میت کو ایصالِ ثواب کرنا ۲۰۷

۱۱ حلال

۱۱۴ ... جانور کو ذبح کرنے کا طریقہ ۲۰۸
۱۱۵ ... آسٹریلیا کی گائے کا حکم ۲۰۹

۱۱۶ ... شارک مچھلی کا حکم ۳۱۰
۱۱۷ ... اہل کتاب کا ذبیحہ ۳۱۱
۱۱۸ ... سری، پائے کو کھال سمیت کھانے کا حکم ۳۱۴
۱۱۹ ... حلال جانور کو حرام جانور کا دودھ پلانا ۳۱۵
۱۲۰ ... پانی پر دم کرتے وقت پھونکنا ۳۱۵
۱۲۱ ... ڈٹول کے صابن سے نہانا ۳۱۶
۱۲۲ ... اسپرٹ کے ذریعے کھانا پکانا یا گرم کرنا ۳۱۶
۱۲۳ ... پان کھاتے وقت وظیفہ پڑھنا ۳۱۷
۱۲۴ ... تصویر والے بسکٹ کھانے کا حکم ۳۱۷
۱۲۵ ... تصاویر والی کتب کی خرید و فروخت کا حکم ۳۱۸
۱۲۶ ... ویڈیو، ٹی وی اور وی سی آر ٹھیک کرنے کا حکم ۳۱۸
۱۲۷ ... ٹیلی ویژن دیکھنے کا حکم ۳۱۹
۱۲۸ ... غلط ویڈیو کیسٹ کی خرید و فروخت کا حکم ۳۱۹
۱۲۹ ... افیون کی کاشت کا حکم ۳۲۰
۱۳۰ ... حلال و حرام آمدنی کا اختلاط ۳۲۱
۱۳۱ ... کافر سے سود لینے نیز انشورنس کرانے کا حکم ۳۲۳
۱۳۲ ... پرائز بانڈ کا حکم ۳۲۶
۱۳۳ ... مفتی ولی حسن کا فتویٰ عدم جواز ۳۳۰
۱۳۴ ... مفتی ولی حسن کا رد ۳۳۱

۱۲ حرام

۱۳۵ ... انشورنس کمپنی میں ملازمت کرنا ۳۳۳
۱۳۶ ... شیئرز کی خرید و فروخت ۳۳۴
۱۳۷ ... حرام کمائی کا حکم ۳۳۵
۱۳۸ ... ضیا کی آمدنی کا حکم ۳۳۵

۱۳۹ ... رہن رکھی چیز سے فائدہ اٹھانا ۲۳۶
۱۴۰ ... پگڑی کی شرعی حیثیت ۲۳۷
۱۴۱ ... پگڑی کسی صورت میں جائز نہیں ۲۳۷
۱۴۲ ... پگڑی اور ایڈوانس لینے کا حکم ۲۳۸
۱۴۳ ... بیمہ کے ناجائز ہونے کا بیان ۲۳۹
۱۴۴ ... سود کا حکم ۲۴۳
۱۴۵ ... سود کا استعمال ۲۴۳
۱۴۶ ... سود لینا حرام ہے ۲۴۳
۱۴۷ ... غیر مسلم کو سود دینا ۲۴۵
۱۴۸ ... سود پر قرض لینا ۲۴۶
۱۴۹ ... حرام رقم کو کار خیر میں خرچ کرنا ۲۴۷
۱۵۰ ... ملاوٹ کرنے کا حکم ۲۴۹
۱۵۱ ... گداگری کی کمائی ۲۵۰
۱۵۲ ... خون کی خرید و فروخت ۲۵۱
۱۵۳ ... اسمگلنگ ۲۵۱
۱۵۴ ... مروجہ سودی اسکیموں کا بیان ۲۵۳
۱۵۵ ... زائد رقم پر بانڈ کی خرید و فروخت ۲۵۳
۱۵۶ ... بیسی کی رقم کو کم یا زیادہ میں بیچنا ۲۵۵
۱۵۷ ... بلا سودی بینکاری میں کام کرنا اور این آئی ٹی اسکیم ۲۵۶
۱۵۸ ... قومی بچت اسکیموں کا حکم ۲۵۷
۱۵۹ ... لکی کمیٹی کا بیان ۲۵۸
۱۶۰ ... داڑھی مونڈنا اور اسکی اجرت حرام ہے ۲۵۹
۱۶۱ ... کتا حرام ہے ۲۵۹
۱۶۲ ... کوے کے حرام ہونے کا بیان ۲۶۱
۱۶۳ ... حلال جانوروں کے حرام اعضاء ۲۶۳
۱۶۴ ... حرام اشیاء سے علاج کرنا ۲۶۳
۱۶۵ ... ہومیو پیتھک اور ایلو پیتھک ادویات کا حکم ۲۶۳
۱۶۶ ... خون کا عطیہ دینا ۲۶۵

۱۶۷ ... جھینگا اور کیکڑا کھانا ۳۶۷
۱۶۸ ... اوجھڑی کھانے کا حکم ۳۶۸
۱۶۹ ... مشت زنی حرام ہے ۳۶۸
۱۷۰ ... مردوں کا کان میں بالی ڈالنا ۳۶۹

۱۲ کفریات

۱۷۱ ... شرک کی تعریف ۳۷۰
۱۷۲ ... مرتد کا حکم ۳۷۰
۱۷۳ ... قادیانیوں کے یہاں ملازمت کرنے کا حکم ۳۷۱
۱۷۴ ... قادیانیوں کے کفر کا بیان ۳۷۲
۱۷۵ ... کفر پر راضی ہونے کا حکم ۳۷۳
۱۷۶ ... قرآن اور ایمان کو گالی دینے والے کا حکم ۳۷۵
۱۷۷ ... اوراد و وظائف کی کتاب کی بے حرمتی کرنے والے کا حکم ۳۷۶
۱۷۸ ... "لاالہ الا انت یا جبرائیل" کفریہ کلمہ ہے ۳۷۷
۱۷۹ ... محرمات قطعیہ کو حلال جاننے والے کا حکم ۳۷۷
۱۸۰ ... کسی شیشہ کی طرف اشارہ کر کے کہنا کہ میں اس کی عبادت کرتا ہوں ۳۷۸
۱۸۱ ... ایسے کفریہ الفاظ جن کی تاویل نہ ہو سکے لکھنا یا بولنا ۳۷۹
۱۸۲ ... کافر کے لیے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کرنے کا حکم ۳۷۹
۱۸۳ ... سنت کا مذاق اڑانا اور توہین کرنا ۳۸۰
۱۸۴ ... صحابہ میں سے شیخین کو گالی دینا ۳۸۰
۱۸۵ ... مشرک کے لیے بخشش کی دعا ۳۸۱
۱۸۶ ... خود ساختہ اصول کے تحت کسی کو کافر قرار دینے کا حکم ۳۸۲
۱۸۷ ... دیوبندیوں کو کافر قرار دینے کا حکم ۳۸۳

۱۴ فرقے

۱۸۹ ... اہل سنت و جماعت اور دیگر فرقوں کے درمیان اختلاف اصولی ہے یا فروعی ۲۸۵
۱۹۰ ... کیا صرف اہلسنت ہی جنت میں جائیں گے ؟ ۲۸۶
۱۹۱ ... بدمذہب کو کافر کہنے کا حکم ۲۸۷
۱۹۲ ... خارجی کون لوگ ہیں ؟ ۲۸۸
۱۹۳ ... اہل تشیع سے تعلقات رکھنے اور ان کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم ۲۸۹
۱۹۴ ... یزید کا فسق و فجور ۲۹۳
۱۹۵ ... اثناء عشری اور اسماعیلیوں کا حکم ۲۹۵
۱۹۶ ... اسماعیلی / آغا خانی ۲۹۶
۱۹۷ ... توحیدی فرقہ ۲۹۶
۱۹۸ ... منکرِ حدیث کا حکم ۲۹۸
۱۹۹ ... دین دار انجمن ۲۹۹
۲۰۰ ... انجمن سرفروشانِ اسلام ۳۰۳
۲۰۱ ... کمیونسٹ پارٹی میں شمولیت ۳۰۶
۲۰۲ ... وہابی کی نشانی ۳۰۷
۲۰۳ ... وہابی کے لیے حسن ظن ۳۰۷
۲۰۴ ... حفظ قرآن کو صحیح العقیدہ ہونے کی دلیل بنانا ۳۰۸
۲۰۵ ... کیا وہابی مسلمان ہیں ؟ ۳۰۹
۲۰۶ ... وہابیوں کی درسگاہوں میں تعلیم حاصل کرنا ۳۱۰
۲۰۷ ... وہابی استاد رکھنا ۳۱۱
۲۰۸ ... دیوبندیوں کو سلام کرنا اور ان سے تعلقات رکھنا ۳۱۲
۲۰۹ ... کافرہ عورت کو عزت دینا ۳۱۳
۲۱۰ ... تبلیغی جماعت کا اصل روپ ۳۱۶
۲۱۱ ... تبلیغی جماعت کی چلہ کشی ۳۱۹
۲۱۲ ... احکام تبلیغ ۳۱۹
۲۱۳ ... مودودی کی تفسیر " تفہیم القرآن " کا درس سننا ۳۲۰

۲۱۴... پروفیسر طاہر القادری ۲۲۴

۱۵ متفرق

۲۱۵... عقائد اہلسنت ۲۲۹
۲۱۶... اسلامی تعلیمات اور جدید مسائل ۲۳۴
۲۱۷... اشیاء خورد و نوش میں حلال و حرام کی تفصیل ۲۳۵
۲۱۸... نماز کے بعد مصافحہ کرنے کا حکم ۲۳۷
۲۱۹... قسمت اور تقدیر کا بیان ۲۳۸
۲۲۰... زندگی کیا ہے؟ ۲۴۰
۲۲۱... خلوق اور گناہ ۲۴۰
۲۲۲... روزِ قیامت والد یا والدہ کے نام سے پکارے جانے کا بیان ۲۴۱
۲۲۳... کیا لفظ "سور" بولنے سے زبان ناپاک ہوتی ہے؟ ۲۴۳
۲۲۴... غیر مسلموں کے ساتھ خورد و نوش کا حکم ۲۴۴
۲۲۵... غیر مسلموں کے ساتھ کھانا پینا اور تعلقات رکھنا ۲۴۵
۲۲۶... غیر صحابی کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" لگانے کا حکم ۲۴۶
۲۲۷... اصحابِ صفہ سے مسلموں کا کوئی تعلق نہیں ۲۴۷
۲۲۸... ٹی بی کے مریض سے تعلق رکھنے کا حکم ۲۴۸
۲۲۹... گنجا ہونے کا بیان ۲۴۹
۲۳۰... سرا باندھنے کا حکم ۲۵۰
۲۳۱... گھر میں تصویر رکھنے کا حکم ۲۵۰
۲۳۲... خط لکھنے کا سنت طریقہ ۲۵۳
۲۳۳... ختنہ کی شرعی حیثیت ۲۵۳
۲۳۴... اچھی اور بری روحوں کے اثرات ۲۵۳
۲۳۵... عبدالغفور یا عبدالستار جیسے ناموں کو غفور یا ستار بولنا ۲۵۳

۱۶ منتخب مآخذ و مراجع کا اجمالی تعارف ۳۵۵

۱۷ تاثرات اعیان کرام

۲۲۶ ... علامہ مفتی ظفر علی نعمانی ۳۵۹
۲۲۷ ... علامہ محمد فیض احمد اویسی ۳۶۳
۲۲۸ ... مفتی عبدالسبحان قادری ۳۶۳
۲۲۹ ... علامہ جمیل احمد نعیمی ۳۶۳
۲۳۰ ... علامہ مفتی محمد اطہر نعیمی ۳۶۵
۲۳۱ ... مفتی عبدالعزیز حنفی اشرفی ۳۶۶
۲۳۲ ... علامہ ابو حامد مفتی احمد میاں برکاتی ۳۶۷
۲۳۳ ... علامہ سید وجاہت رسول قادری ۳۷۱
۲۳۴ ... پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری ۳۷۳
۲۳۵ ... منقبت از ناظم الطحدی ۳۷۵
۲۳۶ ... گلشن وقار از سیف الدین خالد قادری ۳۷۶

پیش لفظ

الحمد للہ! ہر دور میں ایسے صاحبان علم موجود رہے جنھوں نے اس وقت کی ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق علمی خدمات سرانجام دیں اور حق و باطل کے درمیان فرق کو واضح فرماتے رہے، حق کو باطل کے ساتھ ملنے نہ دیا، حق کے پرچم کو بلند رکھنے میں بھرپور جدوجہد کی اور اپنی جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہ کیا۔

ہر دور میں نت نئے مسائل و حالات کا عوام الناس کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عام آدمی اپنے مسائل کا حل بالکل واضح چاہتا ہے کہ اسے اس طرح کوئی سمجھا دے کہ وہ بالکل مطمئن ہو جائے۔ موجودہ دور جس سے ہم گزر رہے ہیں یہ تعلیم و ترقی کا دور ہے۔ اگرچہ علم کے ساتھ عمل کم ہی نظر آتا ہے۔ مگر لوگ جستجو اور تلاش میں ہیں۔ دنیا اکیسویں صدی میں بڑے عزم و حوصلے سے داخل ہونے کے لیے پر تول رہی ہے اور ہر قوم و ملک اس بات پر اپنی توجہ مرکوز کیے ہوئے ہے کہ وہ اس صدی میں کس انداز سے داخل ہو۔

مسلمان قوم اس سائنسی ترقی کے ساتھ اپنے مذہب کے بارے میں بھی متفکر ہے اور اکثر نوجوان اس تلاش و جستجو میں ہیں کہ اس تفرقہ بازی کے دور میں کون صحیح ہے اور کون غلط۔ مسلمانوں میں جو گمراہ فرقے ہیں جیسے قادیانی، شیعہ، بوہری، آغاخانی، چکڑالوی وغیرہ وغیرہ ان فرقوں کے ساتھ تو وہی لوگ ہیں جو انہیں کے ہیں۔ لیکن عام مسلمانوں کو اہلسنت و جماعت، دیوبندیوں اور وہابیوں کے درمیان فرق معلوم کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ اگر متلاشیان حق وقار الفتاوی کی پہلی جلد کا بنظرِ غائر مطالعہ کریں گے تو انہیں اہلسنت و جماعت اور اہلسنت و حنفیت کے روپ میں قزاقوں کا فرق واضح طور پر معلوم ہو جائے گا۔ عقائد کے حوالے سے جو دلائل دیے گئے، وہ مکمل حوالہ جات کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔ حضرت قبلہ مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہ، نے انتہائی عرق ریزی سے یہ فتاوی دیئے، جن کو کتابی شکل دیکر آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ خود بھی استفادہ کریں اور دوسروں کو بھی استفادہ کروائیں۔

وقار الفتاوی کے مواد کو تین جلدوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی جلد کا آغاز عقائد سے ہو رہا ہے۔ جبکہ دوسری جلد میں عبادات اور تیسری جلد معاملات پر ہوگی۔ پہلی جلد کے بعد انشاء اللہ جلد ہی دوسری اور تیسری جلد منظرِعام پر آجائے گی۔ جس طرح پہلی جلد میں آپ تحقیق اور تدقیق ملاحظہ کریں گے انشاء اللہ العزیز اسی طرح کی تحقیق و تدقیق دوسری جلدوں میں بھی آپ پائیں گے۔ بلکہ ہماری کوشش ہوگی کہ ہم اپنے معیار کو مزید بہتر بنائیں۔ عوام کی سہولت کے لیے تمام عربی عبارات کا مکمل حوالہ جات کے ساتھ اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے تاکہ ہر شخص اس عظیم علمی اور فقہی ذخیرے سے فائدہ اٹھا سکے۔

مرتبین وقار الفتاوی

حالاتِ زندگی

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين
والصلوة والسلام على رسوله الكريم

جامع معقول و منقول، یعسوب العلماء، پیر طریقت، رہبر شریعت، مفتی اعظم پاکستان حضرت قبلہ علامہ مفتی محمد وقار الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے عہد کے نابغہ روزگار ہستی کے مالک تھے۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ کسی تعریف کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ الفاظ تعریف اس کے محتاج ہوتے ہیں کہ وہ ان پاک باز لوگوں کی شان میں تحریر کیے جائیں۔

حسن. کامل بے نیاز از منت مشاطگاں
کاملاں را احتیاج جبہ و دستار نیست

عالم ربانی حضرت قبلہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد وقار الدین رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بھی ایسی ہی تھی۔ تحدیث نعمت کے طور پر آپ کے حالات زندگی تحریر کیے جارہے ہیں تاکہ علماء، طلباء اور اہل علم آپ کی زندگی کو اپنے لیے نمونہ بنائیں۔

ولادت :

یکم جنوری ۱۹۱۵ء مطابق ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۳ھ پیلی بھیت (ہندوستان) میں آپ پیدا ہوئے۔ اور آپ

کا نام محمد وقار الدین رکھا گیا۔

خاندان :

آپ کے آباء و اجداد زمیندار تھے ، اور مشرقی پنجاب سے پیلی بھیت منتقل ہوئے تھے۔ آپ کا خاندان صوم و صلوٰۃ کا پابند تھا۔ آپ کے والد ماجد کا نام حافظ حمید الدین اور والدہ ماجدہ کا نام امتیاز النساء تھا۔ والد صاحب کے علاوہ آپ کے چچا اور خاندان کے دیگر کئی افراد بھی حافظ قرآن تھے۔ اس لحاظ سے آپ کا خاندان ایک مکمل مذہبی خاندان تھا۔

ابتدائی تعلیم :

اسکول کی ابتدائی تعلیم چوتھی کلاس تک آپ نے اپنے گاؤں میں حاصل کی۔

دینی تعلیم کا شوق :

حضرت نے خود فرمایا :

" ۱۹۲۸ء میں ایک مولانا ہمارے گاؤں میں تقریر کرنے آئے ، جمعہ کا دن تھا۔ ہمارے والد صاحب کا طریقہ یہ تھا کہ ہمیں ساتھ لے کر مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ان عالم کی تقریر نے مجھ پر ایسا اثر کیا کہ گھر آکر میں نے اپنے والد ماجد سے عرض کیا کہ میں بھی وہی تعلیم حاصل کروں گا جو ان عالم صاحب کے پاس ہے۔ والد ماجد نے فرمایا کہ " عربی پڑھنا بہت مشکل ہے تم نہیں پڑھ سکو گے۔ " میرے دونوں بڑے بھائی انگریزی تعلیم حاصل کر رہے تھے اور بریلی شریف ہاسٹل میں قیام تھا جو کہ ایک ہائی اسکول کی عمارت تھی۔ میں نے والد صاحب سے عرض کیا کہ آپ مجھے چوتھی کلاس کے بعد پانچویں کے لیے بھائیوں کے پاس بریلی بھیج دیجیے۔ اس طرح میں بریلی شریف میں بھائیوں کے پاس چلا گیا اور پانچویں کلاس میں داخلہ لے لیا۔ اس وقت تمام امتحان بورڈ کے زیر انتظام ہوتے تھے۔ جب پانچویں کلاس کا امتحان ہوا تو اللہ کے فضل و کرم سے میں نے ضلع بھر میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی اور مجھے انعام بھی ملا۔ لیکن میرا دینی تعلیم کا شوق کم نہ ہوا اور میں نے پھر والد صاحب سے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ میں وہی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہوں جو ان عالم صاحب کے پاس ہے۔ چنانچہ والد صاحب نے مجھے پیلی بھیت ہی میں ایک مدرسہ " آستانہ شیریہ " میں دینی تعلیم کے لیے داخل کروا دیا۔ اسی محلہ میں محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مدرسہ بھی " مدرسۃ الحدیث " کے نام سے قائم تھا۔

میری والدہ ماجدہ کے ماموں مولانا عبدالحق صاحب پیلی بھیت میں قیام پذیر تھے اور اعلیٰ حضرت کے خلیفہ تھے۔ اعلیٰ حضرت جب بھی پیلی بھیت تشریف لاتے تو ان کے یہاں ہی قیام فرماتے۔ "

مدرسہ آستانہ شیریہ میں آپ کے اساتذہ کرام :

اس مدرسہ میں آپ کے اساتذہ میں ایک مولانا حبیب الرحمٰن تھے جو کہ مولانا وصی احمد محدث سورتی کے خاص شاگردوں میں سے تھے اور دوسرے مولانا عبدالحق تھے یہ انتہائی قابل استاد تھے اور اکثر کتابوں کی عبارات آپ کو زبانی یاد تھیں۔ حضرت نے چار سال اس مدرسہ میں تعلیم پائی۔ اسکے بعد آپ کے استاد محترم مولانا حبیب الرحمٰن نے آپ کو مشورہ دیا کہ اب آپ مزید تعلیم کے لیے بریلی شریف چلے جائیں۔ چنانچہ مولانا حبیب الرحمٰن نے ہی آپ کو بریلی شریف کے دارالعلوم " منظر الاسلام " میں داخلہ دلوایا۔

منظر الاسلام بریلی شریف میں آپ کے اساتذہ کرام :

بریلی شریف میں اس وقت صدر مدرس صدرالشریعہ حضرت علامہ امجد علی علیہ الرحمہ ، مصنف " بہار شریعت " تھے اور دیگر مدرسین میں محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ ، حضرت مولانا احسان الٰہی ، حضرت مولانا سردار علی خان جو کہ اعلیٰ حضرت کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اور مہتمم مولانا تقدس میاں تھے۔

مدرسہ سعیدیہ میں حصول علم :

حضرت نے خود بیان فرمایا کہ " صدرالشریعہ بریلی شریف سے ضلع علی گڑھ کے ایک گاؤں " دادوں " چلے گئے تو میں بھی کچھ عرصے کے بعد مزید تعلیم کے لیے صدرالشریعہ کی خدمت میں دادوں حاضر ہو گیا اور مزید تین سال تک صدرالشریعہ کے پاس تعلیم حاصل کرتا رہا۔ دورہ حدیث میں میرے ساتھ تعلیم حاصل کرنے والوں میں علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری ، مولانا مصطفیٰ علی اور مولانا خلیل صاحب تھے۔

دستار بندی :

۱۹۳۸ء میں آپ نے دورہ حدیث مکمل کیا اور اسی سال آپ کی دستار بندی ہوئی۔ صدرالشریعہ بدرالطریقہ حضرت مولانا حکیم امجد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کی دستار بندی فرمائی اور سند فراغ عطا فرمائی۔

ذہانت :

اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی حافظہ عطا کیا تھا ۔ ہر امتحان میں کامیابی حاصل فرماتے ۔ حضرت خود فرماتے ہیں کہ " " ہدایہ " کا انتہائی مشکل پرچہ تیار کیا گیا تھا ۔ زیادہ تر سوالات زراعت سے متعلق تھے اور تمام سوالات میں اختلاف ائمہ کو بھی تحریر کرنا تھا" ۔ فرماتے ہیں " جب میں نے امتحانی کاپی نگران صاحب کو دی تو انھوں نے کچھ دیر اس کے صفحات دیکھے ۔ اور پھر یہ کاپی لے کر " صدر الشریعہ " کے پاس تشریف لے گئے اور کہا کہ اس طالب علم نے نقل کی ہے ، بغیر نقل کے اس طرح پرچہ حل کرنا مشکل تھا ۔ صدرالشریعہ نے فرمایا : کیا آپ نے نقل کرتے ہوئے دیکھا ہے ؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا ۔ تو فرمایا : پھر اس پر الزام کیوں لگا رہے ہو ۔ ہدایہ کے پرچہ میں مجھے % 98 نمبر ملے اور چیکر نے کہا کہ 2 نمبر میں نے زردستی کاٹ لیے ہیں ۔ "

مسائل فقہ اور دیگر فنون کی کتب میں کئی مرتبہ آپ کا اساتذہ کرام سے اختلاف بھی ہوا ۔ فیصلہ کے لیے جب صدر الشریعہ کی طرف رجوع کیا جاتا تو کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ کی رائے کی تصدیق ہوئی ۔

علم کے لیے محنت :

کیمیا بننے کے لیے محنت ضروری ہے ۔

قرآن میں ارشاد ہوا :

وان لیس للانسان الا ما سعیٰ

(سورۃ (۵۳) النجم ، آیت : ۳۹)

یعنی اور یہ کہ آدمی نہیں پائے گا مگر اپنی کوشش ۔

دنیا کا کوئی کام ایسا نہیں جو بغیر محنت کے ہو جائے ۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ " محنت میں عظمت ہے ۔ " درسِ نظامی میں اس بات کی بڑی اہمیت ہے کہ شاگرد کو جو کچھ پڑھنا ہے رات کو اس کا مطالعہ کرنا ہے ۔ اور جب استاد سے سبق پڑھ لیا تو اس کو ساتھیوں کے ساتھ مل کر دہرانا ہوتا ہے ۔ اسی طرح استاد محترم کو جو سبق دوسرے دن پڑھانا ہے رات کو اس کا مطالعہ کر کے سونا ہے ۔ ایسا کرنا اس لیے ضروری ہے یا تھا کہ استاد کو ڈر ہوتا ہے کہ طالب علم مجھ سے کوئی ایسا سوال نہ کر ڈالے جس کا میں جواب نہ دے سکوں ۔ اور شاگرد کو کتاب کی عبارت استاد اور ساتھیوں کے سامنے پڑھنا ہوتی تھی اور ڈر یہ ہوتا ہے کہ کسی قسم کی گرامر کی غلطی نہ ہو جائے کیونکہ درس نظامی کی تقریباً تمام کتابیں اعراب کے بغیر ہیں ۔

حضرت نے خود بیان کیا کہ : صدرالشریعہ فرماتے تھے کہ " اساتذہ سے پوچھا کرو ، آج اگر شرم کرو گے تو پھر کب سیکھو گے ۔ " اس لیے سب سے زیادہ سوالات میں ہی کیا کرتا تھا ۔ بعض دوسرے ساتھی جو صدرالشریعہ کے رعب کی وجہ سے سوال کرنے سے گھبراتے تھے وہ بھی مجھے ہی کہتے تھے کہ ہمارا سوال حضرت سے

پوچھو، چنانچہ میں پوچھ لیا کرتا تھا۔ ہدایہ آخرین میں بہت زیادہ حجت کیا کرتا تھا۔ چنانچہ صدر الشریعہ ہدایہ کی " شرح فتح القدیر " منگوا کر سمجھایا کرتے تھے۔

رات بھر مطالعہ کرنا :

حضرت اکثر پوری رات مطالعہ میں گزار دیتے تھے۔ بخاری شریف پڑھنے کے لیے " عینی " کا مطالعہ کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا تھا۔ جو کہ پچیس (۲۵) جلدوں پر مشتمل ہے۔ روزانہ بخاری شریف کے آٹھ (۸) صفحات پڑھنے ہوتے تھے اور بخاری کے ایک صفحہ کی تشریح عینی کے کئی صفحات بن جاتے ہیں اور یہ طے تھا کہ کل کے سبق کے لیے عینی کا مطالعہ مکمل کر کے سونا ہے۔ فرمایا: " کبھی ایسا نہیں ہوا کہ استاد محترم نے کوئی سوال کیا ہو اور اس کا میں نے جواب نہ دیا ہو۔ ہم اسی طرح ہر کتاب کا مطالعہ کر کے سوتے تھے۔ دن کو سبق پڑھ کر نماز ظہر کے بعد ہم سو جایا کرتے تھے۔ " اس کے علاوہ آپ بہت بڑے مناظر بھی تھے اور دورانِ طالب علمی آپ نے ایک مناظرہ کیا اور فرضی مناظرے کیا کرتے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ دلائل جمع کیے جا سکیں۔

آغازِ تدریس :

حضرت قبلہ مفتی وقار الملت والدین نے تقریباً دس سال تک عظیم مادرِ علمی مدرسہ منظر الاسلام میں تعلیم حاصل کی اور اسی دار العلوم سے آپ نے تشنگانِ علوم کی علمی تشنگی بجھانے کا آغاز کیا۔ اس وقت حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد اور شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازہری رحمہما اللہ تعالیٰ بھی " منظر الاسلام " میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے تھے۔

منظر الاسلام میں بحیثیت ناظم تعلیمات :

مدرسہ منظر الاسلام بریلی شریف میں آپ نے تدریس کے ساتھ " ناظم تعلیمات " کی حیثیت سے بھی فرائض انجام دیے۔ مدرسہ کے لیے کتب کی خریداری اور تقسیم کتب کا نظام بھی آپ کی زیر نگرانی تھا۔ مفتی اعظم ہند مولانا مفتی مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے جب آپ کو سند عطا فرمائی تو انہوں نے اس پر جو تحریر لکھی وہ آپ کی اعلیٰ صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے، لکھتے ہیں:

جعلته نائب رئيس المدرسين لكن يليق رئيس المدرسين

یعنی میں نے ان کو نائب صدر المدرسین بنایا ہے لیکن یہ صدر المدرسین کے عہدہ کے لائق ہیں۔

مناظرہ :

ضلع بریلی میں ایک تحصیل " میتھر " کے نام سے ہے ۔ اس تحصیل میں " ٹانڈہ " نام سے ایک گاؤں ہے ۔ وہاں کے سنی عوام نے آکر حضرت قبلہ مفتی اعظم ہند سے کہا کہ غیر مقلد ہمیں بہت پریشان کرتے ہیں ۔ لہذا آپ کسی عالم کو بھیج دیجیے جو ان کو علمی اعتبار سے جواب دے سکے ۔ چنانچہ مفتی اعظم نے وقار الملت والدین حضرت قبلہ مفتی محمد وقار الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حکم دیا کہ جائیں اور غیر مقلدین سے گفتگو کریں ۔ حضرت خود فرماتے ہیں : " میں گیا اور دو ، تین دن اس گاؤں میں رکا لوگوں کو مسائل وغیرہ بتائے اور واپس بریلی شریف آگیا ۔ جب دوسری مرتبہ گیا تو سنی عوام نے کہا کہ آپ ان سے مناظرہ بھی کریں ۔ چنانچہ دونوں طرف سے مناظرہ کے لیے شرائط وغیرہ طے ہو گئیں ، مناظرہ سے پہلے لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کو اس کی (یعنی میرے مخالف مناظر کی) تین باتیں بتاتے ہیں جو یہ خود بیان کرتا ہے ۔ یہ کہتا ہے کہ :

(۱) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا سنت ہے ۔

(۲) مسجد میں بیٹھ کر حجامت بنواتا ہے ۔

(۳) ایک دن یہ مسجد میں سویا ہوا تھا اور اس نے قرآن کو اپنا تکیہ بنایا ہوا تھا ۔

چنانچہ مقررہ وقت پر اس کی کہی ہوئی ان تین باتوں پر گفتگو شروع ہوئی ۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ آپ کے گاؤں والے آپ کی طرف جو تین باتیں منسوب کرتے ہیں کیا یہ درست ہیں ؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں ۔

پہلی بات :-

میں نے پوچھا کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے ؟ کہنے لگا بخاری شریف میں حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے ۔ میں نے اس سے کہا صحاح ستہ میں ہی ایک دوسری جگہ حدیث ہے کہ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ :

جو تم سے یہ کہے کہ " حضور صلی اللہ علیہ وسلم " نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے وہ جھوٹا ہے ۔ "

میں نے کہا بقول ام المومنین ! آپ جھوٹے ہیں ۔ اس نے کہا میں نے آپ کے سامنے بخاری کی حدیث پیش کی ہے ۔ پھر میں نے موصوف سے کہا کہ اگر تمھیں عقل ہوتی تو دونوں حدیثوں کو جمع کرتے اور ان میں تطبیق دیتے ۔ میں نے کہا تم لوگ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہو ۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم حدیث پر عمل کرتے ہو بلکہ تمہارے اہل حدیث ہونے کا مطلب کچھ اور ہے ۔ وہ صاحب بولے وہ کیا ہے ؟ میں نے کہا کہ آپ اہل حدیث اس لیے ہیں کہ آپ کا تذکرہ حدیث میں آیا ہے ، بولے وہ کیسے ؟ میں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ایک قوم پیدا ہو گی جو " سفیہ " یعنی بیوقوف ہو گی اور بچوں کی سی باتیں کرے گی ۔ میں نے کہا کہ تم نے یہ نہیں دیکھا کہ وہ حدیث جس میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا حکم آیا ہے اس میں کھڑے ہو کر پیشاب

کرنے کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے اور وہ الفاظ ہیں :

اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سباطة قوم فبال قائماً۔

(بخاری، جلد اول، کتاب الوضحۃ، باب البول عند سباطة قوم)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کے کوڑا پھینکنے کی جگہ پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

وہاں بیٹھنے کی جگہ ہی نہیں تھی اگر بیٹھتے تو کپڑے گندے ہونے کا خطرہ تھا اور یہ واقعہ ایک ہی دفعہ کا ہے وہ بھی عذر سے۔ تم نے اس کو سنت قرار دیا اور جو عمر بھر کا فعل عادی تھا اور جسے کبھی ترک نہیں فرمایا اس کو تم نے چھوڑ دیا۔ لہٰذا یہ تمہارے بیوقوف ہونے کی مضبوط دلیل ہے۔ یہ جواب سن کر وہ خاموش ہو گیا۔

دوسری بات :-

دوسرا یہ کہ تم مسجد میں حجامت بنواتے ہو؟ اس نے کہا ہاں حجامت بنواتا ہوں، اس میں حرج کیا ہے؟ میں نے کہا اس میں حرج یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا۔ نیکیوں کو اس طرح برباد کر دیتی ہیں جیسے آگ لکڑیوں کو جلا دیتی ہے۔ اور یہ تو گندگی ہے کہ تم مسجد میں بال پھیلاتے ہو۔ فوراً جواب دیا کہ حدیث میں بات کرنے کی ممانعت ہے حجامت بنوانے کی کہاں ہے؟ میں نے کہا پھر وہی بیوقوفی کرتے ہو۔ قرآن میں ارشاد ہوا کہ " والدین کو اُف نہ کہو " کوئی شخص والدین کو مارنا شروع کر دے تو اسے کوئی والدین کے آداب و احترام سے آگاہ کرے اور بتائے کہ قرآن میں والدین کے سامنے " اُف " تک کہنے سے منع کیا گیا ہے تو وہ جواب دے کہ اُف سے منع کیا گیا ہے مارنے سے تو منع نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

تیسری بات :-

پھر اس سے پوچھا گیا کہ کیا تم قرآن کا تکیہ بناتے ہو؟ اس نے کہا میں قرآن کو تکیہ نہیں بناتا۔ اس طرح آپ نے اس کو لاجواب کر دیا۔

اس کے علاوہ آپ نے چند مناظرے اور بھی کیے اور ہر مناظرہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے آپ کو کامیاب فرمایا۔ چنانچہ مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شہر کے معززین کا ایک اجتماع منعقد کر کے آپ کو جبہ اور دستار عطا کیے۔

تحریکِ پاکستان میں حصہ :

حضرت قبلہ مفتی اعظم نے باقاعدہ سیاست تو نہیں کی لیکن ملکی حالات اور تحریک پاکستان پر آپ کی گہری نگاہ رہتی تھی۔ حضرت نے خود فرمایا کہ :

" بریلی میں عرس اعلحضرت کے موقع پر چوٹی کے علماء کرام جمع تھے اس موقع پر جو قرار دادیں پیش کی گئیں ان میں مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کی قرارداد بھی موجود تھی لیکن اس میں لفظ " پاکستان " شامل نہیں تھا۔ اس وقت میں نے کھڑے ہو کر اس قرارداد میں ترمیم کروائی اور سب علماء سے عرض کیا کہ اگر تائید کرنا ہے تو پھر صاف صاف اپنا موقف بیان کیجئے تاکہ لوگوں کو کسی قسم کی غلط فہمی نہ ہو۔ چنانچہ میری رائے کو اہمیت دی گئی اور اسے قرارداد میں شامل کیا گیا اور شائع بھی کیا گیا۔ " پاکستان کے حق میں اٹھنے والی ہر آواز کی آپ نے تائید فرمائی۔

علمائے اہل سنت اور محمد علی جناح کی قیادت :

حضرت قبلہ مفتی صاحب نے فرمایا :

سنی علماء میں سے کوئی کبھی مسلم لیگ کا ممبر نہیں بنا اور نہ محمد علی جناح کی قیادت کو قبول کیا۔ علماء اہل سنت اپنے پلیٹ فارم سے تحریک پاکستان میں بھرپور کردار ادا کر رہے تھے۔ اور بنارس میں منعقد ہونے والی " سنی کانفرنس " میں متفق فیصلہ ہوا کہ ہم مطالبہ پاکستان کی بھرپور تائید کرتے ہیں اور اگر مسٹر جناح اس مطالبہ سے دستبردار بھی ہو گئے تو ہم (علماء) پیچھے نہیں ہٹیں گے اور یہ نعرہ زبان زد عام تھا کہ ۔

لے کے رہیں گے پاکستان   بٹ کے رہے گا ہندوستان

محمد علی جناح کا مطالبہ بھی یہی تھا تو اس طرح مقصد ایک تھا پلیٹ فارم اپنا اپنا۔

آزادی ایک بڑی نعمت ہے :

آپ نے فرمایا :

" جن قوموں میں غیرت و حمیت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے وہ کبھی بھی غلامی کی زندگی پسند نہیں کرتیں۔ مسلمانوں کے حق میں یہی بہتر تھا کہ ملک تقسیم ہوجاتا اگر تقسیم نہ ہوتا تو پورے ملک میں ہندو کی اکثریت ہوتی۔ اگرچہ چند ایک صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت تھی بھی مگر وہ کسی کام کی نہ تھی ، مرکزی حکومت ہندوؤں کی ہوتی اور صوبوں میں بھی وہ اپنی من مانی کرتے۔ " لہٰذا تمام مسلمانوں کے ساتھ وہی کچھ ہوتا جو آجکل ہندوستان میں ہورہا ہے۔

منظر الاسلام میں مدت تدریس :

۱۹۳۸ء میں آپ کی دستار بندی ہوئی اور سند فراغ عطا کی گئی اس کے ساتھ ہی آپ نے " منظر الاسلام " میں تدریس کے فرائض سر انجام دینے شروع کر دیئے اور ساتھ ہی آپ کو ناظم تعلیمات کا عہدہ بھی سونپا گیا۔ اس طرح آپ تقریباً دس سال تک یعنی ۱۹۳۸ تا ۱۹۴۸ء " دار العلوم منظر الاسلام بریلی " میں تدریسی و انتظامی فرائض سر انجام دیتے رہے۔ اس عرصہ میں سیکڑوں تشنگان علوم نے آپ سے اکتساب فیض کیا، جو کہ آپ کے لیے " صدقہ جاریہ " ہے۔

شادی مبارک :

آپ کی شادی مبارک بھی ایک مذہبی گھرانے میں ۱۹۴۵ء میں ہوئی، آپ کی اہلیہ کے نانا اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ اس طرح آپ کا سسرال بھی ایک مذہبی گھرانہ تھا۔ جس طرح آپ متقی و پرہیزگار تھے اسی طرح آپ کی شریکہ حیات بھی متقیہ و پرہیزگارہ ہیں۔

گھریلو زندگی :

آپ اپنے تمام کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے۔

(۱) اپنے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھو کر پہنتے،

(۲) پانی خود لے کر پیتے،

(۳) اہلیہ اگر آرام کر رہی ہوتیں تو کھانا بھی خود گرم کر کے کھا لیتے،

(۴) نمازِ تہجد کے لیے پانی خود گرم کرتے نیز اپنی زوجہ کے لیے بھی پانی رکھ دیتے اور نماز تہجد کے لیے اٹھاتے،

(۵) کبھی اپنی اہلیہ اور بچوں پر سختی نہیں کی،

(۶) ہر روز نمازِ عصر تا مغرب عام ملاقات فرماتے۔ دور دور سے لوگ اپنے مسائل کے حل کے لیے آپ کے پاس حاضر ہوتے۔ تو گویا اس طرح آپ کا گھر بھی ایک دار الافتاء تھا۔

اولاد :

آپ کے چار صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں ہیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔
جمیل وقار، مظہر وقار، نیّر وقار اور سرور وقار
آپ کے تمام صاحبزادے اور صاحبزادیاں شادی شدہ ہیں۔

حجۃ الاسلام سے ملاقات :

جب آپ بریلی شریف میں بحیثیت مدرس و منتظم فرائض سرانجام دے رہے تھے اس عرصہ میں اکثر آپ کی ملاقات حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہوتی رہتی تھی اور آپ مرید بھی انہیں سے ہوئے ، لیکن خلافت آپ کو حجۃ الاسلام سے نہیں بلکہ مفتی اعظم ہند سے ملی ۔

ہجرت :

جب تحریکِ پاکستان کے نتیجے میں ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان دنیا کے نقشے میں ایک آزاد اسلامی ملک کی حیثیت سے نمودار ہوا تو سرزمینِ ہندوستان سے لاکھوں مسلمان ہجرت کر کے پاکستان یعنی (مشرقی اور مغربی پاکستان) میں منتقل ہو گئے ۔ آپ نے بھی مع اہل و عیال ۱۹۴۸ء میں ہندوستان سے بنگال یعنی مشرقی پاکستان کی طرف ہجرت فرمائی ۔ اور ہجرت کی سعادت سے بہرہ مند اور اجر و ثواب کے مستحق ٹھہرے ۔

مشرقی پاکستان میں آپ کی مصروفیات :

آپ ایک متبحر عالم اور جامع معقول و منقول کے مرتبہ پر فائز تھے ۔ لہٰذا اس مناسبت سے آپ نے بنگال کے مختلف مدارس دینیہ میں تدریسی فرائض سرانجام دینے کے لیے رابطہ کیا ، اسی سلسلہ میں آپ " سفینہ " نامی علاقے میں تشریف لے گئے وہاں ایک پیر صاحب کے زیر انتظام ایک مدرسہ و دارالعلوم چل رہا تھا ، آپ کی ملاقات دارالعلوم کے مہتمم مولانا عبداللطیف صاحب سے ہوئی ۔ مولانا موصوف کسی زمانے میں بریلی شریف کے دارالعلوم منظر الاسلام میں بحیثیت مدرس فرائض سرانجام دے چکے تھے ۔ پھر آپ کی ملاقات ان پیر صاحب سے ہوئی جو ادارہ کے سرپرست تھے ۔ پیر صاحب نے بڑی عزت کی اور سینکڑوں علماء جو وہاں غالباً عرس کے موقعہ پر موجود تھے ان سے تعارف کرایا اور کہا کہ یہ عالم بریلی شریف سے آئے ہیں ۔

قبل اس کے کہ آپ پیر صاحب سے تدریس کے لیے بات چیت کرتے مولانا عبداللطیف نے آپ کو بتایا کہ یہاں کا ایک اصول ہے اور وہ یہ کہ پیر صاحب جو فتویٰ لکھ دیں گے اس پر آپ کو دستخط کرنا پڑیں گے چاہے وہ صحیح ہو یا غلط ۔ اسکے علاوہ دوسری بات یہ ہے کہ جب سے میں یہاں آیا ہوں اپنے اندر نورانیت کی کمی محسوس کرتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں " صلح کلی " والا اصول چلتا ہے ۔

حق گوئی اور بیباکی :

آپ نے مولانا عبداللطیف سے فرمایا کہ " ایسا تو کوئی جاہل ہی کر سکتا ہے کہ پیر صاحب کے ہر قسم کے فتوی کی تصدیق کر دے ۔ " اس کے ساتھ ہی آپ نے اس مدرسہ میں مدرس بننے کا ارادہ ترک کر دیا۔

تجارت :

روزگار کے سلسلے میں آپ نے تجارت شروع کی ۔ ابتداءً ریلوے کا کچھ نیلام کردہ مال خریدا ۔ اسکو بیچا ، پھر آٹے کی چکی اور تیل کی گھانی بھی لگائی ۔ لیکن اس شعبہ میں آپ کو کامیابی نہ ہوئی ۔ ایک تجارتی کمپنی کے مینیجر سے اس سلسلہ میں ملاقات کی اور تیل کی تجارت میں نقصان سے متعلق بات چیت کی تو مینیجر نے ملازم کو آواز دی اور کہا کہ اندر سے فلاں بوتل اٹھا لاؤ ۔ وہ بوتل لایا اس کا ڈھکن کھولا اور میرے ہاتھ میں دی اور کہا کہ اس کو سونگھیے وہ بوتل جب ناک کے قریب کی تو اس کی بدبو ناقابل برداشت تھی اس کے بعد مینیجر نے کہا کہ یہ ہے وہ چیز جو آپ کو بہت فائدہ دے گی ۔ آپ کوئی تیل لیں اور اس میں تھوڑی سی مقدار اس چیز کی شامل کر دیں پھر جو بھی دیکھے گا اس تیل کو اصلی تیل سمجھے گا ۔ اس طرح آپ کو بہت فائدہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی بدبو سے میری کھوپڑی اڑی جارہی ہے اور جو لوگ اسے کھائیں گے ان کی آنتیں کٹ کر رہ جائیں گی ۔ چنانچہ آپ نے اس کاروبار کو بھی بند کر دیا ۔ کیونکہ تجارت وہی اچھی اور عبادت کے زمرے میں آتی ہے جس میں دھوکہ اور ملاوٹ نہ ہو ۔

کل شیءیرجع الی اصلہ:

تجارت کو خیرباد کہنے کے بعد آپ دوبارہ درس و تدریس سے وابستہ ہو گئے ۔ تجارت کو تو آپ نے ضمناً اختیار کیا تھا ورنہ آپ کی نس نس میں علم موجزن تھا ۔ جس طرح " مرضع " نومولود کو دودھ پلانے کے لیے بے تاب ہو جاتی ہے ، بس یہی کیفیت ہوتی ہے صاحبانِ علم و فن کی کہ وہ چاہتے ہیں کہ ان کا علم و فن دوسروں میں منتقل ہو اور خلقِ کثیر ان سے متمتع ہو ۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جو سکون اور لذت علم پھیلانے میں ملتی ہے وہ کسی دوسرے عمل نافلہ میں نہیں ملتی اور ایسا کیوں نہ ہو ؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم حاصل کرنے کو نفل عبادت سے بہتر قرار دیا ۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے کہ مسجد میں ایک حلقہ ذکر منعقد تھا اور دوسرا حلقہ علمی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلقہ علمی میں جلوہ افروز ہوئے ۔

چٹاگانگ :

چٹاگانگ میں ایک بہت بڑی عمارت دارالعلوم کے لیے قائم کی گئی تھی ۔ حضرت کے ایک شاگرد نے آپ

کو خط لکھا کہ اس دارالعلوم میں تدریس کے لیے آپ درخواست دیجیے آپ نے اپنے شاگرد کو جواب دیا کہ میں درخواست دیکر ملازمت نہیں کروں گا ان لوگوں کو اگر میری ضرورت ہوئی تو خود چل کر میرے پاس آئیں گے۔ اس طرح آپ نے اس اصول کو زندہ کیا کہ " ہمیشہ پیاسا پانی کے پاس چل کر جاتا ہے نہ کہ پانی پیاسے کے پاس۔ " اور امام بخاری کی بھی یاد تازہ ہو گئی جنہوں نے بادشاہ کے بیٹے کو اس کے گھر جا کر پڑھانے سے منع کر دیا تھا۔

مذکورہ دارالعلوم کے لوگوں کا خط آپ کے پاس آیا۔ آپ نے ان کو لکھا کہ " آپ لوگ میرے پاس آئیں تو بات کریں گے۔ " چنانچہ وہ لوگ آپ کے پاس آئے اور وظیفہ سمیت دیگر معاملات پر بات چیت ہوئی۔ آپ نے ان لوگوں پر ایک بات واضح کردی کہ مجھ سے کبھی کسی کی خوشامد نہ ہو سکے گی۔

کاش آج بھی علمائے کرام اس اصول پر عمل پیرا ہو جائیں تو ان کو عظمت رفتہ دوبارہ حاصل ہو سکتی ہے۔ چاٹگام میں جس دارالعلوم میں آپ نے تدریس کے لیے فرائض قبول فرمائے اس کا نام " دارالعلوم احمدیہ " تھا۔ جب آپ نے وہاں قدم رکھا تو فرمایا کہ اس نام سے لوگ " قادیانیت " کا شبہ کریں گے۔ لہٰذا آپ نے تجویز دی کہ اس کا نام " دارالعلوم احمدیہ سنیہ " رکھا جائے۔ چنانچہ آپ کی اس رائے کو بصد احترام قبول کیا گیا۔ اور دارالعلوم کے نام میں " سنیہ " کا اضافہ کر دیا گیا۔ یہ ۱۹۵۴ء کا واقعہ ہے۔

حضرت اپنی پوری زندگی میں اس اصول پر عمل پیرا رہے کہ جہاں بھی آپ نے کسی میں کوئی بات " تشبہ بالغیر " کی دیکھی یا کسی بدمذہب سے مشابہت دیکھی، فوراً اس کا بھرپور طریقہ سے رد فرمایا۔ آپ کا موقف یہ تھا کہ اس طرح غیر مسلم یا بدمذہب کو تقویت ملتی ہے۔

دارالعلوم احمدیہ سنیہ میں بحیثیت ناظم تعلیمات:

حضرت قبلہ نے خود فرمایا کہ " چاٹگام کے مدارس کا تعلیمی معیار نہایت ہی پست تھا۔ وہاں گورنمنٹ کا طے کردہ ایک کورس جو " عالیہ " کہلاتا تھا، پڑھایا جاتا تھا اور انگریزوں نے اس کا ستیاناس کر دیا تھا۔ دارالعلوم میں جب آپ کو بحیثیت ناظم مقرر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ نصاب میں انتہائی تبدیلی کی ضرورت ہے ورنہ اساتذہ اور طلبہ کا وقت ضائع کرنے والی بات ہوگی چنانچہ انتظامیہ نے آپ کو تبدیلی کے لیے مکمل اختیارات دے دیئے اور ان لوگوں نے کہا کہ ایسا تعلیمی نظام ہو کہ کسی کو تعلیم حاصل کرنے کے لیے ہندوستان نہ جانا پڑے۔ چنانچہ آپ نے مکمل درسِ نظامی کورس جو بریلی شریف میں پڑھایا جاتا تھا اس کو دارالعلوم کا نصاب مقرر کیا۔

مدرسین کے لیے انٹرویو:

درس و تدریس کا ایک اصول ہے کہ " مدرس جتنا اچھا ہوگا اتنا ہی تعلیمی معیار بہتر ہوگا "۔ یعنی " کیمیا " بنانے کے لیے " کیمیاگر " کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے مدرسین کے لیے

مشتہر کیا گیا اور ایک انٹرویو لینے والی کمیٹی بنادی گئی ۔ اس کمیٹی میں ایک تو حضرت خود تھے ، دوسرے شیر بنگال اور تیسرے مولانا فرقان صاحب ۔

۳۹ افراد انٹرویو میں شریک ہوئے ۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ایک آدمی بھی ایسا نہیں ملا جو تسلی بخش جواب دے سکتا ہو ۔ اسی کو " قحط الرجال " کہتے ہیں ۔ بہر حال اس محاورے کے تحت کہ " اندھوں میں کانا راجا " ، ہم نے چند افراد کو تدریس کے لیے چھانٹ لیا ۔

مدرسین کی اصلاح :

منتخب مدرسین کو آپ نے ایک لیکچر دیا اور فرمایا کہ " دیکھو ہم یہ چاہتے ہیں کہ مدرس کلاس میں کوئی غلط بات کہے نہ پڑھائے ، اس سے مدرس کا رعب طلبہ پر کم ہو جاتا ہے ۔ لہٰذا آپ لوگوں کو دوسرے دن جو پڑھانا ہو اسے رات میں مطالعہ کرلیا کریں اور جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کو نوٹ کر لیں اور صبح کلاس میں جانے سے پہلے مجھ سے پوچھ لیا کریں " ۔ حضرت کی ان ہدایات پر عمل کرنے کی وجہ سے دارالعلوم احمدیہ سنیہ کے تعلیمی نظام میں بہتری پیدا ہوئی ۔

دارالعلوم کے طلباء کی نمایاں پوزیشن اور اس کے اثرات :

لیکن اسکے ساتھ ہی دارالعلوم کے نام گورنمنٹ کا نوٹس آیا جس میں وہی نصاب پڑھانے کا کہا گیا جو دیگر مدارس میں پڑھایا جاتا تھا یعنی " عالیہ " کا نصاب ۔ حضرت قبلہ نے بحیثیت ناظم تعلیمات گورنمنٹ کو جواب دیا کہ نصاب ہم اپنا ہی رکھیں گے لیکن جو امتحان گورنمنٹ کے تحت ہوتا ہے وہ ہمارے طلباء دینے کے لیے تیار ہیں ۔ چنانچہ " مولوی فاضل " کا امتحان ہوا ۔ اس میں دارالعلوم احمدیہ سنیہ کے بارہ طلباء نے شرکت کی تو بارہ کے بارہ نے فرسٹ کلاس پوزیشن حاصل کی اور گیارہ طلباء کو ۲۰ روپے مہینہ کی اسکالر شپ ملی ۔

دارالعلوم کے طلباء نے جب نمایاں پوزیشن سے امتحان پاس کر لیا تو اس کے بڑے اچھے اثرات مرتب ہوئے ۔ اور دور دور تک دارالعلوم کی شہرت ہو گئی ۔ اس طرح دارالعلوم کی کمیٹی بھی بڑی مطمئن ہو گئی ۔

ہر عروجے را زوال :

اس تمام عرصہ میں مدرسہ کے مہتمم ایک پیر صاحب تھے جنکا تعلق ہری پور ہزارہ مغربی پاکستان سے تھا ۔ ان کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے دارالعلوم کے مہتمم بنے ۔ مدرسہ کمیٹی نے سوچا کہ بورڈ میں اتنی نمایاں پوزیشن حاصل ہوئی لیکن ہمارا نام تک نہیں آیا ۔ بہرحال جب ریاکاری کا عمل شروع ہوتا ہے تو اس سے جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں

وہ پیدا ہونا شروع ہو گئیں ۔

مدرسہ کمیٹی نے مدرسہ کے مہتمم سے کہا کہ دارالعلوم کا نصاب وہی مقرر کیا جائے جو گورنمنٹ کا ہے ۔ حضرت قبلہ مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ایسا کرنے سے بہت روکا لیکن ان لوگوں نے اسے " انا " کا مسئلہ بنا کر مضبوط نظام تعلیم کو ناقص بنانا شروع کر دیا اور جھوٹ و فراڈ شروع کر دیا گیا بلکہ بعض چیزوں میں حضرت قبلہ مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی جھوٹ بولنے کا کہا ۔ حضرت فرماتے ہیں کہ " میں نے ان لوگوں سے کہا کہ تم کو شرم آنی چاہیے کہ علماء سے کہتے ہو کہ جھوٹ بولو ۔ "

دارالعلوم احمدیہ سنیہ سے استعفٰی :

جب آپ نے دیکھا کہ مدرسہ مکمل طوائف الملوکی کا شکار ہوتا جا رہا ہے اور اصلاح احوال کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو آپ نے عافیت اسی میں سمجھی کہ اس منصب اور مدرسہ سے علیحدگی اختیار کر لی جائے ، اس طرح آپ نے غالباً ۱۹۶۳ء میں استعفٰی دے دیا ۔

دارالعلوم سے علیحدگی کے بعد آپ کی مصروفیات :

حضرت نے جب دارالعلوم احمدیہ سنیہ سے استعفٰی دیا تو مغربی پاکستان سے کئی مدارس والوں نے آپ کی طرف خطوط لکھے کہ آپ یہاں آ جائیں ۔ لیکن مذہبی خدمات کے اعتبار سے آپ نے چاٹگام میں مزید رہنے کا ارادہ کیا ۔ آپ کے متعلق دیوبندی کہا کرتے تھے کہ دیوبند کے عقائد کو جتنا نقصان اس شخص نے پہنچایا اتنا نقصان تو شیر بنگلہ سے بھی نہیں پہنچا ۔ اسی لیے حضرت قبلہ نے مناسب سمجھا کہ میں ابھی مزید بنگال میں قیام کروں ورنہ یہاں اہلسنت کا مذہبی نقصان ہو گا ۔ یہ ہے علمائے حقہ کا کردار کہ مسلک و عقیدہ کی حفاظت کے لیے اپنے آرام و سکون کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں ۔

اسپیکر فضل قادر چوہدری کا قول :

اسپیکر فضل قادر چوہدری کہا کرتے تھے کہ " عالم تو صرف ایک ہے جو مجھ کو مطمئن کر سکتا ہے اور وہ ہیں مفتی محمد وقار الدین ۔ "

اسپیکر فضل قادر چوہدری کی سنیت :

حضرت قبلہ مفتی اعظم پاکستان نے بتایا کہ " فضل قادر چوہدری اسپیکر کے عہدہ پر ہی تھے کہ ان کے والد

کا انتقال ہو گیا۔ چوہدری صاحب کے ماموں وہابی عالم تھے اور وہاں قاعدہ یہ تھا کہ اگر اپنے گھر یا خاندان میں کوئی عالم ہو گا تو نماز جنازہ وہی پڑھائے گا۔ اگر وہ نہ پڑھائے تو یہ اس کی توہین پر محمول کیا جاتا تھا۔ چوہدری صاحب اپنے وہابی ماموں سے نماز جنازہ نہیں پڑھوانا چاہتے تھے۔ وہ اسکی بدمذہبی کی وجہ سے ہمیشہ اس کی مخالفت کرتے تھے۔ اسپیکر صاحب کے ماموں نے بہن سے جا کر بات کی اور کہا کہ اگر نماز جنازہ میں نے نہ پڑھائی تو اس میں میری رسوائی ہو گی۔ لہذا آپ کوشش کریں تاکہ نماز جنازہ میں ہی پڑھاؤں۔ چنانچہ والدہ نے آپ سے کہا کہ آپ کے ماموں نماز جنازہ پڑھائیں گے تو چوہدری صاحب نے والدہ سے عرض کی کہ وہ وہابی عقائد رکھتے ہیں لہذا میں ان سے نماز جنازہ نہیں پڑھواؤں گا۔ لیکن جب والدہ کی طرف سے اصرار ہوا تو آپ نے والدہ کی بات کا لحاظ رکھا۔ لیکن خود ماموں کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ جب جنازہ ہونے لگا تو پندرہ بیس آدمیوں کے ساتھ آپ الگ کھڑے ہوگئے اور میت کو جہاں دفن کرنا تھا۔ وہاں جا کر آپ نے ان لوگوں کے ساتھ جنھوں نے نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی تھی، نماز جنازہ ادا کی اور پھر تدفین کی گئی۔

مشرقی پاکستان میں آپ کے بد مذہبوں سے مناظروں کی اجمالی تفصیل :

آپ کی زندگی کا ایک بڑا حصہ مشرقی پاکستان میں گزرا۔ تقریباً تیس سال (۱۹۴۸ء تا ۱۹۷۱ء) تک آپ مشرقی پاکستان میں سکونت پذیر رہے۔ اس عرصے میں اہل مشرقی پاکستان نے آپ کی علمی دولت سے خوب استفادہ کیا۔ اس دوران میں آپ کے کئی مناظرے بھی ہوئے جن میں زیادہ تعداد غیر مقلدین (اہلحدیث) اور دیوبندیوں سے مناظروں کی ہے۔ اللہ کے فضل و کرم اور اس کے حبیب لبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل ہر مناظرہ میں آپ کو کامیابی ہوئی۔ آپ کے سب سے زیادہ مناظرے مشرقی پاکستان ہی میں ہوئے۔ ان مناظروں کی تفصیل جاننے کے لیے حضرت کی سوانح "حیات وقار الملت" کی طرف رجوع کیجیے۔

علماء سوء کے خلاف جہاد :

حضرت قبلہ مفتی اعظم علیہ الرحمۃ جب مشرقی پاکستان تشریف لے گئے تو وہاں اہلسنت وجماعت کا کوئی عالم ہی نہیں ملتا تھا۔ ہر طرف نجدیت و وہابیت چھائی ہوئی تھی مگر جب آپ نے علمی کام شروع کیا اور دارالعلوم احمدیہ سنیہ میں آپ نے شب و روز محنت کی تو سینکڑوں علماء کرام نے وہابیہ کے عقائد سے متعلق کتب منگوائیں اور جگہ جگہ علماء اہل سنت کی تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا جن کے ذریعے وہابیہ کے عقائد سے عوام کو آگاہی ہوئی۔

چاٹگام میں تو سنیت کے لیے بہت کام ہوا۔ ڈھاکہ میں ایک مولانا تھے جو مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ انھوں نے مفتی صاحب کی کتابوں کا بنگالی میں ترجمہ کر دیا اور وہ کتابیں عوام میں تقسیم کی گئیں۔ اسی طرح مغربی پاکستان سے علامہ مولانا احمد سعید کاظمی اور علامہ عارف اللہ شاہ رحمہما اللہ تعالیٰ کو وہاں بلا کر جلسے

کرائے گئے جس سے کافی حد تک عوام میں شعور پیدا ہوا۔ حضرت قبلہ مذہبی جلسوں وغیرہ میں کسی قسم کا نذرانہ نہیں لیتے تھے۔ لیکن آپ کا موقف یہ تھا کہ عوام کو چاہیے کہ علماء کی مالی اعانت کریں تاکہ وہ فکر معاش سے آزاد رہ کر مذہب و مسلک کا کام احسن طریقے سے سرانجام دے سکیں۔

الحبیب پریس :

مدرسہ احمدیہ سنیہ چھوڑنے کے بعد آپ نے " الحبیب " نام سے ایک پریس لگانے کا ارادہ کیا اور اسکے لیے قانونی طور پر اجازت لینا چاہی تو علماء سو نے آپ کی بڑی مخالفت کی۔ آخر کار بڑے کٹھن مراحل سے گزرنے کے بعد آپ کو کامیابی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں آپ کو سرخرو کیا اور آپ نے پریس لگا لیا۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ کسی جاندار کی تصویر نہیں چھاپیں گے تو احباب نے عرض کیا کہ پریس چلے گا کیسے ؟ تو آپ نے فرمایا انشاء اللہ ضرور چلے گا۔ چنانچہ آپ کی معاشی ضروریات اس پریس سے پوری ہوتی رہیں۔

پریس میں دارالافتاء :

پریس ہی میں آپ نے افتاء کا سلسلہ بھی شروع فرما دیا لوگ آتے اور آپ سے اپنے مسائل کا حل دریافت کرتے، تحریراً اور زبانی آپ فتاوی دیتے رہے اور اسی عرصہ میں مناظرے بھی ہوتے رہے۔ الحمدللہ سب کی ضرورت کے مطابق دین کی خدمت ہوتی رہی۔ آپ کا پریس ۱۹۷۱ء تک چلتا رہا۔ ۱۹۷۱ء کے ملٹری آپریشن میں وہ مارکیٹ تباہ ہو گئی جس میں آپ کا پریس تھا۔ اس طرح آپ کا پریس بھی ختم ہو گیا۔

مغربی پاکستان تشریف آوری :

مشرقی پاکستان کے حالات جب بہت زیادہ خراب ہو گئے تو حضرت نے دوسری مرتبہ ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا اور ۲۲ مارچ ۱۹۷۱ء کو آپ نے مغربی پاکستان کے لیے رختِ سفر باندھا۔ پاکستان تشریف لانے کے مرحلے میں آپ کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس وقت سخت بے چینی پائی جاتی تھی، لوگ افراتفری کا شکار تھے، جہاز کا ٹکٹ ملنا انتہائی مشکل ہو رہا تھا اور ایسے حالات میں صرف اپنا اور اپنے اہل و عیال کے ٹکٹ کا بندوبست ہی نہیں کرنا تھا بلکہ ایک اور ساتھی تھے جنکی فیملی کے ٹکٹ کا بھی انتظام کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ مرحلہ آپ کے لیے آسان ہوا اور آپ کو ٹکٹ مل گئے۔ اب گھر سے بندرگاہ تک پہنچنے کا مشکل مرحلہ درپیش تھا، کیونکہ راستے میں ہنگامے، بلوا، لوٹ مار کے واقعات عام تھے، بہرحال ان تمام مشکلوں کے باوجود آپ ۲۲ مارچ ۱۹۷۱ء کو مغربی پاکستان کے لیے روانہ ہوئے۔

سقوطِ ڈھاکہ کے بارے میں آپ کے تاثرات :

آپ نے فرمایا کہ اسلام مسلمانوں کو اتحاد و اخوت کا درس دیتا ہے اور تقاضاءِ ایمان ہے کہ اس کا عملی مظاہرہ کیا جائے ۔ جیسا کہ مہاجرین و انصار کے درمیان رشتہ مواخات قائم کیا گیا اور انہوں نے اس رشتہ کو بڑی خوبصورتی سے نبھایا ۔ اسلام تمام لسانی ، قومی ، وطنی ، علاقائی اور طبقاتی کشمکش کا خاتمہ چاہتا ہے ۔ مسلمان قوم کی ترکیب کلمہ اور ایمان پر ہے ۔ جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا ۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

جب آپ کسی قوم یا شخص سے انتہائی نفرت کرنے لگیں تو ایک نہ ایک دن ضرور اس نفرت کے برے نتائج دیکھنے میں آتے ہیں بس اسی نفرت کی وجہ سے ہم وطن عزیز کے ایک بڑے اور اکثریت والے حصہ سے محروم ہو گئے ۔

دار العلوم امجدیہ سے وابستگی :

حضرت قبلہ مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ مغربی پاکستان پہنچے تو پہنچتے ہی جب دار العلوم امجدیہ کے مہتمم حضرت قبلہ علامہ مفتی محمد ظفر علی نعمانی دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت شیخ الحدیث عبد المصطفیٰ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو آپ کی پاکستان آمد کی اطلاع ہوئی تو دونوں احباب آپ کے پاس تشریف لائے اور دار العلوم امجدیہ کی علمی سرپرستی فرمانے کی درخواست کی ۔ حضرت نے ان حضرات کو جواب دیا کہ " علامہ ازہری میرے ہم سبق ہیں اور بریلی میں ایک ساتھ تدریس کی اور اسکے علاوہ استاد زادے بھی ہیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک جگہ رہنے سے اتنے عرصہ کی دوستی میں کسی قسم کی شکر رنجی پیدا ہو جائے " ۔ علامہ ازہری نے فرمایا کہ آپ مجھے جانتے ہیں اور میں آپ کو ، انشاء اللہ ہمارے درمیان دوستی میں مزید پختگی آئے گی ۔ چنانچہ ان حضرات کے اصرار پر حضرت نے ١٩٧١ء ہی میں امجدیہ میں اپنی خدمات پیش کردیں ۔ "

دار العلوم امجدیہ میں بحیثیت ناظم تعلیمات :

اور عالمگیری میں ہے :

وانما یتمسک بافعال اہل الدین

(جلد : ۵ ، صفحہ : ۳۵۲ ، مکتبہ رشیدیہ ، کوئٹہ)

یعنی نیک لوگوں کے کام سے دلیل پکڑی جائے گی ۔

اہل سنت کے تمام معمولات " نجدیت " کے ظاہر ہونے سے پہلے تک پوری دنیائے اسلام میں مسلمانوں کے متفق علیہ معمولات تھے ، اس لیے مستحب ہیں ۔ سوئم ، دسواں ، چالیسواں وغیرہ میں قرآن خوانی اور غرباء و مساکین کے لیے کھانا تیار کرنا مستحب ہے ۔ اپنی برادری اور اہل محلہ کے لیے پکوانا منع ہے ، علامہ شامی اور علامہ طحطاوی وغیرہ نے اسے سختی سے منع کیا ہے ۔

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں :

(۱) یہاں اکثر احباب اہل سنت اپنے قریبی رشتہ دار و والدین کی وفات پر سوئم کے دن قرآن خوانی اور نعت شریف کی محفل منعقد کرتے ہیں اور اس کے بعد کھانا ہوتا ہے ، کیا یہ کھانا مالدار حضرات کھا سکتے ہیں یا نہیں ؟

(۲) والدین کی روح کو ایصال ثواب کے لیے ماہانہ یا سالانہ فاتحہ اور کھانا جو کیا جاتا ہے ، کیا اس کو خود کھا سکتا ہے اور عزیز و اقارب اور احباب کو اس میں مدعو کرسکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب:-

ایصالِ ثواب احادیثِ صحیحہ اور اقوالِ فقہاء سے ثابت ہے ، یعنی قرآن کریم ، درود شریف اور کلمہ طیبہ وغیرہ کسی بھی نیک کام کا ثواب مسلمان کو پہنچانا جائز ہے ۔ زندہ لوگوں کے ایصال ثواب کرنے سے مردوں کو اس کا فائدہ پہنچتا ہے ۔ سوئم ، ماہانہ ، چالیسواں اور برسی یہ سب ایصال ثواب کی اقسام ہیں ۔ ان میں یہ ضروری ہے کہ یہ کام اچھی نیت اور خلوص سے کیا جائے ، نام و نمود کی غرض نہ ہو اور اس موقع پر ضرورت مندوں اور محتاجوں اور فقیروں کو کھانا کھلایا جائے ، عزیز و اقارب ، رشتہ داروں اور اغنیاء کو مدعو نہ کیا جائے ، کہ یہ دعوت کا موقع نہیں اور ان کو یہ کھانا کھلانا اچھا نہیں ۔

قرآنی خوانی پر اجرت لینا

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ آج کل عام رواج یہ ہے کہ ایصالِ ثواب یا گھر میں خیر و برکت کے لیے قرآن خوانی کی جاتی ہے ۔ اس کے متعلق مندرجہ ذیل سوالات کے

جوابات عنایت فرمائیں۔

(۱) قرآن خوانی کی کچھ غیر مقررہ رقم حفاظ کو دی جاتی ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اکثر حفاظ مقرر بھی کر لیتے ہیں؟

(۳) ایک صاحب نے ایک حافظ کو ایک ہزار روپے ماہوار اس لیے دیا کہ ایک ماہ میری والدہ کی قبر پر قرآن کی تلاوت کرو۔ یہ رقم لینا یا دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ایک حافظ صاحب اپنے دوست کی والدہ کی قبر پر روزانہ تلاوت کرتے ہیں مگر ان کے دل میں یہ بھی ہے کہ یہ میری خدمت بھی کریں گے اب اگر ان کو کچھ دیا جائے تو وہ جائز ہے یا نہیں؟

(۵) ایک صاحب نے ایک ملازم رکھا یہ نہیں بتایا کہ کام کیا ہے بعد میں کہا جائے کہ قبر پر قرآن خوانی کرو تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۶) اکثر حفاظ یہ کہتے ہیں کہ ہم قرآن پڑھنے کی نہیں بلکہ وقت کی اجرت لیتے ہیں تو اسکا کیا حکم ہے؟

(۷) ایصالِ ثواب کے لیے چھپا کر دینا افضل ہے یا ظاہر کر کے؟

(۸) ایصالِ ثواب کے لیے عام دعوت افضل ہے یا مسجد، یتیم خانہ، مدرسہ کے لیے دینا یا دینی کتب خرید کر کسی کو دے دینا افضل ہے؟

سائل: شاہد محمد

الجواب:-

(۱) قرآن، ثواب کے لیے پڑھوانے پر اجرت لینا دینا حرام ہے۔ اس معاملہ میں طے کرنا تو ناجائز ہے ہی اور اگر طے نہ کیا اور پڑھنے کے بعد دینا اتنا شائع ہو چکا ہے کہ پڑھنے والا یہ سمجھ کر جاتا ہے کہ قرآن پڑھنے کے بعد وہاں کچھ ملے گا اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر لینا دینا متعارف نہ تھا اور پڑھنے والے کے ذہن میں بھی نہ تھا کہ پڑھنے کے بعد کچھ ملے گا یہ مسلمانوں کی ہمدردی میں ثواب کی نیت سے پڑھنے گیا تھا وہاں لوگوں نے ہدیۃً کچھ دے دیا تو لینا دینا جائز ہے۔

(۲) ناجائز ہے۔

(۳) یہ بھی ناجائز ہے۔

(۴) پڑھنے والے کے ذہن میں جب یہ ہے کہ کچھ ملے گا اور اس لیے پڑھ رہا تھا تو یہ بھی ناجائز ہے۔

(۵) مہینے یا روزانہ کی تنخواہ پر کسی کو ملازم رکھنے میں اس سے اجارہ وقت کا ہوتا ہے جتنے وقت پر اجارہ ہوا ہے مزدور پر لازم ہے کہ وہ اتنا وقت وہاں گزارے جہاں گزارنا طے ہوا ہے۔ آجر نے اجارے کے وقت کوئی

کام متعین نہ کیا تھا تو اتنا وقت گزارنے پر وہ اجرت کا مستحق ہو جائے گا اتنے وقت میں آجر جو چاہے کرائے اگر وہ کام نہ کرائے تو وہ بغیر کام کیے بھی وقت گزار دے جب بھی یہ اجرت کا مستحق ہو جائے گا۔ فتح القدیر میں ہے :

لان اجارة اجیر الوحد لیست بعقد علی العمل ولهذا یستحق اجیر الوحد الاجرة بتسلیم نفسه فی المدة وان لم یعمل

(صفحہ : ۱۵۱، جلد : ۷)

اس لیے کہ اجیر خاص کا اجارہ عمل پر نہیں ہوتا اسی وجہ سے وہ اجرت کا مستحق اس وقت ہو جاتا ہے جب اس نے اپنے آپ کو مستاجر کے سپرد کر دیا اتنے وقت کے لیے جتنے وقت کے لیے اجارہ ہوا ہے اگرچہ کام ابھی نہ کیا ہو۔

پھر فرماتے ہیں :

وقد تقرر عندهم و عرفت فیما مر غیر مرة ان الاجیر یصیر بذالک الوقت اجیراً خاصاً وقد مر فی باب ضمان الاجیران الاجیر الخاص هو الذی یستحق الاجرة بتسلیم نفسه فی المدة وان لم یعمل

(صفحہ : ۲۰۶، جلد : ۷)

اور فقہاء کے نزدیک یہ طے شدہ بات ہے۔ اور تم پہلے بھی کئی مرتبہ جان چکے ہو کہ اجیر اس وقت تک کے لیے اجیر خاص ہوتا ہے جب تک کے لیے اجارہ ہوتا ہے جیسا کہ ضمان اجیر کے بیان میں گزر چکا ہے کہ اجیر خاص وہ ہے جو اجرت کا مستحق اس وقت ہو جاتا ہے جب اپنے آپ کو مستاجر کے سپرد کر دے اگرچہ ابھی کام نہ کیا ہو۔

لہذا وقت پر کسی کو ملازم رکھا جائے اور اجارہ کے وقت قرآن پڑھنے کو متعین نہ کیا جائے تو اجارہ جائز ہے اس کے بعد آجر اس سے قرآن پڑھوائے یا جو چاہے کام کرائے یہ بھی جائز ہے۔

(۶) اجارہ کے وقت مطلق وقت پر اجارہ ہوا تھا قرآن پڑھنے کا ذکر نہ ہوا تھا تو اجرت لینا جائز ہے۔

(۷) یہ کام چھپا کر کرنا افضل ہوتا ہے مگر بعض صورتوں میں بالاعلان کرنا اچھا ہوتا ہے اور دار و مدار نیت پر ہوتا ہے، ریاکاری کی نیت سے کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔ بلکہ جو اچھائی کی مصلحت تھی اس کی نیت سے ظاہر کرے مثلاً فرض نمازیں اور زکوٰۃ وغیرہ بالاعلان ادا کرے گا یہاں مقصود دفع تہمت ہونا چاہیے اور صدقات نافلہ میں بالاعلان اس نیت سے دینا بہتر ہے کہ اور لوگوں کو رغبت دلانا مقصود ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر چندہ کی اپیلیں کیں۔ صحابہ نے سب کے سامنے چندہ دیا۔ بلکہ بعض صورتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چندے کو ڈھیر کے اوپر رکھ کر سب کو دکھایا۔ یہ بہتر صورت ہے، لیکن ریاکاری کی نیت قریب نہ آنے پائے۔

(۸) اہل میت کو ایسی عام دعوت کرنا جس میں مالداروں اور رشتہ داروں کو بلایا جائے بہت برا ہے۔ میت کو ثواب پہنچانے کی نیت سے کھانا تیار کرنا اور غرباء کو کھلانا جائز ہے۔ اس کے علاوہ صدقہ جاریہ کے کام بھی مثلاً مسجد و مدرسہ بنوانا، دینی کتب خرید وا دینا بھی جائز ہیں۔ مگر اس سے زیادہ اچھا یہ ہے کہ مرحوم نے اگر حج نہ کیا

توجہ بدل کرایا جائے اور اس کی طرف سے روزے اور نماز کا فدیہ دیا جائے۔ ہر ایک وقت کی نماز کا فدیہ اتنا ہے جتنا صدقہ فطر ہے اور ایک نماز کا پورا فدیہ ایک غریب شخص مستحق زکوٰۃ کو دیا جائے۔ ایک نماز سے کم فدیہ کسی کو نہ دیا جائے۔ ہاں ایک سے زیادہ نماز اور روزوں کا فدیہ ایک آدمی کو دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ روزانہ چھ نمازوں کا فدیہ دیا جائے یعنی پانچ فرائض ایک وتر کا۔ وارث جتنی نمازوں اور روزوں کا فدیہ دے گا۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اتنی نمازوں اور روزوں کے بدلے مرحوم کی طرف سے یہ فدیہ قبول فرمائے گا۔

زندگی میں ہی قبر کی جگہ مخصوص کرنا اور اپنے ایصالِ ثواب کے لیے سوئم وغیرہ کرنا

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنی زندگی میں اپنی قبر کے لیے جگہ مخصوص کر لیتا ہے اور اپنا سوئم اور چہلم وغیرہ اپنی موت سے پہلے ہی کر لیتا ہے۔ تو آیا یہ سب چیزیں درست ہیں ؟ کیا وہ شریعت کی رو سے ایسا کر سکتا ہے ؟ اور یہ سب کام کرنے کے بعد وہ کہیں جنازہ وغیرہ میں یا کسی دنیاوی کام کے لیے جا سکتا ہے یا نہیں ؟ تفصیل سے آگاہ فرمائیں !

الجواب:-

قبرستان عام طور پر وقف ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی جگہ اپنی زندگی میں مخصوص نہیں کر سکتا اور اپنے گھر میں دفن کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی شخص کی مملوکہ زمین ہے تو اس میں دفن ہونے کی وصیت کر سکتا ہے اور جگہ بھی معین کر سکتا ہے۔ مگر اسکا کوئی فائدہ نہیں اس لیے کہ معلوم نہیں کہ اس کی موت کہاں واقع ہو گی۔

سوئم اور چالیسویں وغیرہ میں تلاوت اور کلمہ شریف کا ورد ہوتا ہے۔ ہر شخص کو اپنی زندگی میں کلمہ شریف اور قرآن کی قراءت کثرت سے کرنا اس سے بہت زیادہ اچھا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد دوسرے لوگ کریں۔ لہٰذا ہر مسلمان کو اپنی زندگی میں یہ کام کر لینا چاہیے۔

تدفین کے موقعہ پر ورثاء کی طرف سے شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا

الاستفتاء:-

مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں:

(۱) ہمارے علاقے میں جب میت کو قبر میں اتارتے ہیں تو اس موقع پر قبرستان میں چھوہارے یا گڑ وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور اس کام کو اچھا اور ضروری سمجھتے ہیں۔ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا کیا حکم ہے ؟ وضاحت فرمائیے !

(۲) ای طرح قبر پر اگربتی وغیرہ جلاتے ہیں ، اس کا کیا حکم ہے ؟
(۳) میت کو قبر میں اتارنے اور سرہانے کی طرف تختے رکھنے کے بعد قبر میں گلاب کا پانی چھڑکنے کا کیا حکم ہے ؟

مندرجہ بالا سوالات کا جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی : محمد عبداللہ ، لسبیلہ ، نیا آباد ، نقشبند

الجواب:-

مسلمان میت کے لیے ایصالِ ثواب کرنا اہل سنت کا معمول ہے اور صدقات کر کے میت کو ثواب پہنچانا ، دفن سے پہلے یا دفن کے بعد گھر یا قبرستان میں ، ہر جگہ جائز ہے۔ اس کو کوئی مسلمان ضروری نہیں سمجھتا بلکہ مستحب جان کر ہی کرتا ہے۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

و السنة ان يتصدق ولى الميت له قبل مضى الليلة الاولى بشئى مما تيسر له فان لم يجد شيئاً فليصل ركعتين ثم يهد ثوابهما له قال و يستحب ان يتصدق على الميت بعد الدفن الى سبعة ايام كل يوم بشئى مما تيسر

(حاشیة الطحطاوی ، صفحہ : ۳۳۸ ، قدیمی کتب خانہ ، کراچی)

یعنی سنت یہ ہے کہ میت کا ولی میت کے لیے پہلی رات گزرنے سے پہلے کچھ صدقہ کرے جو بھی اسے میسر ہو اور اگر اس کے پاس کچھ نہ ہو تو دو رکعت نماز پڑھکر اس کا ثواب میت کو بخشدے۔ (صاحب شرعۃ الاسلام) فرماتے ہیں: مستحب یہ ہے کہ دفن کے بعد سات دن تک جو بھی میسر ہو میت کے لیے صدقہ کرتا رہے۔

لہذا چھوہارے اور گڑ صدقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) اور (۳) میت پر خوشبو چھڑکنا سنت ہے بلکہ غسل کے وقت ہی سے، جہاں غسل دیا جائے وہاں میت کو خوشبو کے لیے دھونی دینا ، کفن کو دھونی دینا یا میت کے کفن پر خوشبو ڈالنا مستحب ہے۔ لہذا گلاب کا پانی چھڑکنا بھی مستحب ہے۔ اگربتی جلانا بھی خوشبو کے لیے ہے لیکن اگربتی قبر پر گاڑ کر نہ جلائی جائے بلکہ قبر کے قریب کسی جگہ گاڑ دینا چاہیے۔ قبر کے اوپر اچھا نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

غم کے موقع پر دعوت اور اس میں شرکت

الاستفتاء:-

محترم جناب قبلہ مفتی صاحب !

دار العلوم امجدیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل صورتوں کے بارے میں کہ:

کیا غم کے موقع پر کھانے کی دعوت کرنا شرعاً جائز ہے؟

کیا ایسی دعوت سے میت کو کوئی فائدہ پہنچے گا؟

کیا دعوت کرنے والے اور اس میں شرکت کرنے والے معصیت کے مرتکب ہوں گے؟

کھانے کی دعوت شرعاً کس موقع پر جائز ہے؟

احقر: میاں محمد صدیق مغل قادری رضوی، دہلی کالونی، کراچی

الجواب:-

سوال میں مذکور ابتدائی تینوں صورتیں ناجائز ہیں۔ غم کے موقع پر دعوت کرنا سخت قبیح و ناجائز ہے۔ سنن ابن ماجہ میں حدیث ہے:

کنا نری الاجتماع الی اہل المیت وصنعۃ الطعام من النیاحۃ

(ابن ماجہ، صفحہ: ١١٦، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ہم (صحابہ کرام) میت والوں کے گھر جمع ہونے اور کھانا تیار کرنے کو نیاحت شمار کرتے تھے۔

"نیاحت" میت پر نوحہ کرنے والوں کو کہتے ہیں اور یہ حرام ہے اور کثرت سے احادیث میں اس کی حرمت آئی ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اہل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ

(جلد دوم، صفحہ: ١٠٢، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت کرنا مکروہ (تحریمی) ہے کہ شریعت نے ضیافت، خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں۔ اور یہ بری بدعت ہے۔

یہی مضمون مراقی الفلاح، خلاصۃ الفتاوی، فتاوی سراجیہ، فتاوی ظہیریہ، فتاوی قاضی خان، درمختار اور شامی وغیرہ میں بھی ہے۔ اس طرح پتہ یہ چلا کہ فقہ کی بکثرت کتابوں میں اس کھانے کو سخت ممنوع اور بدعت قبیحہ بتایا گیا ہے۔ لہٰذا اس کو بند کرنا چاہیے۔ ہاں میت کے ایصالِ ثواب کے لیے اگر غرباء کو کھانا تقسیم کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ وہ اہل خانہ کی مرضی پر ہے۔ جب انہیں اطمینان وسکون ہو اس کھانے کا انتظام کریں۔

ایسی دعوتیں کرنے والے یا انتظام کرنے والے بھی گناہ گار ہیں اور ایسی دعوتوں میں شرکت کرنے والے بھی شریک گناہ ہیں۔ میت کو اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ اور اگر میت کے وارثوں میں کوئی نابالغ بھی ہے اور ترکہ کے مال سے ایسی دعوتوں کا انتظام کیا گیا تو وہ سخت حرام ہے اور جو ان دعوتوں کا انتظام کرنے والے ہیں وہ

یتیم کا مال کھانے پر جو وعیدیں قرآن و حدیث میں آئی ہیں ان سب وعیدوں کی زد میں آتے ہیں۔

میت کے گھر کھانا پکانے اور کھانے سے متعلق متفرق مسائل

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان دین متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) میت کو دفنانے کے بعد گھر آنے پر میت کے گھر والوں کی طرف سے تمام افراد کو، خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا غیر، کھانا کھلانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کیا میت کے رشتہ دار، عزیز و اقارب یا پڑوسی وغیرہ میت والے گھر کھانا بھجوا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) میت والے گھر پر کتنے دن تک چولہا بند رہے گا۔ کیا وہ خود پکوا کر کھا اور کھلا سکتے ہیں؟

(۴) اگر رشتہ دار اپنی جیب سے خرچ کر کے کھانا کھلا دیں اور سوئم سے فارغ ہونے کے بعد میت کے گھر والے خرچ شدہ رقم اپنے رشتہ داروں کو دینا چاہیں تو کیا وہ ان سے خرچ شدہ رقم لے سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ کہا جاتا ہے کہ میت کے گھر سے تین دن کھانا جائز نہیں اور میت کے کفن دفن وغیرہ پر جو خرچ کیا گیا وہ وارثین میت سے لے سکتے ہیں، جبکہ میت کے وارث مال دار ہیں۔

(۵) شریعت میں میت کا سوگ 3 دن ہے۔ تو کیا سوئم دوسرے دن بھی رکھا جا سکتا ہے؟ اگر سوئم دوسرے دن ہو گیا تو کیا میت کے گھر والے تیسرے دن کام کاج پر جا سکتے ہیں؟

(۶) ہماری قوم میں سوئم، چاہے دوسرے دن ہو یا تیسرے دن، کے بعد پہلی جمعرات کو دسواں اور دوسری جمعرات کو بیسواں ہوتا ہے۔ تو ان دونوں کی شرعی حیثیت کیا ہے، اور کس طرح کرنا چاہیے، شرعی طریقہ کار کیا ہے، کیا صحابہ کرام، تابعین یا تبع تابعین نے ایسا کیا ہے؟

(۷) شریعت میں چہلم کی کیا حیثیت ہے، اسے کس طرح ادا کرنا چاہیے، اور چہلم کہاں سے شروع ہوا؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام نے کسی کا چہلم کیا ہے یا نہیں؟

(۸) ہماری قوم میں چہلم کرنے کا طریقہ کار مندرجہ ذیل ہے، آیا یہ طریقہ درست ہے یا غلط؟

(i) چہلم کے روز میت کے گھر والوں کی طرف سے پوری برادری کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ کسی کے ہاں ایک دن اور کسی کے ہاں دو دن۔ جسکا کل خرچہ کسی کا تقریباً 60,000 کسی کا 100,000 اور کسی کا 200,000 تک بھی ہو جاتا ہے۔ جو کہ یتیم بچوں کو بھی برادری کے رسم و رواج کے مطابق کرنا پڑتا ہے۔

(ii) میت والے گھر میں پوری برادری والے دس پیسے یا ۲۵ پیسے فی خاندان کے حساب سے جمع کرتے ہیں جو کہ بعد میں غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیے جاتے ہیں۔

(iii) وفات کے دن سے لے کر چالیسویں تک جو حافظ صاحب قرآن پڑھنے آتے ہیں تو چالیسویں کے روز

میت کے قریبی رشتہ دار اور میت کے گھر والے ۵۔۵ روپے یا جو بھی ہو جمع کر کے اور دو جوڑے کپڑوں کے ، حافظ صاحب کو سرعام اسی محفل میں دیتے ہیں۔

(iv) چالیسویں کے کھانے کے بعد برادری کے لوگ بیٹھتے ہیں۔ اس میں میت کے وارثین کو ان کے قریبی رشتہ دار ، جنہوں نے میت والے گھر میں اپنی بیٹی یا بہن نکاح میں دی ہوئی ہے ، اپنے داماد ، لڑکی اور ساس وغیرہ کو جوڑے یا پیسے دیتے ہیں۔

(v) میت کے پس ماندگان میں سب سے بڑے لڑکے کی دستار بندی چالیسویں کے دن کی جاتی ہے ، کیا یہ جائز ہے؟ آیا یہ رشتہ داروں کی طرف سے ہونی چاہیے یا گھر والوں کی طرف سے؟

(vi) ہماری برادری میں سوگ کے دنوں میں گوشت نہیں پکایا جاتا اور سوگ بھی بیسویں کے بعد گوشت پکا کر توڑا جاتا ہے۔ اور گوشت بھی بیسویں کے روز رشتہ دار اپنی طرف سے اس لیے لاتے ہیں کہ میت کے گھر والوں کا سوگ توڑا جائے گا۔ اگر میت کے وارثین اپنے پیسوں سے گوشت لے آئیں تو برادری میں اس کو برا سمجھا جاتا ہے۔

ازراہ کرم ہماری برادری اور دوسرے لوگوں کی اصلاح شرعی کے لیے ان مذکورہ سوالات کا نمبر وار الگ الگ ، مسلک حنفی اہل سنت کے مطابق جلد جواب عنایت فرمائیں۔ کسی سوال کا جواب بھی بغیر کسی دلیل اور حوالہ تحریری کے نہ دیں۔ کیونکہ یہاں یہ مسائل زیر غور ہیں۔

نوٹ :- جوابات جلدی ارسال کریں۔ کیونکہ دن رات اسی پر بحث ہو رہی ہے۔ پہلی فرصت میں جواب ارسال فرمائیں کیونکہ اگلے مہینہ میں چالیسویں پر یہ فتوے پیش ہونے ہیں۔ شرعی فتویٰ سے سرفراز فرمائیں! بینوا و توجروا

المستفتی : سجاد الحسن عفی عنہ

الجواب:-

(۱) اہل میت کی طرف سے کھانے کا یہ انتظام ناجائز اور سخت گناہ ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ :

> کنا نری الاجتماع الی اہل المیت وصنعة الطعام من النیاحة
>
> (ابن ماجہ ، صفحہ : ۱۱۶ ، قدیمی کتب خانہ ، کراچی)

ہم (صحابہ کرام) میت والوں کے گھر جمع ہونے اور کھانا تیار کرنے کو نیاحت شمار کرتے تھے۔

نیاحت کی حرمت میں کئی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ فقہ حنفی میں بھی اس مسئلے پر سیر حاصل بحثیں ملتی ہیں۔ فتح القدیر میں ہے :

> یکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اہل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور و ہی بدعة مستقبحة (جلد دوم ، صفحہ : ۱۰۲ ، مکتبہ رشیدیہ ، کوئٹہ)

اھل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت مکروہ (تحریمی) ہے کہ شریعت نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں۔ اور یہ بری بدعت ہے۔

تفصیل کے لیے رجوع کیجیے: خلاصۃ الفتاوی، فتاوی سراجیہ، فتاوی تاتار خانیہ، فتاوی ہندیہ، فتاوی قاضی خان، تبیین الحقائق، بحر الرائق، بزازیہ اور شامی وغیرہ۔ یہ حکم تو اس صورت میں ہے جب تمام وارث بالغ ہوں اور سب اپنی خوشی سے یہ انتظام کر رہے ہوں۔ اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ بھی ہے تو کھانے کا یہ انتظام سخت حرام ہے اور قرآن کریم کی اس وعید میں داخل ہے:

ان الذین یأکلون اموال الیتمٰی ظلماً انما یأکلون فی بطونھم ناراً

(سورۃ (۴) النساء، آیت: ۱۰)

وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں۔

اگر غریبوں اور محتاجوں کے لیے کھانا پکوائیں اور تمام ورثاء عاقل و بالغ ہوں اور وہ اپنے مال سے کریں یا ترکہ سے تو اچھا ہے۔ خانیہ، بزازیہ، تاتار خانیہ اور ہندیہ میں یہی مضمون ہے، بزازیہ کے الفاظ یہ ہیں:

ان اتخذ طعاماً للفقراء کان حسناً ولو فی الترکۃ صغیر لا یتخذ منھا

(فتاوی بزازیہ بر حاشیہ عالمگیری، جلد: ٦، صفحہ: ۳۷۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

اگر غریبوں و محتاجوں کے لیے کھانا تیار کیا جائے تو اچھا ہے اور اگر ورثاء میں کوئی نابالغ ہے تو پھر ترکہ میں سے کچھ نہیں لیا جائے گا۔

(۲) صرف پہلے دن میت کے عزیز و اقارب اور پڑوسیوں کے لیے مسنون ہے کہ اہل میت کے لیے اتنا پکوا کر بھیجیں جسے پس ماندگان دو وقت کھا سکیں اور انھیں اصرار کر کے کھلائیں۔ مگر یہ کھانا صرف پس ماندگان ہی کے لیے سنت ہے۔ دوسرے لوگ جو جمع ہو جائیں ان کے لیے نہیں۔ عالمگیری میں ہے:

حمل الطعام الی صاحب المصیبۃ والاکل معھم فی الیوم الاول جائز لشغلھم بالجھاز و بعدہ یکرہ

(جلد (۵)، صفحہ: ۳۴۴، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی اہل میت کے یہاں کھانا لے جانا اور ان کے ساتھ کھانا، ان کے میت کی تجہیز میں مشغول ہونے کی وجہ سے، پہلے دن جائز ہے اور اس کے بعد مکروہ ہے۔

(۳) ایک دن کے بعد میت کے اہل خانہ اپنے گھر والوں کے لیے بھی کھانا پکائیں اور میت کے ایصالِ ثواب کے لیے کھانا پکا کر غرباء کو بھی کھلا سکتے ہیں۔

(۴) ایک دن کھانا بھیجنے کا حکم تو اوپر بتا دیا گیا ہے۔ اسکے بعد اگر اہل قرابت میں سے کوئی شخص اہل میت کی اجازت کے بغیر کچھ خرچ کرتا ہے تو یہ شرعاً اس کو واپس نہیں لے سکتا۔ اسی طرح تجہیز و تکفین میں اگر

ان کی اجازت سے خرچ کیا ہے تو واپس لے سکتا ہے ورنہ نہیں۔

(۵) سوگ کی زیادہ سے زیادہ مدت 3 دن ہے۔ اسکا یہ مقصد نہیں ہے کہ تین دن تک ہر کوئی سوگ منائے۔ پہلے دن کے بعد لوگ اپنا کام کاج کرنے کے لیے جا سکتے ہیں اور ایصالِ ثواب تو پہلے دن بھی کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا سوئم دوسرے یا تیسرے دن جب چاہیں کریں۔

(۶) اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق ایصالِ ثواب جائز ہے جس دن چاہیں کریں۔ دس یا بیس دن کی کوئی قید نہیں ہے۔ لوگوں نے اپنی سہولت کے لیے سوئم، دسویں، بیسویں اور چالیسویں کے لیے دن اس لیے مقرر کیے کہ بلانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، لوگ خود ہی ان دنوں میں قرآن خوانی اور فاتحہ میں شریک ہو جائیں گے۔

(۷) اسکا جواب وہی ہے جو سوال نمبر۶ کا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمہ کی کتاب "جاء الحق" کا مطالعہ فرمائیں۔

(۸) (i) یہ رسم بالکل ناجائز ہے اور اگر وارث نابالغ ہوں تو سخت حرام ہے۔

(ii) غرباء اور مساکین کو میت کے ایصالِ ثواب کے لیے جو دینا چاہے وہ خود دے دے۔ اہل میت کو دینے کی ضرورت نہیں۔

(iii) ایصالِ ثواب کے لیے قرآن پڑھنے پر اجرت لینا حرام ہے۔ اور جس طرح طے کر کے لینا حرام ہے، اسی طرح "المعہود کالمشروط" (جو بات سب کے ذہن میں ہو وہ طے شدہ معاملے کا حکم رکھتی ہے) کی بناء پر بغیر طے کیے ہوئے بھی اجرت لینا اور دینا، ناجائز ہے۔

(iv) یہ سب ناجائز ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اوپر فتاویٰ سے نقل کیا کہ یہ کام خوشی کے موقع کے ہیں نہ کہ غمی کے موقع کے۔

(v) اگر یہ کام گھر کی ذمہ داری سنبھالنے کے لیے بڑے بیٹے کو مقرر کرنے کی غرض سے ہے اور اس میں اہلیت بھی ہے تو ایسا کرنا جائز ہے اور اگر اس میں اہلیت نہیں ہے تو اچھا نہیں ہے۔ جس میں اہلیت ہے اس کی دستار بندی کر دی جائے۔

(vi) یہ رسم ناجائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

عن ام عطية قالت كنا نُنهٰى ان نُحد على ميت فوق ثلاث الا على زوج اربعة اشهر و عشرا

(بخاری، جلد اول، صفحہ: ۳۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: ہمیں میت پر تین دن سے زیادہ سوگ سے منع کیا گیا ہے۔ مگر شوہر کے انتقال پر چار ماہ دس دن سوگ (یعنی عدت) ہے۔

زندہ شخص کی طرف سے عمرہ کرنا

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علماء دینِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زندہ آدمی کی طرف عمرہ ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ دو افراد کے درمیان بحث ہوئی ، ایک کا کہنا ہے کہ زندہ آدمی کی طرف سے عمرہ نہیں ہو سکتا ، جبکہ دوسرے کا کہنا ہے کہ زندہ آدمی کی طرف سے عمرہ ہو سکتا ہے ۔

لہٰذا آپ سے دست بستہ عرض ہے کہ اس مسئلہ کو حل فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں ۔ عین نوازش ہوگی ۔

الجواب:-

ایصالِ ثواب زندہ اور مردہ دونوں کے لیے کرنا جائز ہے ۔ در مختار میں ہے :

الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ما لہ جعل ثوابها لغیرہ

یعنی قاعدہ یہ ہے کہ جس شخص نے کوئی عبادت کی وہ اپنی عبادت کا ثواب دوسرے کو بخش سکتا ہے ۔

" لغیرہ " پر علامہ شامی نے لکھا :

ای من الاحیاء والاموات

یعنی وہ غیر جس کے لیے ایصالِ ثواب کرنا چاہتا ہے زندوں میں سے ہو یا مردوں میں سے ۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں زندہ شخص کے لیے بھی عمرہ کرنا جائز ہے ۔ اسی طرح خواہ وہ عبادت مالی ہو یا بدنی ، ہر ایک کا ایصالِ ثواب کر سکتا ہے ۔ جیسا کہ علامہ شامی نے "بعبادۃ ما" پر لکھا ہے :

ای سواء کانت صلاۃ او صوماً او صدقۃ او قراءۃ اور ذکراً او طوافاً او حجا او عمرۃ او غیر ذلک من زیارۃ قبور الانبیاء علیهم الصلاۃ والسلام و الشهداء والاولیاء و الصالحین و تکفین الموتی و جمیع انواع البر

(شامی ، جلد دوم ، صفحہ : ۲۵٦ ، مکتبہ رشیدیہ ، کوئٹہ)

یعنی وہ عبادت خواہ نماز ہو یا روزہ ، صدقہ و تلاوتِ قرآن پاک ہو یا ذکرِ الٰہی ، طواف و حج ہو یا عمرہ ، اسکے علاوہ انبیاء علیهم الصلاۃ والسلام ، شہداء ، اولیاء اور صالحین کی قبروں کی زیارت اور مُردوں کی تکفین اور دیگر تمام قسم کی نیکیوں کا ثواب ، پہنچایا جا سکتا ہے ۔

فدیہ ، اسقاط اور حیلہ کے مسائل

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل میں کہ : بعض علاقوں میں نماز جنازہ پڑھنے کے

بعد میت کی چارپائی جنازہ گاہ میں ہی رکھی رہتی ہے اور لوگ ایک دائرے کی شکل میں بیٹھ جاتے ہیں اور قرآن مجید لایا جاتا ہے جو ایک کپڑے میں لپٹا ہوا ہوتا ہے اسکے ساتھ اسقاط کی رقم اور کچھ چھوہارے یا گڑ وغیرہ بھی لایا جاتا ہے۔ تین دفعہ ان سب چیزوں کو دائرے میں موجود لوگوں کے درمیان چکر دیا جاتا ہے۔ پھر وہ رقم اور چھوہارے وغیرہ تقسیم کر دیے جاتے ہیں۔ لیکن بعض لوگ جھگڑا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسقاط اور دورانِ قرآن بدعت ہے۔ دونوں جانب سے لوگ لڑائی جھگڑے اور قتل و قتال تک پہنچ جاتے ہیں۔

براہ کرم مستند کتب کے حوالہ جات کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں، تاکہ فریقین کے لیے مسئلہ واضح ہو جائے۔

المستفتی: جمیل احمد ہزاروی، P.E.C.H.S. کراچی

الجواب:-

مرنے والا اپنے ذمے جو نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ باقی چھوڑ کر مرا، اور مرتے وقت وصیت کر گیا کہ میرے ترکہ میں سے ان عبادات کا فدیہ ادا کر دیا جائے تو اس وصیت پر عمل واجب ہو جاتا ہے۔ اور وصیت کے مطابق اس پر عمل کیا جائے گا۔ اگر مرحوم نے وصیت نہ کی ہو اور اس کے بالغ ورثاء اپنی جانب سے فدیہ ادا کرنا چاہیں تو یہ بھی جائز ہے اور اگر اس کا ترکہ اتنا نہیں ہے جس سے فدیہ ادا کیا جا سکے یا ورثاء حاجت مند ہیں اور وہ فدیہ ادا کرنا چاہتے ہیں تو وہ ایسا کریں کہ دس یا پانچ نمازوں کا حساب کر کے گندم یا اس کی قیمت لے لیں اور کسی غریب کو دے دیں، وہ غریب شخص پھر ان کو واپس دے دے یا کسی دوسرے غریب کو اس نیت سے دے دے کہ مرنے والے کی طرف سے میں فدیہ دے رہا ہوں یا کسی کو ہبہ کر دے۔ پھر وہ واپس ولی کو دے دے، ولی پھر بہ نیت فدیہ کسی غریب کو دے دے تو اس طرح جتنی مرتبہ لینا دینا ہوگا، حساب کرتے رہیں گے اور یوں ہی عمر بھر کی قضا نمازوں کا فدیہ ادا کریں گے، اسی طرح روزے کا بھی۔ فدیہ ادا کرنے کو "اسقاط" کہتے ہیں۔ اسقاط کے معنی ہیں: میت کے ذمہ جو فرائض باقی تھے ان کو اس کے ذمے سے ساقط کر دینا۔ جبکہ تھوڑے سے مال کے ذریعے مذکورہ بالا طریقے پر فدیہ ادا کرنا "حیلہ اسقاط" کہلاتا ہے اور اس کا جواز ہماری فقہ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے:

وان لم یوص وتبرع عنہ ولیہ جاز ولا یصح ان یصوم ولا ان یصلی عنہ وان لم یف ما اوصٰی بہ عما علیہ یدفع ذلک المقدار للفقیر فیسقط عن المیت بقدرہ ثم یھبہ الفقیر للولی و یقبضہ ثم یدفعہ للفقیر فیسقط بقدرہ ثم یھبہ الفقیر للولی و یقبضہ ثم یدفعہ الولی للفقیر وھکذا حتٰی یسقط ماکان علی المیت من صلٰوۃ و صیام

(نور الایضاح، باب صلٰوۃ المریض، فصلٌ فی اسقاط الصلٰوۃ والصوم)

اور اگر (متوفی) نے وصیت نہیں کی اور ورثاء نے اس کی طرف سے (فدیہ) ادا کر دیا تو یہ جائز ہے۔ البتہ

میت کی طرف سے روزے رکھنا اور نماز پڑھنا صحیح نہیں۔ اور اگر ورثا میں وصیت پوری کرنے کی ہمت نہیں تو انہیں چاہیے کہ حساب کر کے معینہ مقدار کسی فقیر کو دیں، پس میت کی طرف سے معین مقدار کے برابر (فرض) ساقط ہو جائے گا۔ پھر فقیر ولی کو لوٹا دے اور ولی قبضہ کر لے۔ پھر وہ فقیر کو دے گا تو معینہ مقدار کے مساوی مزید فرض ساقط ہو جائے گا۔ پھر فقیر ولی کو ھبہ کر دے گا اور وہ اس پر قبضہ کر لے گا اور پھر ولی فقیر کو دے گا۔ اس طرح کرتے رہیں یہاں تک کہ میت کی طرف سے نمازیں اور روزے ساقط ہو جائیں۔

اسی مضمون کی عبارتیں عالمگیری، شامی اور بحرالرائق وغیرہ میں بھی ہیں۔ اس مقصد کے لیے لوگوں کو دائرہ میں بٹھائیں یا نہ بٹھائیں، برابر ہے۔ مگر لوگوں نے دائرہ بنانا شروع کیا تو اس کا نام دائرہ اسقاط ہو گیا۔ فدیہ میں گندم بھی دے سکتے ہیں اور اس کی قیمت بھی، اتنی قیمت کا کپڑا یا کوئی اور چیز بھی دے سکتے ہیں اور قرآن مجید بھی دے سکتے ہیں۔ مگر قرآن مجید جتنے ہدیہ میں خریدا گیا ہے وہی اس کی قیمت ہے، اتنی ہی قیمت حساب کر کے فدیہ میں دیا جا سکتا ہے۔ اگر اس سے زیادہ قیمت لگا کر فدیہ میں دیں گے تو اس زیادتی کو فدیہ میں شمار نہیں کیا جائے گا اور اگر قرآن پاک فدیہ میں دینے کا ارادہ نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ جو رقم رکھی ہے وہی فدیہ میں دی جا رہی ہے اور قرآن مجید کو برکت کے لیے ساتھ رکھ دیا گیا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ اس دائرہ اسقاط میں صرف وہی لوگ بیٹھیں گے جو زکوٰۃ لینے کے اہل ہوں گے مالدار اور سید اس میں نہیں بیٹھ سکتے۔

الاستفتاء:-

نماز یا روزوں کا فدیہ کس قسم کے لوگوں کو دیا جا سکتا ہے؟

کیا اس میں زکوٰۃ کی طرح کچھ حدود و قیود ہیں؟

کیا بہت سی نمازوں یا روزوں کا فدیہ یکمشت کسی شخص یا ادارے کو دیا جا سکتا ہے یا ایک ایک نماز یا روزے کا فدیہ، فرداً فرداً ایک ایک آدمی کو دینا ضروری ہے۔

الجواب:-

نماز، روزے کا فدیہ انہیں لوگوں کو دیا جا سکتا ہے، جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں۔ اور بہت سی نمازوں اور روزوں کا فدیہ یکمشت کسی ایک شخص کو دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ کسی ادارے کو دیں تو اس کو مطلع کردیں کہ یہ فدیہ کی رقم ہے۔ تاکہ اسے مصارف زکوٰۃ میں صرف کیا جائے، کفارے میں کھانا کھلانے کی جگہ اگر نقد رقم دینا چاہے تو اس میں شرط یہ ہے کہ جتنے آدمیوں کو کھانا کھلانا واجب تھا، اتنے ہی آدمیوں کو رقم دی جائے یا ایک آدمی کو اتنی مرتبہ رقم دی جائے۔ یکمشت دینے سے کفارہ ادا نہیں ہو گا۔

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ دائرہ اسقاط میں مالدار بھی شامل کیے جاتے ہیں کیا مالدار کا فدیہ لینا اور اس کو

دینا جائز ہے ؟ اسقاط کن لوگوں کے لیے اور کن صورتوں میں جائز ہے ؟

سائل : عبدالرحمٰن ھزاروی ، لانڈھی ، کراچی

الجواب:-

اس دائرے میں صرف وہ لوگ بیٹھیں گے ، جو زکوٰۃ لینے کے اہل ہوں گے ۔ مالدار اور سادات اس میں شامل نہیں ہوں گے ۔

حیلہ صرف ان لوگوں کے لیے کیا جائے گا جن کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے تمام نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا کیا جا سکے ۔ اگر اس کے پاس اتنا مال ہے تو اپنے مال سے فدیہ ادا کرے گا ۔

ایصالِ ثواب کے لیے جانور مختص کرنے کا حکم

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ " جانور پر کسی غیر خدا کا نام لیا جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے ۔ اگرچہ ذبح کے وقت " اللہ اکبر " کہہ کر ذبح کیا جائے ۔ لیکن نیت میں غیر خدا کا نام ہے یعنی غوث پاک یا کسی اور بزرگ کی طرف منسوب ہے تو وہ جانور حرام ہے اور اس کا کھانا بھی حرام ہے ۔ " تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں ۔

سائل : محمد جعفر شیخ

الجواب:-

قرآن کریم میں ہے :

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ

(سورۃ (۵) ، المائدۃ ، آیت : ۳)

اور جو جانور غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے وہ حرام ہے ۔

اس آیت کی تفسیر میں تمام مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ اس سے مراد بوقتِ ذبح غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کرنا ہے ۔ کفار اپنے بتوں کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے اس کی ممانعت کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ۔ مسلمان جو جانور اولیاء کرام کے ایصالِ ثواب کے لیے پالتے ہیں اور ذبح کرتے وقت صرف اللہ تعالیٰ کا نام لے کر یعنی " بسم اللہ اللہ اکبر " پڑھ کر ذبح کرتے ہیں ، ان کا مقصد یہ ہے کہ ذبح تو اللہ کے نام پر کریں گے اور اس جانور کے گوشت پر بزرگانِ دین کی فاتحہ کر کے مسلمانوں کو کھلائیں گے ، یہ جائز ہے ۔ اس کو حرام کہنے والے وہی لوگ ہیں جو فاتحہ اور عرس کو ناجائز کہنے کے لیے بہانے تلاش کرتے ہیں ۔ اگر وقتِ ذبح کے علاوہ جانور پر غیر اللہ

کا نام لینے سے جانور حرام ہو جاتا ہے تو " میری بکری " کہنے سے بھی یہ بکری حرام ہوجانی چاہیے اور اگر مقصد یہ ہے کہ بہ نیت ایصالِ ثواب جانور حرام ہو جاتا ہے تو گوشت فروخت کرنے والے نفع کمانے کی غرض سے جتنے جانور ذبح کرتے ہیں وہ سب حرام ہونے چاہئیں ۔ تفسیرات احمدیہ میں ہے :

ان البقرة المنذورة للاولیاء کما ھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لم یذکر اسم غیر اللہ علیھا وقت الذبح وان کانو ینذرونہا

(صفحہ : ۴۵ ، مطبوعہ : مکتبہ حقانیہ ، پشاور)

بے شک وہ گائے جو اولیاء کرام کے ایصالِ ثواب کے لیے نذر مانی گئی ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے ، حلال اور طیب ہے ۔ کیونکہ اس پر ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام نہیں لیا گیا ہے ۔

واللہ تعالیٰ اعلم

بزرگوں کے ایصالِ ثواب کے لیے نیاز کی شرعی حیثیت

الاستفتاء :-

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ شرع مسائل ذیل میں کہ :

(۱) شریعت میں بزرگانِ دین کا عرس کرنا کیسا ہے ؟

(۲) قرآن پاک کا ثواب بزرگوں کو بخشنا شرعی لحاظ سے کیسا ہے ؟

جواب دے کر مشکور فرمائیں ۔

سائل : شیر ملک ، کراچی

الجواب :-

(۱) کسی بزرگ کے انتقال کے دن اس کے مزار پر جمع ہو کر قرآن خوانی یا مجلسِ وعظ منعقد کرنا یا ایصالِ ثواب کے لیے لنگر تقسیم کرنا ، "عرس " کہلاتا ہے ۔ احادیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہداء احد کے مزار پر :

علی رأس کل حول

(شامی ، جلد اول ، صفحہ : ٦٦٥ ، مکتبہ رشیدیہ ، کوئٹہ)

یعنی ہر سال کے شروع میں تشریف ۔' جایا کرتے تھے ۔

یہی عرس کی حقیقت ہے اور تمام دنیا کے سلف صالحین اور مسلمانوں کا صدیوں سے یہی معمول رہا ہے ۔

لہذا یہ جائز ہے۔ اب اگر اس میں لوگوں نے جہالت کے باعث ناجائز باتیں مثلاً قوالی، گانا بجانا اور عورتوں کا جانا وغیرہ شامل کر لیا ہے تو اس کو روکا جائے گا مگر اس کی وجہ سے عرس ممنوع نہیں ہو جائے گا۔ علامہ شامی نے اپنے فتاوی میں اس کی تصریح کی ہے کہ:

منکرات کی وجہ سے زیارتِ قبور سے منع نہیں کیا جائے گا۔

(جلد اول، صفحہ: ٦٦٥، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

جو لوگ مزارات پر نہیں پہنچ سکتے اور اپنے گھروں پر ہی بزرگانِ دین کے ایصالِ ثواب کے لیے ایسی مجالس منعقد کرتے ہیں، یہ بھی جائز ہے۔ اس لیے کہ ایصالِ ثواب کے لیے نہ کوئی وقت شرط ہے نہ کوئی جگہ۔ ہر جگہ ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے۔

(۲) ایصالِ ثواب کرنا حدیثوں سے ثابت ہے۔ سوائے معتزلہ کے تمام امت کا اس پر اتفاق ہے۔ لہذا ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینے کا حکم

الاستفتاء:-

علماء دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔ ہم سے سوال کیا گیا کہ شیرینی یا کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ کیوں کرتے ہیں؟ آج کل (B.A , M.A) کے مسلمان طلبہ یہ کہتے ہیں کہ نیاز فاتحہ کا کھانا نہیں کھانا چاہیے، یہ غیر اللہ کا کھانا ہے۔ برائے مہربانی اس مسئلہ کا شرعی حل بتائیں۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو!

سائل: خاکسار ایس شاہ زمان ہاشمی، سکھر

الجواب:-

کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر قرآن مجید میں سے کچھ سورتیں پڑھی جائیں اور اس کے بعد ایصالِ ثواب اور دعا کی جائے، یہ اہلسنت کے نزدیک جائز ہے۔ بخاری و مسلم میں ایک طویل حدیث ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم کے گھر تشریف لے گئے تو انہوں نے روٹی توڑ کر اس پر گھی ڈال کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔ آگے مسلم کے الفاظ یہ ہیں:

ثم قال فیہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ماشاء اللّٰہ ان یقول

(مسلم شریف، جلد دوم، صفحہ: ۱۷۹، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی اس کھانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دعائیہ کلمات کہے، اور جو اللہ نے چاہا وہ پڑھتے رہے۔

اسی صفحہ پر دوسری حدیث ہے جس میں الفاظ ہیں:

و دعا فیہا بالبرکۃ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کھانے پر برکت کے لیے دعا فرمائی۔

یہی فاتحہ ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر کچھ پڑھا جائے اور دعا کی جائے۔ اسی لیے زمانۂ دراز سے اہل سنت میں فاتحہ دینا مروج ہے۔ جو لوگ فاتحہ کے کھانے کو غیر اللہ کا بتا کر حرام بتاتے ہیں اور قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ:

وما اہل بہ لغیر اللّٰہ

(سورۃ (۵) المائدۃ، آیت: ۳)

اور جو جانور غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا وہ حرام ہے۔

پڑھ کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں وہ جاہل ہیں۔ قرآن مجید کی آیت کریمہ کا مطلب تفاسیر میں یہ لکھا ہے کہ ذبح کے وقت اللہ کے نام کی جگہ کسی دوسرے کا نام لے کر جانور ذبح کیا جائے تو حرام ہو جاتا ہے۔ کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں کرتا بلکہ ہر مسلمان اللہ کا نام لے کر یعنی "بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر" پڑھ کر ذبح کرتا ہے اور غرباء کو کھلا کر اس کا ثواب بزرگان دین اور اپنے آباء و اجداد کو بخشتا ہے، اُس کا اِس آیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر کے استاد ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ، جن کی کتاب "نورالانوار" اصولِ فقہ میں اہم ترین کتاب ہے اور تمام دینی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے، اپنی تفسیر "تفسیرات احمدیہ" میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اما البقرۃ المنذورۃ للاولیاء کما ہوالرسم فی زماننا حلال طیب

(صفحہ: ۴۵، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

وہ گائے جو اولیاء کرام کے ایصالِ ثواب کے لیے نذر کی گئی جیسا کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے، (ذبح کے بعد) حلال و طیب ہے۔

اور اگر وقتِ ذبح کے علاوہ کسی دوسرے کا نام لینے سے چیز حرام ہو جائے تو جو یہ کہے کہ "یہ بکری میری ہے"، "یہ قربانی میرے نام کی ہے"، "یہ کھانا میری والدہ کے لیے ہے"، "یہ بیوی میری ہے"۔ پھر یہ سب چیزیں بھی حرام ہو جائیں گی۔ (مزید تفصیل کے لیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا رسالہ "الحجۃ الفاتحہ" بھی ملاحظہ فرمائیں۔)

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر جو فاتحہ دی جاتی ہے ، اسکی شرعی حیثیت کیا ہے ؟ کیا قرآن وحدیث سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے ؟ مہربانی فرما کر مدلل جواب عنایت فرمائیں ۔

فقط : جمال الدین ، کورنگی ، کراچی

الجواب:-

کھانا سامنے رکھ کر قرآن پڑھنا اور دعا کرنا حدیث سے ثابت ہے ، مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھانا رکھا تھا :

ثم قال فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماشاء اللہ ان یقول

(مسلم شریف ، جلد دوم ، صفحہ : ۱۷۹ ، قدیمی کتب خانہ ، کراچی)

یعنی اس کھانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دعائیہ کلمات کہے ، اور جو اللہ نے چاہا وہ پڑھتے رہے ۔

اور اسی صفحہ پر دوسری حدیث میں " دعا " کا لفظ بھی ہے یعنی اور دعا فرمائی ۔ فاتحہ میں یہی دونوں کام مسلمان کرتے ہیں ۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کونڈوں کی شرعی حیثیت

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ میں کہ عوام میں حضرت جعفر صادق علیہ الرحمۃ کے " کونڈے " مروج ہیں ، ان کی شرعی طور پر کیا حیثیت ہے ؟

کونڈوں کی فاتحہ سے پہلے لکڑھارے کی کہانی پڑھنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ اس فاتحہ کی کوئی چیز گھر سے باہر نہ جائے ، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟

قرآن وسنت کی روشنی میں مفصل جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں ۔

سائل : محمد ندیم اقبال سعیدی

الجواب:-

اہلسنت کے نزدیک جیسے ہر فاتحہ جائز ہے اسی طرح کونڈوں کی فاتحہ بھی جائز ہے۔ لکڑہارے کی کہانی منگھڑت ہے۔ کھانے کی ہر چیز کے متعلق ادب سکھایا گیا ہے۔ حدیث میں فرمایا ہے: "دسترخوان پر جو گر جائے اسے اٹھا کر کھالو" فاتحہ کے کھانے پر قرآن پڑھا جاتا ہے اس لیے مسلمان اس کا زیادہ ادب کرتے ہیں اسی وجہ سے لوگوں نے یہ شرط لگائی کہ وہیں بیٹھ کر کھالیں، باہر نہ لے جائیں اس شرط کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔ وہاں بھی کھا سکتے ہیں اور باہر بھی لے جاسکتے ہیں۔

ایصالِ ثواب کا طریقہ

الاستفتاء:-

جب کسی کے گھر میں میت ہو جاتی ہے تو اس موقع پر تعزیت کے لیے آنے والوں کا قرآن کا پارہ پڑھنا کیسا ہے؟ جبکہ کچھ لوگ پارہ پڑھ کر چلے جاتے ہیں، کچھ اخیر دعا تک ٹھہرتے ہیں، دعا کرنے والا اپنی زبان سے کہتا ہے اس ختمِ قرآن کا ثواب مرنے والے کو پہنچے جبکہ خود پڑھنے والے خاموش ہوتے ہیں یا جا چکے ہوتے ہیں کیا اس طرح میت کو ثواب پہنچ جاتا ہے؟

الجواب:-

جی ہاں اس طرح میت کو ثواب پہنچ جاتا ہے۔ پڑھنے والے نے اسی نیت سے پڑھا ہے۔ دعا اگرچہ ایک شخص مانگتا ہے اور دوسرے لوگ آمین کہتے ہیں۔ ان کا "آمین" کہنا بھی دعا ہے۔

ماہ صفر کا آخری بدھ

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ماہ صفر کے "آخری بدھ" کو کارخانوں کے ملازمین مٹھائی طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز صحت یاب ہو کر غسل فرمایا تھا اور یہ عمل عرصہ دراز سے چلا آرہا ہے۔

الجواب:-

ماہ صفر کے آخری بدھ کے بارے میں لوگوں کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحت یاب ہوئے تھے اور غسلِ صحت فرمایا تھا، درست نہیں ہے۔ جبکہ صحیح یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض کے کہ جس

میں آپ نے پردہ فرمایا تھا، تدرست نہیں ہوئے۔ کچھ لوگ اس ماہ کے متعلق یہ بھی کہتے ہیں کہ اس میں بلائیں نازل ہوتی ہیں، یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ اس ماہ میں کوئی بلا نازل نہیں ہوتی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث " لا ھامۃ ولا صفر " کی شرح کرتے ہوئے "اشعۃ اللمعات" میں تحریر فرمایا ہے کہ " لوگوں کا یہ کہنا کہ صفر کے مہینے میں بلائیں نازل ہوتی ہیں یہ غلط ہے "۔

ماہ صفر کا حلوہ اور بلاؤں کا اترنا

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا صفر کا مہینہ " منحوس " ہے؟

کیا ماہ صفر کے ابتدائی حصہ میں یعنی پہلی تاریخ سے لیکر تیرہویں تاریخ تک سفر، شادی اور نکاح وغیرہ منع ہے۔ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

تیرہویں تاریخ کو چُوری یا حلوہ وغیرہ پکانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا اس مہینے میں بلاؤں اور مصائب کا کثرت سے نزول ہوتا ہے؟ عوام میں یہ بہت مشہور ہے۔ وضاحت فرمائیں!

سائل: عبداللہ، محمدی کالونی، کراچی

الجواب:-

صفر کے مہینے میں کوئی نحوست نہیں ہے۔ عوام میں جو باتیں مشہور ہیں وہ غلط ہیں۔ بخاری شریف میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا ھامۃ ولا صفر

(جلد دوم، کتاب الطب، باب لا ھامۃ ولا صفر)

اس کی شرح میں شیخ محدث دہلوی "اشعۃ اللمعات" میں فرماتے ہیں:

دریں جا اقوال بسیار ست نزد بعضے مراد ماہ مشہور است کہ پس از محرم بیاید و عامہ آنرا محل نزول بلایا و حوادث و آفات وارند ایں اعتقاد نیز باطل است و اصلے ندارد

(اشعۃ اللمعات، جلد: ۳، صفحہ: ۶۲۰، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان)

یعنی اس کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں بعض لوگوں کے نزدیک صفر سے مراد وہ مہینہ ہے جو محرم کے بعد آتا ہے اور عام لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ اس مہینے میں حوادث، آفتیں اور بلائیں نازل ہوتی ہیں یہ اعتقاد باطل ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

سب جائز کام اس مہینے میں بھی جائز ہیں۔ مثلاً شادی، بیاہ وغیرہ۔ " تیرہ تیزی " کا عقیدہ بھی اسی

غلط عقیدہ پر مبنی ہے کہ اس مہینے میں بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ لہٰذا جب بنیاد ہی غلط ہے تو یہ سب مفروضے بھی لغو ہیں اور تیرہ تیزی کا مفروضہ بھی بالکل باطل ہے۔

شبِ براءت

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

شعبانِ معظم کی پندرھویں شب میں عبادت اور دن کے روزہ کی فضیلت ہے یا نہیں؟ اگر فضیلت احادیث مبارکہ سے ثابت ہے تو وہ حدیثیں لکھ کر ممنون فرمائیں۔

ایک مولوی صاحب شعبان کی پندرھویں شب کی فضیلت کو صحیح نہیں سمجھتے اور حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بھی منکر ہیں اور کہتے ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات اور سماع موتیٰ کا قائل ہے وہ مشرک اور بدعتی ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر جو درود و سلام پڑھا جاتا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سن سکتے۔ اس شخص کو کسی مسجد کا امام یا خطیب بنانا صحیح ہے یا نہیں؟

اگر کوئی شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی بزرگ کے وسیلے سے دعا مانگتا ہے، مثلاً کہتا ہے کہ اے اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پاک کی برکت سے میری مغفرت فرما یا میری تکلیف دور فرما، تو اس طرح دعا مانگنا درست ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

شکر گزار: اہل محلہ قیوم آباد، کراچی

الجواب:-

قرآن مجید میں ہے:

انا انزلنٰہ فی لیلۃ مبٰرکۃ

(سورۃ (۴۴) دخان، آیت: ۳)

بے شک ہم نے اُسے برکت والی رات میں اتارا،

اس آیت مبارکہ کے بارے میں تقریباً تمام مفسرین نے صحابہ کرام سے دو تفسیریں نقل کی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس مبارک رات سے مراد "لیلۃ القدر" ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد پندرھویں شعبان کی رات یعنی "شب براءت" ہے۔ اور ابن ماجہ میں حدیث ہے:

عن علی بن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلھا و صوموا نھارھا فان اللہ ینزل فیھا لغروب الشمس الیٰ سماء الدنیا فیقول الا من مستغفرلی

فاغفرلہ الا مسترزق فارزقہ الا مبتلی فاعافیہ الا کذا الا کذا حتیٰ یطلع الفجر

یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جب نصف شعبان کی رات ہوتی ہے تو اس رات میں قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں کے قریب ہوتی ہے غروبِ آفتاب کے وقت سے آسمان دنیا پر ۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پکارتی ہے ، ہے کوئی مغفرت چاہنے والا ؟ کہ میں اس کے گناہوں کو معاف کردوں ، ہے کوئی رزق طلب کرنے والا ؟ کہ میں اسے رزق دوں ، ہے کوئی مصیبت میں مبتلا ؟ کہ میں اسے عافیت دوں ، ہے کوئی ایسا ؟ ...... ہے کوئی ایسا ؟ ...... یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے ۔

ایک دوسری حدیث ابن ماجہ ہی میں ہے کہ :

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ شبِ براءت ، میں نے حضور صلی اللہ علیہ کو " جنت البقیع " میں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ان اللہ تعالیٰ ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب

یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں شعبان کے مہینے کی پندرہویں رات کو آسمانِ دنیا پر نازل ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ بنی کلب (عرب کا ایک معروف و مالدار قبیلہ) کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ تعداد میں مسلمانوں کی مغفرت فرما دیتا ہے ۔

اور ایک حدیث میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ان اللہ لیطلع فی لیلۃ النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقہ الا لمشرک او مشاحن

(سنن ابن ماجہ ، کتاب الصلوۃ ، باب ما جاء فی لیلۃ النصف من شعبان)

یعنی شعبان کی پندرہویں رات میں اللہ تعالیٰ اپنی خاص تجلی ظاہر فرماتا ہے اور مشرک اور خواہشات نفسانی کی پیروی میں گمراہ ہوجانے والے شخص کے علاوہ تمام مخلوق کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے ۔

جو شخص احادیث مبارکہ نیز تمام مفسرین اور محدثین کی آراء کو رد کرتا ہے اور شبِ براءت کے وجود اور اسکی فضیلت کی نفی کرتا ہے ، وہ جاہلِ محض اور گمراہ ہے ۔

آپ نے جتنی باتیں لکھی ہیں ، تمام دیوبندی یہی کہتے ہیں ۔ ہم ، صحابہ کرام کے زمانہ سے لے کر حدیث ، فقہ اور صالحین کے اقوال سے یہ باتیں ثابت کرتے ہیں ۔ حیاتِ انبیاء کے بارے میں حدیث ہے :

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق

(ابنِ ماجہ ، بحوالہ مشکوۃ المصابیح ، کتاب الصلوۃ ، باب الجمعۃ ، الفصل الثالث)

یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے ، اللہ کے انبیاء زندہ ہیں ، انھیں روزی دی جاتی ہے ۔

حدیثِ معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیائے سابقین میں سے بعض کے اپنی قبور میں نماز پڑھنے کی کیفیت کا ذکر فرمایا ہے۔

(مسلم شریف، جلد ثانی، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسیٰ، صفحہ: ۲۶۸، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

شہداء کے بارے میں قرآن کریم میں ہے کہ:

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیآء ولکن لا تشعرون ○

(سورۃ (۲) البقرۃ، آیت: ۱۵۴)

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں، انہیں مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں۔ ہاں تمہیں خبر نہیں۔

اور دوسری جگہ فرمایا:

ولا تحسبنّ الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا بل احیآء عند ربھم یرزقون ○

(سورۃ (۳) آل عمران، آیت: ۱۶۹)

اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے، ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں۔

یہ تو ہوئی انبیاء اور شہداء کی بات جو اپنی قبروں میں زندہ ہیں اب مردوں کی قوت سماعت کے بارے میں ملاحظہ فرمائیے۔ حدیث شریف میں ہے:

ان العبد اذا وضع فی قبرہ و تولّی عنہ اصحابہ انہ لیسمع قرع نعالھم

(ابو داؤد، حصہ دوم، کتاب الجنائز، باب المشی بین القبور فی النعل)

بے شک میت کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور دفنانے والے جب واپس جاتے ہیں تو ان کے جوتوں کی کھٹ کھٹ کو مردہ سنتا ہے۔

غرض ان تمام عقائد اہل سنت کا ثبوت قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ دیوبندی خود گمراہ ہیں اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے اس قسم کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے " جاء الحق " کا مطالعہ کیجیے۔

ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔ اس کے پیچھے جو نمازیں پڑھی جائیں گی۔ وہ واجب الاعادہ ہیں۔
اس طرح دعا مانگنا جائز ہے۔

مسجد یا گھر میں میت کو ایصالِ ثواب کرنا

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں کہ

میت کے ایصالِ ثواب کے لیے مسجد، گھر یا کسی اور جگہ اجتماعی طور پر قرآن خوانی کرنا، جائز ہے یا ناجائز؟

سائل: ابو عمیر، جہانگیر روڈ، کراچی

الجواب:-

صورت مسئولہ میں اجتماعی طور پر قرآن خوانی کرنا جائز ہے۔ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ختم قرآن کے موقع پر لوگوں کو مدعو کرتے تھے۔ "الاذکار امام نووی" میں ہے:

کان انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا ختم القرآن جمع اھلہ و دعا

(صفحہ: ۹۷، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت)

انس بن مالک ختم قرآن کے موقع پر لوگوں کو جمع کرتے اور دعا فرماتے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح روایت کے ساتھ منقول ہے کہ بزرگانِ دین ختم قرآن کے موقع پر مجمع کا اہتمام فرماتے تھے۔

عن مجاہد قال: کانوا یجتمعون عند ختم القرآن یقولون: تنزل الرحمۃ

(صفحہ: ۹۸، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اور حضرت مجاہد سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ لوگ ختم قرآن کے موقعہ پر جمع ہوتے تھے، وہ کہتے ہیں کہ (ایسے موقعہ پر) رحمت نازل ہوتی ہے۔

حلال

جانور کو ذبح کرنے کا طریقہ

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں کہ اگر جانور کو عقدہ سے اوپر گردن کے بالکل قریب سے ذبح کر دیا جائے تو جانور حلال ہو گا یا نہیں ؟ یا ایسا جانور جو فوق العقدہ سے ذبح کیا گیا ہے تو اس کے کھانے پر شرعاً کیا حکم ہے ؟ وضاحت فرمائیں ۔

الجواب:-

پالتو جانوروں میں ذبح اختیاری کی جگہ حلق کی ابتداء سے سینہ کی ابتداء تک پوری گردن ہے ، یعنی عقدہ کے اوپر یا نیچے کسی جگہ سے ذبح کریں ، ذبح ہو جائے گا یہ ذبیحہ حلال ہے ، چار رگیں کٹ جانا چاہیں یا کم از کم تین کٹ جائیں ، جب بھی ذبیحہ حلال ہوتا ہے ۔ درمختار اور دوسرے فتاوی میں ہے :

الاختيار ذبح بين الحلق واللبة بالفتح المنحر من الصدر

ذبح میں حلق اور سینے کی ابتدائی ہڈی کے درمیان سے ذبح کرنا مختار ہے ۔

اس پر علامہ شامی نے لکھا :

فالمعنى بين مبدا الحلق اى اصل العنق

(فتاوی شامی ، جلد پنجم ، صفحہ : ۲۰۶ ، مکتبہ رشیدیہ ، کوئٹہ)

پس مبداء حلق کا معنی گلے کی اصل ہے ۔

آسٹریلیا کی گائے کا حکم

الاستفتاء:-

میں ایک گائے کا دودھ وغیرہ استعمال میں لاتا ہوں، جو کہ آسٹریلیا کی گائے کہلاتی ہے۔ بظاہر اس کی شکل وصورت عام گائے جیسی ہی ہے، لیکن اس نسل کے کوہان (جو کہ ہماری دیسی نسل میں ہوتا ہے) بالکل نہیں ہوتا۔ بلکہ بھینس کی طرح سیدھی پشت ہوتی ہے۔ جس کی بناء پر کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ گائے، اس کا دودھ، اس کا گوشت اور اس کی قربانی ناجائز ہے، کیونکہ زیادہ دودھ دینے کے لیے گائے کو کسی حرام جانور کے ساتھ مخلوط کیا گیا ہے۔ چونکہ ہم لوگ اس کا دودھ گھر میں استعمال کر رہے ہیں اس لیے پریشانی میں مبتلا ہیں کہ کیا واقعی ہم سے کوئی غیر شرعی حرکت تو نہیں ہو رہی ہے؟

لہٰذا مہربانی فرماکر اس مسئلہ پر تفصیلی روشنی ڈالیں، تاکہ ہمیں بھی اور معترضین کو بھی صحیح مسئلے کا علم ہو سکے۔

سائل: فضل محمد

الجواب:-

جب ان گایوں کی شکل وصورت گایوں جیسی ہی ہے اور خوراک بھی گایوں جیسی کھاتی ہیں تو صرف کوہان نہ ہونے سے ان کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ صرف افواہ کا اعتبار کر کے کوئی چیز حرام نہیں ٹھہرائی جا سکتی۔ اگر کوئی شخص ثابت کر دے کہ فلاں اور فلاں جانور کو باہم ملا کر کے یہ گائے پیدا ہوتی ہے۔ تو اس میں دو صورتیں ہیں۔ اگر نر حرام جانور تھا اور مادہ حلال تو اس کا بچہ حلال ہوگا۔ اور اگر مادہ حرام جانور تھی اور نر حلال تو ان کا بچہ حرام ہوگا یعنی جانوروں میں مادہ کا اعتبار ہوتا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

ان کان الفرس نزا علی الاتان وان کان الحمار نزا علی الرمکۃ فقد قیل لا یکرہ

(جلد (۵)، کتاب الذبائح، الباب الثانی فی بیان ما یؤکل من الحیوان وما لا یؤکل)

یعنی خچر اگر اس طرح پیدا ہوا کہ نر گھوڑے کو گدھی پر چھوڑا گیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو یہ مکروہ تحریمی ہے اور اگر گدھے کو گھوڑی پر تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ مکروہ (تحریمی) نہیں ہے۔

لہٰذا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس گائے کی ماں حرام جانور تھی، تو گائے حرام ہوگی اور یہ ثابت ہو نہیں سکتا اس لیے کہ بچہ ماں کی شکل پر ہوتا ہے اگر ماں حرام ہوتی تو اس گائے کی شکل گائے جیسی نہ ہوتی۔

شارک مچھلی کا حکم

الاستفتاء:-

جناب مفتی صاحب!
السلام علیکم

میں آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں امید ہے کے آپ اس مسئلے میں میری رہنمائی فرما کر مشکور فرمائیں گے۔

جناب عالی! آج کل شہر میں فرائی مچھلی والے سرمئی مچھلی کے نام پر "شارک" مچھلی فرائی کر کے فروخت کر رہے ہیں اور مارکیٹ میں بھی یہ کھلے عام سرمئی کے نام سے دستیاب ہے جو سادہ لوح مسلمان بے حد شوق سے خریدتے اور کھاتے ہیں۔ جبکہ میری ناقص رائے یہ ہے کہ شارک مچھلی کھانا حرام ہے، کیونکہ یہ مردار خور مچھلی ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا شارک مچھلی کھانا حلال ہے یا حرام؟ اسی طرح وہیل مچھلی کے متعلق بیان فرمائیں اور دیگر یہ کہ حرام اور حلال مچھلی میں تمیز کس طرح کی جائے۔ آپ سے التماس ہے کہ آپ اس سلسلے میں ہماری مدد فرمائیں تاکہ اگر شارک مچھلی حرام ہے تو میں اور میرے رفقاء اور دیگر مسلمان اس حرام خوری سے بچ سکیں۔

الجواب:-

حنفیہ کے نزدیک دریائی جانوروں میں سے صرف مچھلی حلال ہے۔ مچھلی کے علاوہ دوسرے تمام دریائی و سمندری جانور حرام ہیں۔ شارک بھی ایک قسم کی مچھلی ہے۔ المنجد میں اسکی جو تصویر ہے وہ بالکل مچھلی کی ہے اور ابھی کچھ دن پہلے اسکی تصویر جنگ اخبار میں چھپی وہ ویسی ہی تھی۔ اسکی غذا کے متعلق المنجد میں لکھا کہ وہ چھوٹی مچھلیاں کھاتی ہے اور دوسرے دریائی جانور بھی اس سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ یہ تو ہر مچھلی کی غذا ہے۔ بڑی مچھلیاں، چھوٹی مچھلیوں کو کھا لیتی ہیں اس لیے یہ وجہ حرمت نہیں ہو سکتی۔ سوال میں جیسا لکھا ہے یہ مچھلی مردار خور ہے۔ اس سے اگر مراد یہ ہے کہ دریا کے مردہ جانور کو کھاتی ہے تو اس سے حرمت نہیں ہوگی اور اگر مراد یہ ہے دریا میں جو انسانی مردے ڈال دیئے جاتے ہیں وہ کھاتی ہے تو اس کی یہ مستقل غذا نہیں ہے بلکہ یہ اس گائے کی طرح ہے جو کبھی کبھی نجاست کھا لیتی ہے اس لئے جب تک عام غذا کے طور پر مردہ خوری پر گزارہ نہ کرے گی حلال رہے گی۔ جیسا کہ دوسرے حلال جانوروں کا حکم ہے جب وہ سب حلال ہیں تو اس مچھلی کے کھانے اور بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔

اہلِ کتاب کا ذبیحہ

الاستفتاء:-

میں آپ کی توجہ ایک نہایت اہم مسئلہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں ۔ امید ہے کہ آپ کی وساطت سے یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

میں اپنے بچوں سے ملنے کے لیے پچھلے دنوں امریکہ گیا ہوا تھا۔ جہاں سب سے سنگین اور کٹھن معاملہ حلال گوشت کے حصول کا تھا ۔ دور دراز کے شہروں سے مل تو جاتا ہے مگر بہت مہنگا ۔ اور جو گوشت یہودیوں اور عیسائیوں کی مقامی دکانوں پر بکتا ہے وہ نسبتاً سستا ہوتا ہے ۔ وہ مسلمان جو کافی عرصہ سے امریکہ میں رہائش پذیر ہیں ان میں سے 80 ، 90 فیصدی لوگ بازاری گوشت کھا لیتے ہیں ، میں چونکہ امریکہ میں نیا گیا تھا اس لیے میرا دل بازاری گوشت کھانے کو نہیں مانا ۔

ایک مرتبہ خود ذبح کرنے کے ارادے سے ایک گائے خریدی جو بہت طاقتور تھی ۔ اس گائے کو ذبح کرنے کے لئے بھی مجبوراً امریکی بوچڑ (قصائی) سے مدد حاصل کرنا پڑی ۔ گائے کھڑی کر کے اس نے اس کے ماتھے پر گولی ماری ۔ گائے فوراً گر پڑی ، میں پہلے ہی چھری لیے کھڑا تھا ، "بسم اللہ اکبر" کہہ کر گائے کے گلے پر چھری پھیر دی ، خون بہنے لگا ، اس کی کٹائی وغیرہ بھی امریکی بوچڑ سے کرانا پڑی ، اس کے اوزاروں کی صفائی اور دھلائی بھی کروادی تھی مگر میرے دل میں وساوس قائم رہے ۔

امریکہ میں بہت سے مسلمان رہتے ہیں ۔ کچھ باریش ہوتے ہیں اور کچھ عام قسم کے مسلمان ، ان میں سے کئی ایک سے میں نے اپنی یہ تکلیف بیان کی ۔ ایک صاحب نے صحیح بخاری شریف جلد سوم باب : ۲۱۰ ، حدیث نمبر: ۲۷۰ ، صفحہ : ۲۱۷ ، کے حوالہ سے بتایا کہ اہل کتاب کی لڑکی ہمارے لیے حلال ہے اور ان کا ذبیحہ بھی ہمارے لیے حلال ہے ۔ انھوں نے بتایا کہ " بسم اللہ اللہ اکبر " پڑھ کر کسی جانور پر پتھر مارا جائے تو جانور مر بھی جائے تو اسے کھانا جائز ہے ، خرگوش کے پیچھے شکاری کتا بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا جائے ، خرگوش کو کتا زندہ یا مردہ حالت میں پکڑ لائے تو وہ بھی جائز ہے ، بسم اللہ پڑھ کر گولی چلائی جائے اور جانور مر بھی جائے تو وہ جائز (حلال) ہے ۔

پڑھنے والوں میں سے کوئی صاحب اس مسئلہ کو حل کر دیں تو میں بے حد مشکور ہوں گا۔

نوٹ :- میں نے امریکہ سے خطیب بادشاہی مسجد لاہور کو ایک خط لکھا تھا لیکن انھوں نے جواب دینے کی زحمت گوارا نہیں کی ۔ اب میں یہاں فیصل آباد آیا ہوا ہوں ، یہاں سے بھی ایک خط دوبارہ ان کو لکھا ، لیکن انھوں نے دوسرے خط کا بھی کوئی جواب نہیں دیا جس کا مجھے بہت دکھ ہوا جس کی مجھے اتنے بڑے عالم سے قطعاً توقع نہ تھی ۔ اس کے علاوہ میں نے انچارج " تفہیم دین " پروگرام کراچی ٹیلی وژن کے نام یہ مسئلہ حل کرنے کے

لیے ایک خط لکھا لیکن انہوں نے بھی نہ تو اس کا براہ راست جواب دیا اور نہ ہی ٹیلی وژن پر اس کا جواب نشر کیا۔ حالانکہ میں نے جواب کے لیے جوابی لفافہ بھی ان کو بھیج دیا تھا۔ غور فرمایئے ایسے اہم مسئلوں کے لیے ہم جائیں تو کہاں جائیں؟

سائل: علی احمد، گلبرگ کالونی، فیصل آباد

الجواب:-

جناب علی احمد صاحب! آپ نے اخبار کا تراشہ بھیجا ہے، اس میں چند سوالات ہیں:

(۱) اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟

(۲) گولی یا پتھر مار کر کسی جانور کو مار دیا جائے جبکہ مارنے والا بسم اللہ پڑھ کر مارے۔ تو وہ جانور حلال ہو جاتا ہے یا نہیں؟

(۳) بسم اللہ کہہ کر خرگوش پر کتا چھوڑا جائے اور کتا خرگوش کو زندہ یا مردہ حالت میں پکڑ لائے تو وہ جائز ہے یا نہیں؟

لہٰذا بلحاظ ترتیب جواب دیئے جا رہے ہیں۔

(۱) قرآن کریم میں اہل کتاب کے بارے میں فرمایا:

و طعام الذین او توا الکتاب حل لکم و طعامکم حل لھم

(سورۃ (۵) المائدہ، آیت: ۵)

اور کتابیوں کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔

اسی طرح حدیثوں میں بھی اہل کتاب کے ذبیحہ کو ہمارے لیے حلال بتایا گیا ہے۔ مگر آج کل اہل کتاب کی اکثریت اہل کتاب نہیں بلکہ مذہب سے منحرف ہو چکی ہے۔ ان کا ذبیحہ حرام ہے اور جو واقعی الہامی مذاہب کے قائل ہیں اور اپنی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں ان کے ذبیحہ کے لیے بھی وہی شرط ہے جو مسلمان کے ذبیحہ کے لیے ہے۔ جیسے قرآن میں بیان فرمایا:

فکلوا مما ذکر اسم اللّٰہ علیہ ان کنتم بایٰتہ مؤمنین

(سورۃ (٦) الانعام، آیت: ١١٨)

یعنی کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے اگر تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو۔

لہٰذا اہل کتاب کا ذبیحہ اس وقت حلال سمجھا جائے گا جب مسلمان کے سامنے ذبح کیا ہو۔ اور یہ معلوم ہو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا ہے۔ وہ گوشت جو یورپ کی دکانوں میں بکتا ہے، مسلمانوں کے لیے حرام ہے۔ اس لیے کہ یہ معلوم نہیں کہ وہ جانور ذبح بھی کیا گیا ہے یا نہیں؟ اور ذبح کرنے والا کتابی ہے یا مذہب سے بیزار، دہریہ۔ اور اگر کتابی ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کیا ہے یا نہیں؟

(۲) ذبح کی دو قسمیں ہوتی ہیں: ایک اختیاری اور دوسری اضطراری۔ ذبح اختیاری یہ ہے کہ جو جانور پالے ہوئے ہیں یا شکار کے جانور کو جال وغیرہ کی مدد سے پکڑ لیا ہے یعنی جن جانوروں پر یہ قدرت حاصل ہو کہ ان کو پکڑ کر گردن پر دھار دار چیز سے "بسم اللہ اللہ اکبر" پڑھ کر ذبح کیا جا سکتا ہے۔ جیسے عام طور پر گائے و مرغی وغیرہ ذبح کی جاتی ہیں۔ اس میں یہ شرط ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان اور عاقل ہو اور اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرے، یا اگر کتابی ہو تو پہلے سوال کے جواب میں جو شرطیں ذکر کی گئیں وہ پائی جانی چاہئیں۔

ذبح اضطراری یہ ہے کہ جانور ہمارے ہاتھ میں نہ ہو اور اس کو پکڑ کر ذبح کرنا ممکن نہ ہو جیسے جنگلی پرندے اور جانور وغیرہ یا پالتو جانور گائے، بیل، بھینس، اونٹ وغیرہ جب وحشی ہو جائیں کہ ان کو پکڑنا ناممکن ہو جائے تو ان دونوں کے ذبح کے لیے یہ طریقہ ہے کہ دھار دار چیز پر "بسم اللہ اللہ اکبر" پڑھ کر اس جانور کو مارا جائے، زخمی ہو کر گرنے کے بعد اگر وہ جانور زندہ ہے اور اس پر قابو پا لیا گیا تو اس کو حلق سے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنا ہوگا اور اگر قابو پانے سے پہلے وہ جانور مر جائے تو وہ حلال ہوگا۔ مگر یہ شرط ہے کہ دھاردار چیز ماری جائے لاٹھی، ڈنڈا، پتھر وغیرہ کوئی غیر دھار دار چیز ماری گئی اور جانور مر گیا تو وہ حرام ہے، حلال نہیں ہوگا۔

بخاری جلد ثانی کتاب الذبائح میں ہے کہ ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ جانور کو نیزہ ماریں تو کس صورت میں حلال ہوگا اور کس صورت میں حرام؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دھار کی طرف سے لگے اور جانور کے جسم کو پھاڑ ڈالے تو کھالو۔ اور جب لاٹھی یا ڈنڈا جو اس میں لگا تھا وہ جانور کو لگے اور جانور مر جائے تو وہ "موقوذہ" ہے۔ قرآن کریم میں "موقوذہ" (سورۃ (۵) المائدۃ، آیت: ۳) کی تفسیر یہ ہے کہ ڈنڈے سے جانور کو مارا جائے اور وہ مر جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دھاردار چیز سے مارنا ضروری ہے۔ گولی دھاردار نہیں ہے بلکہ پتھر کی طرح ہے جو جسم کو توڑ کر اندر گھس جاتی ہے۔ اس لیے بسم اللہ پڑھ کر بھی اگر جانور کو مارا جائے اور جانور مر جائے تو حرام رہے گا۔ چنانچہ امام بخاری اسی صفحہ پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

قال ابن عمر فی المقتولة بالبندقة تلک الموقوذة

(بخاری، جلد دوم، کتاب الذبائح والصید والتسمیة، باب صید المعراض)

یعنی غلیل سے جو جانور مارا جائے وہ موقوذہ ہے۔

اور موقوذہ کو قرآن نے حرام کیا ہے، تو بندوق کی گولی سے مارا ہوا جانور حرام ہوتا ہے جبکہ وہ مر جائے اور اگر اس کو زندہ پکڑ لیا جائے اور زخمی ہونے کے بعد ذبح کر لیا جائے تو حلال ہوگا۔ ذبح اضطراری کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کتے، باز یا شکرے وغیرہ کو سکھایا جائے اور سکھانے کا معیار یہ ہے کہ کتے کو جب شکار پر چھوڑا جائے تو وہ سیدھا شکار پر جائے، شکار کو پکڑے اور خود اس میں سے نہ کھائے۔ شکاری اس جانور کو زندہ حالت میں پالے تو ذبح کرنا ہوگا اور اگر شکاری کے پہنچنے تک جانور مر جائے تو حلال ہوگا۔ لہٰذا اس سکھائے ہوئے کتے کو بسم اللہ کہہ کر چھوڑا جائے اور جب وہ شکار کرے تو مذکورہ بالا صورت پر عمل کیا جائے۔ شکاری پرندوں کا بھی

حکم یہی ہے کہ ان کو بسم اللہ کہہ کر چھوڑا جائے مگر پرندوں کے سکھائے ہوئے ہونے کی پہچان دوسری ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب اس پرندے کو بسم اللہ کہہ کر چھوڑا جائے اور شکاری اس کو شکار کرنے سے پہلے ہی واپس بلانا چاہے تو وہ واپس آ جائے۔ یہ پرندہ سدھایا ہوا کہلاتا ہے اور اس کا حکم بھی یہی ہوتا ہے کہ شکاری کو اس پرندے کا شکار کیا ہوا پرندہ اگر زندہ مل جائے تو ذبح کرنا ہوگا اور اگر وہ قابو میں آنے سے پہلے ہی مر جائے تو حلال ہوگا۔

یہ تو ذبح کے متعلق آپ کے سوالات کے جوابات ہیں۔ مگر امریکہ، انگلینڈ اور کینیڈا وغیرہ کے ان شہروں میں جہاں مسلمان بکثرت رہتے ہیں، حلال گوشت کی بہت سی دکانیں مسلمانوں نے کھول لی ہیں۔ لہذا مسلمان ان دکانوں سے گوشت لاکر ہفتہ بھر کے لیے رکھ لیتے ہیں اور جن شہروں میں مسلمان کم ہیں یا دیہاتوں میں رہتے ہیں وہ بھی یہی کرتے ہیں کہ کئی جگہ جانوروں کے فارم کھلے ہوئے ہیں وہاں جاکر بھیڑ یا بکری ذبح کرتے ہیں اور صاف کر کے گوشت بنا لیتے ہیں، ذبح کرنے کے بعد مسلمانوں کے سامنے یہودی، عیسائی یا مشرک بھی صاف کر کے گوشت بنا دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔ آپ نے گائے کو گولی مارنے کے متعلق جو سوال کیا ہے اس کے متعلق حکم یہ ہے کہ ایسا کرنا نہیں چاہیے لیکن اگر ایسا ہو چکا ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ گولی لگنے کے بعد ذبح کے وقت اس میں زندگی کی کیا کیفیت تھی؟ اگر اس میں اتنی حیات باقی تھی جتنی حلق پر ذبح کرنے کے بعد جانور میں ہوتی ہے اور اس کو ذبح کر لیا ہو تو وہ جانور حلال ہو جائے گا اور اگر ذبح کیے ہوئے جانور سے کم حیات تھی تو اب ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوگا۔ اس کے پہچانے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جانور پیر کس طرح ہلا رہا ہے اور کس طرح حرکت کر رہا ہے اسے دیکھ کر اندازہ کر لیا جائے۔

سری، پائے کو کھال سمیت کھانے کا حکم

الاستفتاء:-

آج کل بکرے اور گائے کے سری پائے کے بال جلا کر انھیں کھال کے ساتھ پکا کر کھایا جاتا ہے۔ اس صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟ کیا جلانے کے بعد کھال حلال ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح سری اور پائے کا پکا ہوا سالن حلال ہے یا حرام؟

الجواب:-

حلال جانوروں کی کھال حلال ہے اور بال وغیرہ صاف کرنے کے بعد اس کا کھانا بھی جائز ہے۔

حلال جانور کو حرام جانور کا دودھ پلانا

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گائے کا بچھڑا جس نے کتیا کا دودھ پیا اور کافی عرصہ تک پیا ہے۔ آیا اس کا بیچنا یا ذبح کر کے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:-

جس گائے نے کتیا کا دودھ پیا ہے اس کو کچھ دن تک اس طرح رکھیں کہ وہ دودھ نہ پی سکے تو اس کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

الجدی اذا کان یربیٰ بلبن الاتان والخنزیر ان اعتلف ایاماً فلا باس لانہ بمنزلۃ الجلالۃ والجلالۃ اذا حبست ایاماً فعلفت لا بأس بھا

(جلد: ٥، صفحہ: ٢٩٠، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

بکری کا بچہ (ایک سال تک کا) جب گدھی اور خنزیر کے دودھ پر پروان چڑھے تو اگر کچھ دنوں تک اسے چارہ کھلایا جاتا رہے تو (اسے کھانے میں) کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ جلالہ (پلیدی کھانے والی گائے) کی طرح ہے اور جلالہ کو کچھ دنوں تک باندھ کر چارہ کھلایا جاتا رہے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پانی پر دم کرتے وقت پھونکنا

الاستفتاء:-

پانی پر دم کر کے پھونکنا کیا درست ہے؟ حالانکہ پانی پیتے وقت سنت کے مطابق گلاس کو منہ سے ہٹا لیا جاتا ہے تاکہ سانس اس تک نہ پہنچ سکے گویا سانس باہر خارج کی جائے۔ اگر پانی پر دم کر کے پھونکنا اور اس کو پینا اس لیے جائز ہے کہ اس پر قرآنی آیات کا ورد ہوتا ہے اور درود شریف پڑھا جاتا ہے تو پانی پیتے وقت بھی تو بسم اللہ پڑھی جاتی ہے۔ برائے مہربانی جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب:-

کوئی شخص جب پانی پی رہا ہو تو پانی کے برتن میں سانس نہ لینے کا حدیث میں حکم دیا گیا ہے:

جب تم میں سے کوئی پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے۔ اگر سانس لینے کے بعد بھی پانی پینے کا ارادہ ہو

تو برتن کو ہٹالے ، پھر چاہے تو اور پیے۔

(سنن ابن ماجہ ، ابواب الاشربۃ ، باب التنفس فی الاناء)

پانی پیتے ہوئے جب سانس لی جائے گی تو ہوا ناک سے خارج ہوگی۔ اور ہوا جب اندر سے باہر آتی ہے تو اس میں اندرونی رطوبت کی آمیزش ہوتی ہے۔ اس کے ملنے سے وہ پانی صحت کے لیے مضر ہو جائے گا اور کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ناک سے کوئی چیز نکل کر پانی میں گر جائے۔ اس لیے حدیث میں پانی پیتے وقت گلاس وغیرہ میں سانس لینے کی ممانعت فرمادی۔ دم کرنے کی یہ صورت نہیں ہے ، نہ برتن منہ سے لگا ہوا ہوتا ہے اور نہ ہی اندر سے آمیزش والی سانس برتن میں جارہی ہے۔

لہٰذا یہ قیاس ہی غلط ہے۔ البتہ دم کرتے وقت برتن کو منہ سے دور رکھنا چاہئے۔

ڈیٹول کے صابن سے نہانا

الاستفتاء:-

ڈیٹول (کیمیکل والا صابن) یا ڈیٹول (خارش کے لیے کیمیکل کی دوا) کے استعمال سے غسل ہو جائے گا؟ واضح رہے کہ ان چیزوں کے استعمال کے باعث جسم سے بدبو سی آنے لگتی ہے۔

الجواب:-

عام صابن یا ڈیٹول کے صابن سے نہانے کے بعد سادے پانی سے جسم کو پاک کر لینا چاہیے۔ اس لیے کہ صابن میں چربی استعمال ہوتی ہے معلوم نہیں کہ وہ چربی کس جانور کی ہوتی ہے۔ لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ پانی کے ساتھ صابن کو جسم سے خوب دور کرنے کے بعد بھی صاف پانی پورے جسم پر بہایا جائے تو غسل ہو جائے گا اور اس طرح بدبو بھی دور ہو جائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ کوئی ایسی دوا استعمال کی جائے جس میں مذکورہ خرابی نہ ہو اسی طرح ہر وہ چیز جس میں اسپرٹ یا کوئی دوسری ناپاک چیز ملی ہوئی ہو تو اس کا استعمال بھی جائز نہیں ہے۔

اسپرٹ کے ذریعے کھانا پکانا یا گرم کرنا

الاستفتاء:-

اسپرٹ سے پکایا ہوا کھانا یا اسپرٹ سے گرم کیا ہوا کھانا کھانے میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ از روئے شرع جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب:-

اسپرٹ سے پکایا ہوا کھانا یا اس پر گرم کیا گیا کھانا جائز ہے۔ اسپرٹ ناپاک ہے مگر اس پر پکانے یا گرم کرنے سے کھانے میں ناپاکی نہیں پہنچتی۔ جیسے گوبر کے اپلوں پر پکانے یا گرم کرنے سے کھانے میں ناپاکی نہیں پہنچتی۔

پان کھاتے وقت وظیفہ پڑھنا

الاستفتاء:-

مسئلہ ذیل میں جواب مطلوب ہے، قرآن و حدیث کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔

تمباکو والا پان منہ میں رکھ کر کیا فاتحہ، درود اور دوسرے وظائف پڑھ سکتے ہیں؟

سائل : عبدالعزیز، بلدیہ ٹاؤن، کراچی

الجواب:-

صورت مسئولہ میں جب تک منہ میں تمباکو کی بدبو ہو، فاتحہ، وظیفہ اور درود نہیں پڑھ سکتے۔

تصویر والے بسکٹ کھانے کا حکم

الاستفتاء:-

بخدمت جناب مفتی صاحب!
السلام علیکم

نہایت ادب سے عرض ہے کہ درج ذیل سوالات کے جوابات قرآن و حدیث کی روشنی میں دے کر راہنمائی فرمائیں:

(۱) گھر میں ٹیلی وژن رکھنا جبکہ اس پر گانے اور تصویریں آتی ہیں درست ہے یا نہیں؟

(۲) ایسے بسکٹ کھانا کیسا ہے جن پر حرام جانوروں مثلاً کتا، بلی اور ریچھ وغیرہ کی تصویریں بنی ہوئی ہوں۔ یہ تصویریں محض ڈبے کے اوپر ہی نہیں بلکہ بسکٹ پر بھی بنی ہوئی ہوتی ہیں۔

الجواب:-

(۱) گانے سننے، تصاویر اور دیگر خلاف شرع پروگرام دیکھنے کے لیے ٹیلی وژن رکھنا جائز نہیں۔

(۲) ایسے بسکٹ کھانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے تاوقتیکہ ان میں کسی حرام شئی کی آمیزش نہ ہو۔

تاہم مسلمانوں کو کھانے وغیرہ کی اشیاء پر بھی تصویر نہیں بنانی چاہیے۔

تصاویر والی کتب کی خرید و فروخت کا حکم

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ وہ کتابیں جن میں تصاویر چھپی ہوتی ہیں ان کا فروخت کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ نیز یہ کہ تصویر کا بیچنا کیسا ہے؟

سائل: اعجاز احمد قادری، المدینہ بک ڈپو، ناظم آباد، کراچی

الجواب:-

صورت مسئولہ میں ان کتابوں کا بیچنا جائز ہے کہ یہ کتابوں کی خرید و فروخت کرنا ہے نہ کہ تصاویر کی۔ البتہ علیحدہ سے تصویر کا بیچنا حرام ہے۔

ریڈیو، ٹی وی اور وی سی آر ٹھیک کرنے کا حکم

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے ضمن میں کہ ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر اور وی سی پی وغیرہ، سائنس و ٹیکنالوجی کے آلات کی مرمت کرنا اور ان کے ذریعے روزی کمانا جائز ہے؟ کیا یہ کمائی حلال کی کمائی کہلائے گی؟ شرع کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

سائل: محمد اقبال ربانی، جہانگیر روڈ، گولیمار، کراچی

الجواب:-

سوال میں جن چیزوں کا ذکر ہے یہ سب مشینی آلات کے قبیل (قسم) سے ہیں۔ ان کے جائز و نا جائز ہونے کا حکم فی نفسہ ان پر نہیں، بلکہ ان کے استعمال پر ہوتا ہے۔ ان کا جیسا استعمال ہوگا ویسا ہی حکم ہوگا۔ لہٰذا ان کی مرمت کرکے روزی کمانا جائز ہے۔

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن ٹھیک کرکے جو روزی کمائی جاتی ہے، حلال ہے یا حرام؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب:-

ریڈیو اور ٹیلی ویژن مشینی آلات ہیں۔ ان سے جائز کام بھی لیے جاتے ہیں اور ناجائز کام بھی۔ یہ صرف حرام کام کے لیے استعمال نہیں ہوتے اور نہ محض غلط کاموں کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ جس طرح چھری اور بندوق وغیرہ جیسے آلات سے جہاد بھی کیا جاتا ہے اور اپنے ذاتی کاموں اور شکار میں بھی استعمال کیے جاتے ہیں اور انہی سے انسان کو قتل کرنے والا فعل قبیح بھی کیا جاتا ہے۔ لہٰذا جو آلات صرف معصیت کے لیے متعین نہ ہوں، ان کا بنانا اور مرمت کرنا جائز ہے۔ تو ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی مرمت کرنا بھی جائز ہے۔ اسی طرح اس کی مرمت کی اجرت بھی حلال ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

ٹیلی ویژن دیکھنے کا حکم

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ٹی وی دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل: محمد اسلم، لانڈھی، کراچی

الجواب:-

ٹی وی کے ایسے پروگرام جو دینی ہوں اور جن میں عورت یا اس کی آواز نہ ہو، دیکھنے اور سننے میں کوئی حرج نہیں۔

خالی ویڈیو کیسٹ کی خرید و فروخت کا حکم

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

زید ایک تاجر ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ غیر ممالک سے اپنے ملک میں خالی ویڈیو کیسٹ درآمد کرے جبکہ اس کو یہ معلوم ہے کہ ان کیسٹوں کا 90 فیصد حصہ غلط کاموں میں استعمال ہوگا اور اس پر فلمیں اور گانے ریکارڈ کیے جائیںگے نیز عریاں و فحش فلمیں بھری جائیں گی۔ ان تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے سوال یہ ہے کہ زید اگر ویڈیو کیسٹ درآمد کرے تو یہ اس کے لیے جائز ہوگا؟ نیز اس سے حاصل شدہ آمدنی جائز ہوگی یا ناجائز؟

شریعت کی رو سے مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب:-

کیسٹ صرف معصیت ہی میں نہیں بلکہ نیک کاموں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا کیسٹ منگانے اور بیچنے میں کوئی حرج نہیں استعمال کرنے والا جس جگہ استعمال کرے گا وہ اس کا ذمہ دار ہوگا۔

افیون کی کاشت کا حکم

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع اس مسئلے کے بارے میں کہ افیون کی کاشت اور تجارت جائز ہے یا ناجائز؟

برائے کرم فقہ حنفی کے مطابق مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

سائل: اللہ دوست، اورنگی ٹاؤن، کراچی

الجواب:-

افیون دواؤں میں کام آتی ہے اور کھانے کے علاوہ خارجی طور پر بھی "لیپ" میں بھی استعمال ہوتی ہے۔ دوا کے طور پر اتنی کم مقدار میں افیون کھانا جس سے نشہ اور عادت نہ ہو جائے اور یہ کہ عیاشی کے طور پر نہ ہو، جائز ہے۔ فتاویٰ شامی میں ہے:

وان البنج و نحوہ من الجامدات انما یحرم اذا اراد بہ السکر و ھو الکثیر منہ دون القلیل المراد بہ التداوی

(جلد: ۳، صفحہ: ۱۸۲، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی بھنگ اور اس جیسی دیگر جامدات اس وقت حرام ہوتی ہیں جب نشے کے ارادے سے استعمال کی جائیں، دوا وغیرہ کے طور پر استعمال کی جانے والی قلیل مقدار اس حکم میں شامل نہیں۔

در منتقی میں ہے:

بخلاف نوع آخر منہ فانہ مباح کالافیون

(الدرالمنتقی، جلد: ۲، صفحہ: ۵۷۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

افیون کی بیع بھی ان لوگوں کے ہاتھ جائز ہے جو عادی طور پر نہ کھاتے ہوں۔

درمختار میں ہے:

مفادہ صحۃ بیع الحشیشۃ والافیون

(درمختار علی حاشیۃ ردالمختار، جلد: ۵، صفحہ: ۳۲۳، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

اس کا مطلب یہ ہے کہ حشیش اور افیون کی بیع درست ہے۔

افیون کا پودا اور پھل مختلف طریقوں پر استعمال کیے جاتے ہیں۔ خشخاش کو غذا میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اور دوا میں بھی۔ پوست اور خشخاش مختلف دواؤں میں کام آتے ہیں اور افیون بھی پوست سے پیدا ہوتی ہے۔ جن پودوں کے پھلوں سے شراب جیسی قطعی حرام اشیاء بنائی جاتی ہیں اور غذا اور دوا میں بھی استعمال ہوتے ہیں مثلاً انگور وغیرہ، کے باغات لگانا جائز ہیں۔ قرآن کریم میں اس کا تذکرہ بھی ہے:

و من ثمرات النخيل والاعناب تتخذون منه سكراً و رزقاً حسنا

(سورة (١٦) النحل، آیت: ٦٧)

اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کہ اس سے نبیذ بناتے ہو اور اچھا رزق۔

اسی طرح خشخاش کی کاشت بھی جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

حلال و حرام آمدنی کا اختلاط

الاستفتاء:-

بخدمت جناب مفتی صاحب!

دار العلوم امجدیہ

السلام علیکم

جناب عالی! آپ سے گزارش ہے کہ ایک شخص جس کی بس، ٹیکسی اور ہوٹل وغیرہ چل رہے تھے، بعد میں اس نے کالے دھندے یعنی چرس، شراب اور جوا وغیرہ کے اڈے چلانے شروع کر دیئے ہیں اور پہلے والا کاروبار بھی چل رہا ہے آمدنی سب "مکس" ہے۔ وہ شخص مسجد کی تعمیر میں عطیہ دینا چاہتا ہے۔ کیا اس کا پیسہ تعمیرِ مسجد میں لگ سکتا ہے؟ شرعی فیصلہ عنایت فرمائیں۔

احقر: دلاور خان، صدر کمیٹی، قریشی مسجد۔ نیو کراچی

الجواب:-

جس شخص کی آمدنی حلال و حرام دونوں طرح کی ہے تو اگر علیحدہ علیحدہ مال رکھتے ہیں اور وہ حرام مال میں سے مسجد میں چندہ دیتا ہے یا مسلمانوں کی دعوت کرتا ہے تو وہ چندہ لینا اور دعوت کھانا، حرام ہیں، اگر حلال مال میں سے یہ کام کرتا ہے تو جائز ہے اور اگر دونوں قسم کی آمدنی ملائی گئی ہے کہ اب حلال و حرام مال کو جدا نہیں کیا جا سکتا تو اس کا عطیہ و چندہ وغیرہ جائز ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

اختلف الناس فی اخذ الجائزة من السلطان قال بعضهم یجوز مالم یعلم انه یعطیه من حرام قال محمد رحمه الله تعالٰی و به ناخذ مالم نعرف شیاءً حراماً بعنیه و هو قول ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی واصحابه

(جلد : ۵ ، صفحہ : ۳۳۲ ، مکتبہ رشیدیہ ، کوئٹہ)

بادشاہ سے انعام لینے میں لوگوں کا اختلاف ہے بعض نے کہا جائز ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ (مالِ) حرام سے دے رہا ہے ، امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اور ہمارا مسلک بھی ہے کہ جب تک ہم جان نہ لیں کہ وہ چیز حرام بعینہ ہے۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے ساتھیوں کا قول بھی یہی ہے۔

کافر سے سود لینے نیز انشورنس کرانے کا حکم

الاستفتاء :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل سے متعلق :

(۱) مغربی ممالک میں سے بعض ممالک کا قانون ہے کہ آدمی اس وقت تک اس ملک میں رہائش اختیار نہیں کر سکتا جب تک متعلقہ ملک کی کرنسی میں 5 لاکھ روپیہ بطور زرِ ضمانت بینک میں جمع نہ کروائے۔ وہ بینک تین سال تک اس آدمی کو جمع شدہ رقم پر نفع بھی دیتا رہے گا تاکہ وہ آدمی کسی مالی پریشانی میں گرفتار نہ ہو۔

اگر وہ آدمی اس ملک میں کاروبار کرنا چاہتا ہے اور اس کے پاس رقم نہیں ہے تو بنک جمع شدہ رقم سے اس آدمی کو دس فیصد قرض دے گا ، جس طرح ہمارے بینک قرض دیتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ وہاں اپنی ذاتی دوکان ملکی قانون کی وجہ سے نہیں خرید سکتے اور مناسب جگہ پر بڑی مارکیٹ میں دوکان کا کرایہ مقامی کرنسی میں آٹھ سے دس ہزار روپے ہے۔ دوکان چلے یا نہ چلے کرایہ ادا کرنا ہے۔ اس مشکل سے بچنے اور اپنی سہولت کے لیے ضروری ہے کہ اتنی رقم بنک میں جمع کروا دی جائے جس کا نفع اتنا ہو کہ ہر ماہ بنک ، مالک دوکان کو کرایہ ادا کرتا رہے۔

(۲) رہائش اختیار کرنے کی صورت میں ملکی قانون کے مطابق ہر آدمی کے لیے بیمہ کرانا ضروری ہے۔ بغیر بیمہ علاج کی سہولت میسر نہیں۔ بیماری یا حادثہ کی صورت میں بیمہ کارڈ دکھائے جاتے ہیں اور تمام اخراجات یعنی ہسپتال کا خرچ یا ڈاکٹروں کی فیس ، بیمہ کمپنی ادا کرتی ہے ، بیمہ نہ ہونے کی صورت میں مریض کا علاج ہی نہیں کیا جاتا یا پھر اتنی رقم طلب کی جاتی ہے کہ مریض ادا نہیں کر سکتا اور سسک سسک کر مر جاتا ہے۔

حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ کاروباری مجبوری کی وجہ سے اور اس ملک کے قانون کی پابندی کے باعث ایک مسلمان کے لیے متذکرہ دونوں صورتوں میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے ؟

سائل : محمد ولی اللہ ، اورنگی ٹاؤن ، کراچی

الجواب:-

(۱) ایسے ممالک میں جہاں کبھی بھی مسلمانوں کی حکومت قائم نہیں ہوئی اور کافروں کی حکومت ہے، وہاں کے بنک جو رقم سود کے نام سے دیتے ہیں وہ سود نہیں ہے، بلکہ کافر کا مال ہے۔ جو سود کے نام پر وہ دیتے ہیں وہ حقیقتاً سود ہی نہیں۔ مسلمان اس کو سود سمجھ کر نہیں لے گا بلکہ یہ سمجھ کر لے گا کہ کافر دے رہا ہے اور میں لے رہا ہوں۔ ربٰو کی بحث میں صاحب ہدایہ نے حدیث نقل فرمائی ہے:

لاربٰو بین المسلم والحربی فی دارالحرب

دارالحرب (وہ ملک جہاں غیر مسلموں کی حکومت ہو اور مسلمانوں کو مذہبی فرائض کی بجا آوری سے روکا جائے) میں مسلمان اور کافر کے درمیان سود، سود نہیں ہوتا۔

فقہ کی جملہ کتب میں اس کی صراحت موجود ہے۔ صاحب ہدایہ نے اس حدیث کے ضمن میں لکھا ہے:

ولان مالهم مباح فی دارهم فبای طریق اخذه المسلم اخذ مالاً مباحاً

(ہدایہ آخرین، صفحہ: ۸۶، مطبوعہ: مکتبہ شرکۃ علمیۃ، ملتان)

یعنی اس لیے کہ ان کے ملک میں ان (کافروں) کا مال مباح ہے۔ جس طرح بھی مسلمان نے اس مال کو حاصل کیا، اس نے مال مباح حاصل کیا۔

وہاں کے قوانین پر عمل کریں گے اور زیادہ رقم جو ان سے ملے گی وہ لینا جائز ہے۔ مگر ان سے قرض لے کر ان کو زیادہ دینا جائز نہیں۔

لہٰذا مسلمان کسی کافر سے مال لے تو سکتا ہے خواہ وہ کسی نام سے دے مگر اپنا مال ان کو سود کے طور پر دے نہیں سکتا۔

(۲) ایسے ممالک میں غیر مسلم انشورنس کمپنیوں سے بیمہ کروانا بھی جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید نے دس ہزار روپے نیپال کے ایک بنک میں جمع کروائے، کچھ عرصے کے بعد متذکرہ بینک نے اسے بیس ہزار روپے سود دیا۔ تو کیا اس کا لینا اور استعمال کرنا جائز ہے؟

قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

سائل: ضیاء المصطفیٰ نورانی، نیپال، متعلم دارالعلوم امجدیہ

الجواب:-

نیپال میں غیر مسلم حکومت ہے اور غیر مسلم سے مسلمان کو جو زیادہ رقم سود کے نام پر بینک سے ملتی ہے، وہ سود نہیں ہے، بلکہ کافر کا مال ہے، وہ سود کہہ کر مسلمان کو دے رہا ہے، مگر وہ حقیقتاً سود نہیں ہے۔ ان کے سود کہنے سے سود نہیں ہوگا۔ (مزید تفصیل کے لیے استفتاء سابق کا جواب ملاحظہ فرمایئے)

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہم نے سنا ہے کہ علی حضرت کا اس مسئلے کے جواز میں فتویٰ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی غیر مسلم ملک کے اس بینک میں رقم جمع کرائے، جہاں تمام کارندے غیر مسلم ہوں تو وہاں سے سود لینا جائز ہے۔ کیا یہ فتویٰ صحیح سنایا گیا ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو کیا سود کی وہ رقم ہم بغرض ثواب کسی نیک کام میں خرچ کر سکتے ہیں؟ اور کیا امریکہ ان ملکوں میں شامل ہے؟ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ اس بینک کی نوعیت کیا ہے؟

برائے مہربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

سائل: محمد یونس شاکر القادری

الجواب:-

غیر مسلم ملک میں غیر مسلم سے شخصی طور پر سود لینا اور ایسے بینک سے جس میں کسی مسلمان کا حصہ (شیئر) نہ ہو، سود لینا جائز ہے۔ ہدایہ میں ہے:

ولا بین المسلم والحربی فی دارالحرب

یعنی دارالحرب میں مسلمان اور کافر حربی کے درمیان سود، سود نہیں ہوتا۔

اس کے بعد صاحب ہدایہ نے حدیث نقل فرمائی ہے:

لا ربٰو بین المسلم والحربی فی دارالحرب .

(ہدایہ آخرین، صفحہ: ٨٦، مطبوعہ: مکتبہ شرکۃ علمیۃ، ملتان)

یعنی مسلمان اور حربی کے درمیان دارالحرب میں سود نہیں ہے۔

حقیقتاً یہ سود نہیں ہے بلکہ کافر کا مال ہے۔ جس کو وہ سود کے نام سے دے رہا ہے۔

لہٰذا یہ مباح مال ہے اور اس کو ہر نیک کام میں خرچ کرنا جائز ہے۔

امریکہ، چین، برطانیہ، کینیڈا اور روس وغیرہ وہ تمام ممالک جو کبھی اسلامی حکومت کے تحت نہیں آئے سب دارالحرب میں شامل ہیں اور ان سب کا حکم یہی ہے۔

الاستفتاء:-

جناب ناظم اعلیٰ !
دار الافتاء ، دار العلوم امجدیہ
السلام علیکم

مزاج گرامی !

درج ذیل مسائل کے بارے میں جناب کے تحقیقی جوابات مطلوب ہیں۔ امید ہے کہ اپنے قیمتی وقت سے چند لمحے نکال کر اس فقیر کو ممنون فرمائیں گے۔

(۱) کیا امریکہ اور انگلینڈ وغیرہ دار الحرب ہیں ؟

(۲) کیا وہاں کے لوگوں سے سودی کاروبار شرعاً جائز ہے ؟

الجواب:-

امریکہ اور انگلینڈ وغیرہ ایسے ممالک جو کبھی مسلمانوں کی حکومت کے زیر نگیں نہ رہے ، سب دار الحرب ہیں۔ ایسے ممالک کے صاحب ہدایہ نے باب الربوٰا میں حدیث نقل کی ہے :

لا ربوٰ بین المسلم والحربی فی دارالحربْ

(ہدایہ آخرین ، صفحہ : ۸٦ ، مطبوعہ : مکتبہ شرکۃ علمیۃ ، ملتان)

دار الحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان سود ، سود نہیں ہوتا۔

ان ملکوں میں کافروں سے سود لینا جائز ہے۔ حقیقت میں وہ سود نہیں ہے۔ مگر مسلمان کے لیے سود دینا اس صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔

پرائز بانڈ کا حکم

الاستفتاء:-

• کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پرائز بانڈ رکھنا اور اس کے انعام، جو حکومت کی طرف سے ہر ماہ دیئے جاتے ہیں لینا جائز ہیں یا ناجائز؟ نیز یہ انعامات جو مقررہ فیصد سود کی رقم کو جمع کر کے چند انعامی بانڈ رکھنے والوں کو دیئے جاتے ہیں وہ سود کی آمدنی گنی جاتی ہے یا اس کو جائز آمدنی تصور کیا جائے گا۔

مفصل جواب مع حوالہ آگاہ فرمائیں۔

سائل: محمد انور، کراچی

الجواب:-

پچاس روپے، سو روپے، پانچ سو روپے یا ایک ہزار روپے کے پرائز بانڈز خریدنا اور ان پر انعام لینا جائز ہے۔

شریعت نے حرام مال کی کچھ صورتیں مقرر کی ہیں جو یہ ہیں:

(۱) کسی کا مال چوری، غصب، ڈکیتی یا رشوت کے ذریعے لیا جائے،

(۲) جوئے میں مال حاصل کیا جائے،

(۳) سود میں لیا جائے،

(۴) اور یہ کہ بیع باطل میں قیمت لی جائے۔

پرائز بانڈ میں ان میں کی ایک بھی صورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ

جوئے میں اپنا مال چلا جاتا ہے یا زائد مل جاتا ہے اور پرائز بانڈ میں یہ صورت نہیں ہوتی۔

سود کی تعریف یہ ہے:

الزیادة المشروطة فی العقد

یعنی قرض دیتے وقت یہ طے کر لیا جائے کہ زیادہ لوٹائے گا۔

ربا کی تعریف مبسوط میں یہ کی گئی ہے:

الربا ھوالفضل الخالی عن العوض المشروط فی البیع

(جلد: ۱۲، صفحہ: ۱۰۹، دارالمعرفہ، بیروت)

یعنی ربٰوا بدل سے خالی اس اضافے کو کہتے ہیں جو بیع کرتے وقت طے کر لیا جائے۔

اور کنز الدقائق میں ہے:

وهو فضل مال بلا عوض فی معاوضة مال بمال

(باب الربٰوا، صفحہ: ۲۲۵، مطبع مجیدی کانپور، انڈیا)

یہ (رِبٰوا) مال کے بدلے مال کے معاہدے میں بدل کے بغیر اضافی مال ہے۔

اور در مختار میں ہے:

هو لغة مطلق الزيادة و شرعاً فضل خال عن عوض

(در مختار علی حاشیة رد المحتار، جلد ۴، باب الربٰو، صفحہ: ۱۹۶، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

لغت کے اعتبار سے " رِبٰوا " مطلق زیادتی کو کہتے ہیں اور شریعت میں اس زیادتی کو (رِبٰوا) کہا جاتا ہے جو بلا عوض ہو۔

جب دیتے وقت زیادہ دینا مشروط نہ کیا ہوا اور لینے والا لوٹاتے وقت اپنی طرف سے زیادہ دے دے تو یہ سود نہیں ہے بلکہ زیادہ دینا مستحب ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے:

عن جابر (رضی الله عنه) قال اقبلنا من مكة الى المدينة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعتلّ جملی وساق الحديث بقصته وفيه ثم قال لی بعنی جملک هذا قال قلت لا بل هولک قال لا بل بعنيه قال قلت لا بل هو لک يا رسول الله قال لابل بعنيه قال قلت فان لرجل علیّ اوقية ذهب فهو لک بها قال قد اخذته فتبلغ عليه الى المدينة قال فلما قدمت المدينة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لبلال اعطه اوقية من ذهب وزده قال فاعطانی اوقية من ذهب و زادنی قيراطاً قال فقلت لا تفارقنی زيادة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فكان فی كيس لی فاخذه اهل الشام يوم الحرة

(مسلم، جلد دوم، صفحہ: ۲۹، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف جارہے تھے، میرا اونٹ بیمار ہوگیا، اس حدیث میں اس کا پورا ماجرا بیان کیا، اسی میں ہے: پھر مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنا یہ اونٹ میرے ہاتھ فروخت کردو! میں نے عرض کیا: نہیں، بلکہ یہ آپ کے لیے ہے۔ فرمایا: نہیں، بلکہ اس کو میرے ہاتھ فروخت کردو! میں نے عرض کیا: نہیں، بلکہ یہ آپ کے لیے ہے، یارسول اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں، اسے میرے ہاتھ فروخت کردو! میں نے عرض کی! ایک شخص کا مجھ پر ایک اوقیہ سونا ہے تو یہ آپ کے لیے ہے اس سونے کے بدلے میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے اس کو لے لیا، پس تم اس پر مدینہ منورہ پہنچو! فرماتے ہیں: جب میں مدینہ منورہ آیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ان (جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ایک اوقیہ سونا دے دو! اور اس سے کچھ زیادہ دو! فرماتے ہیں انھوں نے مجھے ایک اوقیہ سونا دیا اور ایک قیراط بڑھا کر دیا۔ فرماتے ہیں: تو میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اضافی عطا ہمیشہ میرے ساتھ رہے گی

جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا وہ ایک قیراط سونا میری تھیلی میں تھا جسے اہل شام (یزیدیوں) نے حرہ کے دن مجھ سے چھین لیا۔

امام نووی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "اعطہ اوقیۃ من ذھب وزدہ" کے بارے میں لکھا ہے:

فیہ جواز الو کالۃ فی وقضاء الدیون واداء الحقوق وفیہ استحباب الزیادۃ فی اداء الدین

(شرح علامہ نووی، مسلم شریف، جلد دوم، صفحہ: ۲۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

یعنی اس حدیث سے قرضہ جات اور حقوق کی ادائیگی کے لیے وکیل بنانے کا جواز اور قرضہ جات کی ادائیگی کرتے ہوئے کچھ بڑھا کر دینے کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔

علامہ شامی نے ربٰوا کی بحث میں قرض میں قرض سے کچھ زیادہ واپس کرنے کی صورت میں لکھا:

ثم لا یخفی ان ھذا کلہ اذا لم تکن الزیادۃ مشروطۃ

(فتاوی شامی، جلد: ۴، باب الربوا، صفحہ: ۱۹۸، مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

پھر یہ امر بھی مخفی نہیں ہے کہ یہ تمام گفتگو اس صورت میں ہے جبکہ زیادہ لوٹانا قرض میں شرط نہ کیا گیا ہو۔

علامہ طحطاوی نے اسی مقام پر لکھا ہے:

ھذا اذا کانت المنفعۃ مشروطۃ فی العقد فان لم تکن مشروطۃ فدفع اجود فلا باس

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار، کتاب البیوع، فصل فی القرض)

یعنی یہ اس صورت میں ہے جبکہ نفع اٹھانا قرض دیتے وقت شرط کر لیا گیا ہو اور اگر شرط نہ کیا گیا ہو اور زیادہ یا اچھا واپس کردے تو کوئی حرج نہیں۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ قرض دیتے وقت زیادہ واپس کرنے کی شرط لگانے سے سود ہوتا ہے ورنہ نہیں۔ بانڈ میں ایسی کوئی شرط نہیں ہے لہذا اس پر ملنے والے انعام کو سود کہنا غلط ہے۔ اور جوئے کے معنی یہ ہیں کہ جوئے میں اپنا مال یا چلاجاتا ہے یا زائد مل جاتا ہے۔ جوئے کی تعریف تفسیر روح البیان اور تفسیر روح المعانی میں ابن سیرین سے منقول ہے:

کل شئی فیہ خطر فھو من المیسر

(تفسیر "المیسر"، سورۃ(۲)البقرۃ، آیت ۲۱۹)

یعنی جس چیز میں مال چلے جانے کا خطرہ ہو وہ "جوا" ہے۔

کتاب التعریفات میں علامہ جرجانی نے قمار کی تعریف یہ کی:

کل لعب یشترط فیہ غالبا من المتغالبین شیء من المغلوب

یعنی جوا ہر وہ کھیل ہے جس میں یہ شرط اکثر ہوتی ہے کہ دونوں غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرنے والوں میں سے مغلوب سے غالب کو کچھ ملے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جوا ایسے کھیل کو کہتے ہیں جس میں اپنا مال خطرہ میں ڈال کر اس طرح بازی لگائی جاتی ہے کہ اپنا مال یا تو چلا جائے گا یا دوسرے سے کچھ لے کر آئے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انعامی بانڈ میں جوا بھی نہیں ۔ اس لیے کہ بانڈ والے کا کچھ نقصان نہیں ہوتا ، جتنی قیمت کا ہوتا ہے اتنی ہی قیمت کا باقی رہتا ہے ۔ اب صرف یہ بات رہ گئی کہ قرعہ اندازی کر کے بانڈ خریدنے والوں میں انعام تقسیم کیا جاتا ہے ، اس کا کیا حکم ہے ؟ قرعہ اندازی آئمہ اربعہ کے نزدیک غیر حقوق میں بالاتفاق جائز ہے فتح القدیر میں ہے :

الا یری ان یونس علیہ السلام فی مثل ھذا استعمل القرعۃ مع اصحاب السفینۃ کما قال اللہ تعالیٰ "فساھم فکان من المدحضین" (سورۃ(۳۷) الصافات ، آیت : ۱۴۱) و ذلک لانہ علم انہ ھو المقصود ولکن لو القی نفسہ فی الماء ربما نسب الی ما لا یلیق بالانبیاء فاستعمل القرعۃ لذالک و کذلک زکریا علیہ السلام استعمل القرعۃ مع الاحبار فی ضم مریم الی نفسہ مع علمہ بکونہ احق بھا منھم لکون خالتھا عندہ تطییبا لقلوبھم کما قال اللہ تعالیٰ : "اذ یلقون اقلامھم ایھم یکفل مریم" (سورۃ (۳) آل عمران ، آیت : ۴۴) و کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرع بین النساء اذا اراد السفر تطییبا لقلوبھن

(جلد۸، صفحہ: ۳۶۴، ۳۶۵، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی کیا غور نہیں کیا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے ایسی ہی صورت حال میں کشتی والوں کے ساتھ قرعہ اندازی فرمائی تھی ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : " تو قرعہ ڈالا تو دھکیلے (ہارے) ہوؤں میں ہوا۔ " یہ اس لیے کہ انہوں نے جان لیا تھا کہ وہی مطلوب ہیں لیکن اگر وہ از خود اپنے آپ کو پانی میں ڈال دیتے تو یہ ایسی بات ہوتی جو انبیاء کرام کی شان کے لائق نہ ہوتی ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے قرعہ اندازی فرمائی ۔ اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام نے (حضرت) مریم (علیہا السلام) کی کفالت اپنے ہاتھ میں لینے کے معاملے میں " احبار " کے ساتھ محض ان کی دلجوئی کی خاطر قرعہ اندازی فرمائی تھی ۔ باوجودیکہ آپ جانتے تھے کہ ان (حضرت مریم علیہا السلام) پر زیادہ حق آپ ہی کا ہے کہ آپ ان کے خالو ہیں ۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا : (یاد کرو# (! جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ مریم کس کی پرورش میں رہیں " اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو (ساتھ لے جانے کے لیے) اپنی ازواج کے درمیان ان کی دلجوئی کی خاطر قرعہ اندازی فرماتے ۔

خلاصہ یہ ہے کہ انعامی بانڈ میں زیادت (اضافہ) مشروط نہیں ہے ، لہذا سود نہیں ہے اور اپنے پیسے میں کمی نہیں ہوتی ، لہذا جوا نہیں ہے اور لینے والا اپنی خوشی سے کچھ زیادہ دے دے ، وہ جائز ہے اور اس کے لیے قرعہ اندازی کرنا بھی جائز ہے تو انعامی بانڈ کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے ۔

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ پرائز بانڈ رکھنا اور اس کے انعامات جو حکومت کی طرف سے ہر ماہ دیئے جاتے ہیں وہ جائز ہیں یا ناجائز؟ نیز یہ انعامات جو مقررہ فیصد سود کی رقم کو جمع کر کے چند انعامی بانڈ رکھنے والوں کو دیئے جاتے ہیں وہ سود کی آمدنی گنی جائے، اسے جوا سمجھا جائے یا اس آمدنی کو جائز آمدنی تصور کیا جائے۔ ہم نے نیو ٹاؤن مدرسہ سے اس سلسلے میں فتوی لیا تو انہوں نے اس کو ناجائز بتایا ہے، فتوی استفتاء کے ساتھ منسلک ہے۔ براہ کرم مفصل جواب مع حوالہ سے آگاہ فرماکر ذہنی پریشانی سے نجات دلائیں۔

سائل: محمد انور، لطیف مارکیٹ، کراچی

الجواب:-

دس اور پانچ روپے کے پرائز بانڈ خریدنا اور ان پر انعام لینا جائز ہے۔ شریعت نے حرام مال کی کچھ صورتیں مقرر کی ہیں جو یہ ہیں:

(۱) کسی کا مال چوری، غصب، ڈکیتی وغیرہ یا اور کسی ناجائز طریقے پر لے لیا جائے،

(۲) جوئے میں مال حاصل کیا جائے،

(۳) سود میں لیا جائے،

(۴) یا یہ کہ بیع باطل میں قیمت لی جائے۔

پرائز بانڈ میں ان میں کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ جوئے میں اپنا مال یا چلا جاتا ہے یا زائد مل جاتا ہے۔ پرائز بانڈ میں یہ صورت نہیں ہے۔ اور سود کی تعریف یہ ہے۔

الزیادة المشروطة فی العقد

یعنی قرض دیتے وقت یہ شرط رکھی جائے کہ زیادہ لوٹائے گا اور اگر قرض دیتے وقت شرط نہ کیا مگر قرض لینے والے نے اپنی طرف سے کچھ زیادہ لوٹا دیا تو یہ بھی جائز ہے۔ پرائز بانڈ میں ایسی کوئی شرط نہیں ہے۔ گیارہ روپے کا بانڈ اس وجہ سے ناجائز ہے کہ وہ لاٹری کے بعد دس روپے کا رہ جاتا ہے اور اس کی مالیت میں سے ایک روپیہ کم ہو جاتا ہے اس لیے وہ جوئے کے حکم میں ہے اور ناجائز ہے۔

مفتی ولی حسن کا فتوی عدم جواز

انعامی بانڈ کو خریدنا اور اس سے انعام حاصل کرنا ناجائز ہے۔ انعامی بانڈ دراصل وہ قرضے ہیں جن کو مرکزی حکومت یا صوبائی حکومتیں جاری کرتی ہیں اور اس پر سود دیتی ہیں۔ پہلے اس شخص کو دیا کرتی تھیں جو رقم جمع کراتا تھا اب قرعہ اندازی کے ذریعہ ان میں سے بعض لوگوں کو دیتی ہیں۔ گویا پہلے صرف سود تھا اب اس کے ساتھ قمار بھی شامل ہوگیا۔ مجیب کا یہ کہنا کہ اس میں کوئی شرط نہیں ہے غلط ہے کیونکہ شرط کے لیے طے کرنا ہی ضروری

نہیں ہے بلکہ المعروف کالمشروط فقہ کا مسلمہ اصول اور قاعدہ ہے۔

الغرض جواب مندرجہ بالا غلط ہے اور انعامی بانڈ خریدنا اور اس کے ذریعہ انعام حاصل کرنا جائز نہیں۔

مفتی ولی حسن، مدرسہ نیو ٹاؤن 80-9-14

مفتی ولی حسن کا رد

پرائز بانڈ کے بارے میں ہم نے جو فتوی دیا ہے وہی صحیح ہے۔ نیو ٹاؤن مدرسہ سے مفتی ولی حسن صاحب نے اس فتوی کے خلاف جو فتوی دیا ہے اس میں دو وجہیں بیان کی ہیں: ایک یہ کہ سود ہے اور دوسری یہ کہ قمار ہے۔ قمار کے معنی جوئے کے ہیں اور جوئے کا مفہوم ہر انسان جانتا ہے کہ اس میں ہارنے والے کا مال چلاجاتا ہے اور جیتنے والا اپنے مال کے ساتھ زیادہ مال حاصل کر لیتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ مفتی ولی حسن صاحب نے جوئے کا صحیح مفہوم نہیں سمجھا۔ تفسیر روح البیان اور تفسیر روح المعانی میں ابن سیرین سے منقول ہے:

کل شی فیہ خطر فھو من المیسر

(تفسیر المیسر (سورۃ (۲) البقرۃ، ۲۱۹)

یعنی جس چیز میں مال چلے جانے کا خطرہ ہو وہ جوا ہے۔

کتاب التعریفات میں قمار کی تعریف یہ کی گئی ہے:

کل لعب یشترط فیہ غالبا من المتغالبین شی من المغلوب

(زیر مادہ "قمار")

یعنی جوا ہر وہ کھیل ہے جس میں یہ شرط اکثر ہوتی ہے کہ دونوں غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرنے والوں میں سے مغلوب سے غالب کو کچھ ملے گا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ جوا اس کھیل کو کہتے ہیں جس میں اپنا مال خطرے میں ڈال کر اس طرح بازی لگائی جاتی ہے کہ یا تو اپنا مال بھی چلا جائے گا یا دوسرے سے کچھ لے کر آئے گا۔

پرائز بانڈ میں اس کا وجود نہیں ہے۔ لہذا اس کو قمار کہنا ایسا ہی ہے جیسے دن کو رات کہہ دیا جائے۔

اس کو سود کہنے کے متعلق ہم نے اپنے فتوی میں لکھا تھا کہ سود کی تعریف فقہاء نے یہ کی ہے:

الزیادۃ المشروطۃ فی العقد

یعنی قرض دیتے وقت کچھ زیادہ لوٹانے کی شرط طے کر لی جائے۔

اور یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ گورنمنٹ نے اس قسم کی کوئی شرط نہیں رکھی کہ جو پرائز بانڈ خریدے گا اس کو کچھ زیادہ دیا جائے گا۔

مفتی ولی حسن صاحب نے یہاں الزیادۃ کالمشروط سے استدلال کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس قاعدہ کا مطلب ہی نہ سمجھے۔ اس کا مطلب تو یہ تھا کہ اگر زیادہ دینا ہر خریدار کو شرط کرے تو یہ سود ہوتا لیکن شرط نہ کر کے بھی ہر خریدار کو از خود حکومت کچھ نہ کچھ زیادہ دینے کا عمل کرتی تو یہ معروف ایسا ہی ہو جاتا کہ جیسے شرط ہوتی

ہے مگر یہاں کچھ لوگوں کو زیادہ دیتی ہے اور باقی کو نہیں اور کسی کا اس پر دعویٰ و اعتراض بھی نہیں لہذا یہاں ایک سا عمل ہی نہیں ہے۔ تو جس کا وجود ہی نہیں ہے وہ معروف کیسے بنا اور پھر وہ مشروط کے درجہ میں کیسے پہنچ گیا؟

مفتی ولی حسن صاحب نے معدوم کو موجود ہی نہیں معروف بھی قرار دے دیا۔ بہر صورت مفتی صاحب کی دونوں دلیلیں غلط ہیں اور انھوں نے زبردستی حلال کو حرام بنایا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

حرام

انشورنس کمپنی میں ملازمت کرنا

الاستفتاء:-

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مندرجہ ذیل مسئلے کا جواب عنایت فرمائیں، عین نوازش ہوگی، مسئلہ یہ ہے کہ میں اسٹیٹ لائف انشورنس میں ٹائپسٹ کی حیثیت سے کام کرتا ہوں اور میرا تعلق جس شعبے سے ہے، اس کا تعلق سودی لین دین اور سود کھاتے وغیرہ بنانے سے بالکل نہیں ہے۔ کیونکہ اس شعبے کا کام اسٹیٹ لائف کے ملازموں کی خدمات انجام دینا ہے۔ یعنی انکو چھٹیاں دینا، نئے آنے والے ملازموں کو (جس شعبے میں ان کی ضرورت ہو) لگانا۔ انکو دفتری سامان مثلاً کمپیوٹر، ٹائپ رائٹر وغیرہ فراہم کرنا۔ ملازموں کو گھر وغیرہ بنانے کے لیے قرض دینا وغیرہ شامل ہے اور کسی بھی قسم کی انشورنس پالیسی سے ہمارے شعبے کا بالکل تعلق نہیں تو کیا اس صورت میں میری نوکری جائز ہے یا حرام؟

سائل: محمد زمزم رضا قادری

الجواب:-

اسٹیٹ لائف انشورنس کے تمام سرمائے کا حصول ناجائز طریقہ سے ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں اسٹیٹ لائف انشورنس میں کوئی ملازمت جائز نہیں۔

شئیرز کی خرید و فروخت

الاستفتاء:-

شریعت اسلامی۔ شئیرز کی خرید و فروخت اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کے بارے میں کیا کہتی ہے؟ شئیرز کیا ہے؟ کسی بھی کمپنی کی جانب سے عوام کو نفع نقصان کی بنیاد پر سرمایہ کاری کے لیے مدعو کیا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے درخواستیں جمع کرائی ہیں۔ شئیرز کی تعداد محدود ہونے کی وجہ سے ان کے درمیان قرعہ اندازی ہوتی ہے۔ جن افراد کے نام قرعہ اندازی میں نکلتے ہیں۔ ان کے نام شئیر سرٹیفیکیٹ کمپنی جاری کردیتی ہے۔ یہ سرٹیفیکیٹ فوراً ہی اسٹاک ایکسچینج میں منافع کے ساتھ بک جاتے ہیں۔ اور اس طرح چند دن میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی آمدنی ہوجاتی ہے۔ اور جن کے نام قرعہ اندازی میں نہیں نکلتے بنک ان کی رقم واپس کردیتا ہے۔ گویا ہم قسمت سے ساتھ اپنی رقم کی چند دن کی سرمایہ کاری کی قیمت وصول کرتے ہیں۔ جبکہ کمپنی ان پر منافع کا اعلان سال بھر بعد کرتی ہے۔ اس صورتِ حال میں شئیرز کی شرعی حیثیت کیا بنتی ہے؟ جواب سے الجھن دور فرما کر ممنون فرمائیں۔

سائل: مرزا منصور بیگ، نارتھ کراچی، کراچی

الجواب:-

کسی کمپنی کے شئیرز خریدنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اس کمپنی کے ایک حصہ کو خرید لیا ہے اور آپ اس حصہ کے مالک ہوگئے اور وہ کمپنی جو جائز و ناجائز کام کرے گی اسمیں آپ بھی حصہ دار ہوں گے۔ جتنی کمپنیاں قائم ہوتی ہیں۔ وہ اپنے شئیرز کے اعلان کے ساتھ مکمل تفصیلات بھی شائع کردیتی ہیں کہ یہ کمپنی کتنے سرمایہ سے قائم کی جائے گی، اسمیں غیر ملکی سرمایہ کتنا ہوگا اور ملکی قرضہ کتنا ہوگا اور کمپنی قائم کرنے والے اپنا کتنا سرمایہ لگائیں گے اور کتنے سرمایہ کے شئیرز فروخت کیے جائیں گے۔ لہٰذا شئیرز خریدنے والا اس سود کے لین دین میں شریک ہو جائے گا۔ جس طرح سود لینا حرام ہے اسی طرح سود دینا بھی حرام ہے تو وہ شئیر خریدنا بھی حرام ہے۔ اسکے علاوہ شئیرز مارکیٹ میں عام طور پر سٹہ ہوتا ہے۔ جو جوا ہے وہ بھی حرام ہے۔

موجودہ دور میں جو شئیرز کا کاروبار ہورہا ہے وہ محرمات کا مجموعہ ہے۔ ان میں ایسی کمپنیوں کا شئیرز بھی فروخت ہورہا ہے جن کا ابھی وجود بھی نہیں ہے، صرف پروگرام ہے اور بعض شئیرز جو خریدے جاتے ہیں اور قبضہ کئے بغیر فروخت کر دیے جاتے ہیں یہ بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ احادیث میں صراحتاً بغیر قبضہ کے کسی چیز کو فروخت کرنے کی ممانعت ہے۔ اور جو چیز موجود ہی نہیں ہے اسکی بیع "باطلِ محض" ہے۔

حرام کمائی کا حکم

الاستفتاء:-

ایک شخص نے ناجائز طریقے سے مثلاً جوا کھیل کر ایک لاکھ روپیہ کمایا بعد ازیں اس نے یہی ایک لاکھ روپے جائز کام میں لگائے اور اس کو اس جائز کام سے دس لاکھ روپے ملے۔ وہ دس لاکھ روپے اس کے اوپر حلال ہیں یا حرام؟

الجواب:-

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا ایها الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون

(سورۃ(۵)المائدۃ، آیت: ۹۰)

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے شیطانی کام، ناپاک ہی ہیں، تو ان سے بچے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔

لہٰذا جو روپیہ جوئے کے ذریعے کمایا وہ حرام ہے اور اس ناجائز کمائی کے ذریعے جو کمایا گیا وہ بھی حرام۔ جوئے میں روپیہ جس شخص سے حاصل کیا ہے اگر معلوم ہے تو اس کو لوٹا دیا جائے اور اگر معلوم نہ ہو تو جوئے میں حاصل کیا ہوا روپیہ اور وہ روپیہ بھی جو اس کے ذریعے حاصل کیا گیا ہے، ایسے لوگوں پر جو مستحقین زکوٰۃ ہیں، بغیر نیتِ ثواب خرچ کر دیا جائے۔

سنیما کی آمدنی کا حکم

الاستفتاء:-

سنیما ہاؤس کی آمدنی کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب:-

سنیما محرمات کا مجموعہ ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے: مومن کا ہر برا کام باطل ہے۔ عورت کی تصویری نمائش حرام، اجنبی عورت کی آواز بلا ضرورت سننا حرام اور باجے گانے بھی حرام۔ اتنے محرمات اور مخربِ اخلاق کاموں سے پیسہ کمایا جائے تو وہ بھی حرام ہے۔

رہن رکھی چیز سے فائدہ اٹھانا

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید اپنی زمین دس ہزار روپے کے بدلے میں عمر کو بطور رہن دیتا ہے اور عمر کو اس بات کی بھی اجازت دیتا ہے کہ تم اس زمین کو کاشت کرو اور آمدنی میں دسواں حصہ میرا ہے۔ عمر اگر زمین کو کاشت نہیں کرتا تو زمین بنجر ہوتی ہے، اس وجہ سے عمر زمین کو کاشت کرتا ہے، اس کا دسواں حصہ زید کو دیتا ہے اور باقی حصہ خود کھاتا ہے۔ ازروئے شرع کیا عمر اس آمدنی کو کھا سکتا ہے یا کہ نہیں؟ اور کیا یہ آمدنی سود میں شامل ہوتی ہے یا کہ نہیں؟

سائل: نصیب زر چشتی، گاؤں بھولو، مانسرہ

الجواب:-

جس کے پاس رہن رکھا جائے وہ رہن رکھی ہوئی چیز سے کوئی نفع نہیں اٹھا سکتا۔ رہن پر کسی بھی طرح کا نفع اٹھانا سود ہے۔ رہن رکھنے والا رہن کو کرایہ پر بھی نہیں دے سکتا اور نہ کسی دوسرے شخص کو دے سکتا ہے۔ اور اگر مرتہن کی اجازت سے کسی دوسرے کو کرایہ پر دے دیا یا خود مرتہن کو کرایہ پر دے دیا تو رہن ختم ہو جائے گا اور یہ اجارہ کا عقد ہوگا۔ پھر اجارہ کی مدت ختم ہوجانے کے بعد نئے سرے سے عقد کرنا ہوگا۔ درمختار میں ہے:

بخلاف الاجارة والبيع والهبته والرهن من المرتهن او من اجنبى اذا باشرها احدهما باذن الاخر حيث يخرج عن الرهن ثم لايعود الا بعقد مبتداء

(درمختار، جلد:۵، صفحہ:۳۶۴، باب التصرف فی الرھن والجنایة علیہ، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص زید سے بیس ہزار روپیہ لیتا ہے اور اپنا مکان زید کو دیتا ہے اور کہتا ہے کہ جب تک میں بیس ہزار روپیہ تمہیں واپس نہ کردوں، مکان تمہارے قبضہ میں رہے گا لیکن ہر ماہ مکان کا کرایہ، پچاس روپے لوں گا۔ تو کیا زید کے لیے یہ جائز ہے کہ اسے جب تک روپیہ واپس نہ مل جائے، اس مکان میں رہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔

سائل: منیر احمد، متعلم دار العلوم امجدیہ

الجواب:-

رہن میں رکھی ہوئی چیز سے کوئی نفع اٹھانا سود ہے، اس لیے یہ حرام ہے۔ رہن رکھے ہوئے مکان کو اس لیے کم کرایہ پر لینا کہ مالک مکان کو قرض دیا ہے، یہ بھی ناجائز ہے۔ اسلام میں مسلمان کے ساتھ ہمدردی کا

درس دیا گیا ہے ، اس لیے مالداروں کو حکم ہے کہ وہ حاجت مند مسلمان کو قرض دے دیں اور قرض کی وصولی کو یقینی بنانے کے لیے کوئی چیز رکھ لیں تاکہ ان کا قرض مارا نہ جائے ۔ تاہم اس (رہن) سے کسی قسم کا نفع اٹھانا ممنوع ہے ۔

پگڑی کی شرعی حیثیت

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ آج کل نئی بلڈنگ کے مکمل ہونے کے بعد بلڈنگ کا مالک اس کو فروخت کر دیتا ہے ازانکہ اس نے بلڈنگ کے فلیٹ اور دکانیں پگڑی پر دیئے ہوئے ہوتے ہیں ، اس بلڈنگ کو خریدنا کیسا ہے ؟ ایسی بلڈنگ کے فلیٹس اور دکانوں کا کرایہ لینا کیسا ہے ؟ نیز پگڑی پر لینے والا آگے کسی دوسرے کو پگڑی پر دینا چاہے تو بلڈنگ کا مالک دس فیصد سے پچیس فیصد رسید تبدیل کرنے کے لیتا ہے ۔ تبدیلی رسید کا روپیہ لینا کیسا ہے ؟ اور اس رقم کو دینی کاموں مثلاً مسجد یا مدرسہ کی تعمیر اور کسی غریب یا بیوہ عورت کی مدد کے لیے خرچ کرنا کیسا ہے ؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت کیجئے ۔

سائل : محمد سکندر قادری

الجواب:-

بیع کے صحیح ہونے کے بعد بیچنے والے پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اس چیز کو خریدار کے قبضہ میں دے دے ۔ جب قبضہ دے دے گا تو قیمت کا مطالبہ کرے گا ۔ اور خریدار پر لازم ہو گا کہ وہ قبضہ کے بعد قیمت ادا کر دے ۔ لہٰذا وہ مکان جو بیچا گیا جب پہلے سے کرایہ پر اٹھا ہوا ہے اور خریدار یہ کہہ دے کہ جب خالی ہو جائے تو قبضہ دے دینا اس طرح بیع تو ہو جائے گی مگر یہ مکان چونکہ کبھی خالی نہیں ہو سکتا اور خریدار کبھی اس پر قبضہ نہیں کر سکے گا تو خریدار اگر ان کرایہ داروں کو اپنا کرایہ دار تسلیم کرلے تو بیع صحیح اور باقی رہ جائے گی ورنہ نہیں ۔

پگڑی لینا حرام ہے اور مالک مکان کا رسید تبدیل کرنے کے نام پر کچھ فیصد لینا حرام مال میں شرکت کرنا ہے ، لہٰذا یہ بھی حرام ہے ۔ حرام مال نہ اپنی ذات پر خرچ کیا جا سکتا ہے اور نہ دینی کاموں میں ۔

پگڑی کسی صورت میں جائز نہیں

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ پگڑی کے مکان و دکان کی خرید و فروخت کیوں منع ہے ؟ پگڑی کے مکان یا دکان کی قیمت بڑھ جانے سے اس کا منافع لینا شرعاً کیسا ہے ؟ اگر لے لیا تو شرعاً اس کا

کیا حکم ہے ؟

پگڑی کے مکان یا دکان کو بیچتے وقت اس میں کوئی چیز رکھدی جائے مثلاً میز ، کرسی ، پنکھا یا کوئی اور قیمتی چیز اور کہا جائے کہ مکان کی قیمت اتنی ہے اور اس مال کی قیمت اتنی ۔ مگر مکان آپ کو ان چیزوں کے ساتھ لینا ہوگا ۔ مثلاً مکان کی قیمت 4 لاکھ اور ان چیزوں کی قیمت 2 لاکھ اس طرح کل قیمت دکان اور سامان کی 6 لاکھ آرہی ہے ۔

برائے کرم اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں ۔

سائل : محمد سلیم قادری

الجواب:-

بیع کے معنی ہیں مال کو باہمی رضامندی کے ساتھ بدلنا یعنی قیمت اور بیچی جانے والی چیز دونوں مال ہوں تو بیع درست ہوگی ۔ پگڑی میں روپیہ جس کے بدلے میں دیا جاتا ہے وہ قبضہ ہے ۔ یعنی کرایہ دار جس دکان یا مکان پر قابض ہے وہ اس کے قبضہ کو پگڑی لے کر یہ مکان یا دکان کسی کے حوالے کر دیتا ہے ۔ وہ مکان یا دکان اسی کی ملکیت رہتی ہے ، صرف کرایہ دار بدل جاتا ہے ۔ یعنی جو پہلے مالک تھا ، ملکیت اب بھی اسی کی ہے صرف کرایہ دار بدل گیا ہے ۔ یہ قبضہ کی بیع ہے اور شرعاً باطل ہے اس لیے کہ مال کے بدلے میں مال نہیں دیا گیا۔

بیع باطل کا حکم یہ ہے کہ بیچنے والا قیمت کا مالک نہیں ہوتا ، جو قیمت اس نے اس طرح کی بیع میں لی ہے اگر خریدار کو واپس نہ کی تو عمر بھر اس کا لوٹانا واجب رہے گا ۔ یہ حرام مال ہے اور اس سے نفع اٹھانا بھی حرام ہے ۔

اس طرح کے حیلوں سے بھی پگڑی جائز نہیں ہوتی اس لیے سوال میں جو صورت لکھی ہے یہ بھی جائز نہیں ہے ۔

پگڑی اور ایڈوانس لینے کا حکم

الاستفتاء:-

جناب مفتی صاحب !
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں آپ سے چند مسائل دریافت کرنا چاہتا ہوں ، قرآن وسنت کی روشنی میں مسائل کو حل فرمائیں ۔ مہربانی ہوگی ۔

ایک شخص ایک پلازہ تعمیر کرتا ہے ۔ پلازہ کی تعمیر پر 40 لاکھ روپے خرچ ہوتے ہیں ۔ پلازہ میں تقریباً سو دکانیں ہیں اور ہر دکان سے پلازہ کا مالک 60 ہزار روپے پگڑی یا ایڈوانس کی صورت میں وصول کرتا ہے اور ماہانہ کرایہ

150 روپے رکھتا ہے۔ اس طرح مالک کو پلازہ کی تعمیر سے پگڑی یا ایڈوانس کی صورت میں 60 لاکھ روپے وصول ہوئے۔ مالک کو پلازہ کی تعمیر سے جو مبلغ 20 لاکھ روپے اضافی رقم وصول ہوئی یہ اس شخص کے لیے جائز ہے یا حرام؟ نیز ان 20 لاکھ روپے سے مزید کاروبار کرتا ہے اور منافع حاصل کرتا ہے تو کیا حکم ہوگا؟

سائل: عبدالحمید

الجواب:-

پگڑی حرام ہے اور جو ایڈوانس لیا وہ لوگوں کا اس شخص کے ذمہ قرض ہے۔ جب وہ دکان چھوڑیں گے تو جتنا باقی ہوگا وہ انھیں واپس کرنا ہوگا۔ پگڑی کی رقم سے کاروبار کرنا اور نفع حاصل کرنا بھی جائز نہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

احل اللہ البیع و حرم الربٰوا

(سورۃ(۲)البقرۃ، آیت:۲۷۵)

یعنی اللہ نے بیع کو حلال فرمایا اور ربٰوا کو حرام۔

کفار نے یہی اعتراض کیا تھا کہ تجارت میں نفع ہوتا ہے اور ہم سود پر قرضہ دے کر نفع لیتے ہیں۔ ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

بیمہ کے ناجائز ہونے کا بیان

الاستفتاء:-

بیمہ زندگی کا منصوبہ، جس میں معینہ مدت کے اندر تین ادائیگیاں کرنی پڑتی ہیں اور ادا کردہ رقم زیادہ واپس کی جاتی ہے، اس معاہدے پر کہ حالتِ حادثہ میں بیمہ شدہ شخص کو حادثے کی نوعیت کے مطابق مدد دی جائے گی اور نقد معاوضہ دیا جائے گا، جبکہ بصورتِ نقصانِ زندگی بیمہ دہندہ کے ہدایت کردہ لواحقین کو رقم دی جائے گی تاکہ وہ اپنی گزر اوقات کر سکیں۔ مزید برآں اصول امداد باہمی کے تحت بیمہ شدہ شخص کو 10 فیصد سالانہ منافع کے ساتھ ادائیگی کی شرط پر قرضہ کی سہولت بھی حاصل ہے۔

جائیداد و املاک وغیرہ میں ایک شخص اپنی املاک و جائیداد کو مختلف خطرات سے ہونے والے نقصانات سے بچانے کا بیمہ کرواتا ہے جس کے لیے وہ کمپنی کو کچھ معاوضہ دے کر سال بھر کے لیے اپنی املاک و جائیداد کا بیمہ کروا لیتا ہے۔ ایک سال گزرنے پر اس کی ادا کی ہوئی رقم واپس نہیں ملتی۔ ہاں اگر اس اثناء میں بیمہ شدہ املاک کو کوئی گزند پہنچے یا نقصان سے دوچار ہوں تو نقد رقم کی صورت میں اس کا ازالہ کر دیا جاتا ہے۔ کیا یہ سب کام کرنے والے ادارے، ان کے ایجنٹ اور ملازمین جائز طور پر پیسہ کماتے ہیں یا حرام طور پر؟

الجواب:-

ہر قسم کا بیمہ ناجائز ہے۔ اسلام کا قاعدہ یہ ہے کہ جو کسی کا مالی نقصان کرے گا وہی ضامن ہوگا اور بقدر نقصان تاوان دے گا۔ قرآن کریم میں ہے:

فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ماعتدیٰ علیکم

(سورۃ (۲) البقرۃ، آیت: ۱۹۴)

یعنی جو تم پر زیادتی کرے تم اس پر زیادتی کرلو (لیکن) اسی قدر جتنی زیادتی اس نے تم پر کی ہو۔

لہٰذا چوری، ڈکیتی، آگ لگنے اور ڈوبنے وغیرہ کا بیمہ ناجائز ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ جب مال کا نقصان انشورنس کمپنی نے نہیں کیا تو وہ تاوان کیوں دے گی؟ پھر زندگی کے اور دیگر ہر قسم کے بیمے میں جوا بھی شامل ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ زندگی کے بیمے کی کتنی قسطیں ادا کرے گا کہ موت آجائے گی اور وہ پوری رقم (جتنے کا بیمہ تھا) اس کے وارثوں کو مل جائے گی۔ اور اگر زندہ رہ گیا تو دی ہوئی رقم مع سود کے واپس مل جائے گی۔ غرض یہ کہ بیمہ، محرمات کا مجموعہ ہے۔ اب یہ کہا جارہا ہے کہ ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لیے لوگوں سے جو روپیہ لیا جاتا ہے وہ ان لوگوں کو دے دیا جاتا ہے جن کا نقصان ہوتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو جتنا روپیہ وصول کیا جاتا ہے وہ ان لوگوں کی اجازت سے جن سے لیا گیا ہے، اگر نقصان زدہ لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے تو پھر انشورنس کمپنیاں کروڑوں روپے سالانہ کہاں سے کماتی ہیں؟ معلوم ہوا کہ یہ عذر صرف لوگوں کو بیوقوف بنانے کے لیے گھڑے گئے ہیں۔

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ از روئے اسلام بیمہ زندگی جائز ہے یا نہیں؟ اگر بیمہ زندگی خریدا جائے تو کیا اس میں مضائقہ ہے؟

المستفتی: قاضی محمد خلیل

الجواب:-

بیمہ ناجائز ہے۔ زندگی کے بیمے میں کمپنی بیمہ کروانے والے کی زندگی میں یا اس کے مرنے کے بعد جو ادائگی کرے گی اس میں سے جتنا اس شخص نے ادا کیا تھا، محض اسی قدر روپیہ کمپنی سے لینا جائز ہے اور جس قدر کمپنی نے زائد دیا وہ سود ہے، اس کا لینا جائز نہیں اور اگر لے لیا تو یہ اصل سے زائد رقم کسی غریب کو بغیر نیتِ ثواب دے دینا واجب ہے۔

الاستفتاء:-

بیمہ زندگی کروانا اور بیمہ پالیسی پر جو منافع متعلقہ کمپنیاں دیتی ہیں، لینا اور وفات کے بعد جو پیسہ بیمہ پالیسی کے ضمن میں اہل خانہ کو ملتا ہے، اس کا لینا جائز ہے یا ناجائز؟ فتویٰ صادر فرمائیں۔

سائل: راشد اختر صدیقی، لانڈھی، کراچی

الجواب:-

بیمہ ناجائز ہے۔ زندگی کے بیمے میں متعلقہ کمپنی بیمہ شدہ شخص کی زندگی میں یا اس کے مرنے کے بعد جو ادائیگی کرے گی اس میں سے جس قدر اس شخص نے ادا کیا تھا اتنا ہی روپیہ کمپنی سے لینا جائز ہے۔ اور جو زیادہ لیا وہ سود ہے، اس کا لینا جائز نہیں۔ اگر لے لیا ہے تو اس کو بلا ارادہ صدقہ و ثواب کسی مستحق شخص کے حوالے کر دینا واجب ہے۔ بیمہ زندگی کے علاوہ کسی قسم کے بیمے میں کوئی کلیم نہیں لیا جا سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

الاستفتاء:-

بخدمت جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ازراہ کرم زندگی کے بیمہ کے متعلق شرعی فتویٰ صادر فرمائیں۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر یہ نیت کی جائے کہ ہم اپنی اولاد، بیوی، والدین وغیرہ کے لیے ایک جبری بچت کرتے ہیں تاکہ اچانک حادثہ یا موت کی صورت میں ورثاء کے لیے ایک سہارا میسر آجائے۔

برائے کرم تفصیل سے مطلع فرمائیں۔

سائل: عبدالعزیز حبیب

الجواب:-

شریعت کا قاعدہ ہے کہ:

المال بالمال

مال کے بدلے میں مال لیا جا سکتا ہے۔

یعنی کسی کا مال ضائع ہو جائے تو ضائع کرنے والے سے اس کا تاوان لیا جائے گا۔ بیمہ کی حقیقت یہ ہے:

مثلاً کسی نے بیس سال کے لیے بیمہ کروایا اور ہزار روپیہ سالانہ اس کی قسطیں ادا کرنا طے پائیں۔ اگر یہ شخص بیس سال تک زندہ رہا تو اس کو بیس ہزار روپے یکمشت مل جائیں گے اور اس بیس ہزار روپے کا متذکرہ مدت کا سود بھی اس کو ملے گا اور اگر بیس سال سے پہلے مرگیا تو بھی اس کے معینہ وارثوں کو بیس ہزار روپے مل جائیں گے یہ دونوں صورتیں حرام ہیں۔ پہلی صورت میں سود لیا جو حرام ہے۔ دوسری صورت میں اس نے ادا تو کیے تھے دوچار ہزار روپے اور اس کے وارثوں کو ملیں گے بیس ہزار روپے۔ اس نے جتنے ادا کیے تھے وہ اس کا حق تھا اور جتنے زیادہ لیے وہ دوسروں کا مال، باطل طریقے پر لیا جو حرام ہے۔ جن لوگوں نے جواز کے فتوے دیئے ہیں وہ بیمہ کی حقیقت ہی نہیں سمجھتے۔ اسلام بچت کی تعلیم ضرور دیتا ہے اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ انسان اپنی آمدنی کا کچھ حصہ مستقبل کے لیے بچا کر رکھے، مگر بیمہ کو بچت قرار دینا محض غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ بیمہ جائز ہونے کی کوئی صورت نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

الاستفتاء:-

ایک دوست بیمہ ایجنٹ کے طور پر کام کرتے ہیں۔ انھوں نے انشورنس پالیسی میرے لیے خریدلی میں اس کاروبار کو سودی تصور کرتا ہوں لیکن ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ کاروبار بغیر سود کے بھی ہوسکتا ہے اور اس کی تفصیل وہ یہ بتاتے ہیں۔

سودی پالیسی کا طریقہ کار یہ ہے کہ اگر کوئی شخص 50,000 ہزار کی پالیسی لیتا ہے تو اس کو 20 سال کے بعد ایک لاکھ سات ہزار روپے ملیں گے اور اگر وہ شخص خدانخواستہ فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء کو 50,000 روپے کی پالیسی اور جتنا اس نے بیمہ ادا کیا ہے اس کا منافع ملے گا۔ جبکہ غیر سودی پالیسی کا طریقہ یہ ہے کہ اگر 50,000 کی پالیسی ہے تو متعلقہ شخص کو 20 سال بعد 50,000 روپے جو اس نے ادا کئے صرف وہی ملیں گے۔ لہٰذا جواب طلب امر یہ ہے کہ آیا میں اپنے بچوں کے لیے غیر سودی پالیسی خرید سکتا ہوں یا نہیں؟ جبکہ میرا اپنا اس میں کوئی لالچ نہیں ہے۔ بلکہ یہ بیمہ بھی ادا کرتا ہے۔ یا یوں کہہ لیں کہ میں ان کے کاروبار میں معاونت کر سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب:-

قرآن کریم کے واضح حکم کے مطابق سود مطلقاً حرام ہے:

و احل اللہ البیع و حرم الربٰوا

(سورۃ (۲) البقرۃ، آیت: ۲۷۵)

حالانکہ حلال فرمایا اللہ تعالیٰ نے تجارت کو اور حرام کیا سود کو۔

لہٰذا انشورنس کا طریقہ کار سودی ہے تو ظاہر ہے کہ حرام ہے۔

دوسرا طریقہ کار جسے آپ نے غیر سودی لکھا ہے دراصل آپ نے اس کی تشریح غلط کی ہے۔ اگر پچاس ہزار روپے کی پالیسی پر مدت پالیسی گزرنے کے بعد بھی اتنا ہی روپیہ کمپنی دیتی ہے جتنا روپیہ بیمہ کروانے والے نے جمع کیا تھا تو ظاہر ہے کہ کوئی شخص اپنا روپیہ انشورنس کمپنی کو کس لیے دے گا جبکہ کوئی فائدہ بھی نہ ہو۔ آپ نے جو حصہ چھوڑ دیا ہے وہ یہ ہے کہ مدت پوری ہونے سے پہلے بیمہ کروانے والے کی موت واقع ہو جائے جب بھی کمپنی پچاس ہزار روپے دے گی۔ اور یہ جوا ہے۔ لہٰذا پالیسی متذکرہ دونوں صورتوں میں حرام ہے۔

حرام کام کا ارتکاب کرنا بھی جرم ہے اور اس سلسلے میں کسی کی مدد و معاونت بھی قرآنی تعلیمات کے سراسر منافی ہے:

ولاتعاونواعلی الاثم والعدوان

(سورۃ(۵)المائدۃ،آیت:۲)

اور باہم مدد نہ کرو گناہ اور زیادتی پر۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ پر اس معاونت سے کنارہ کشی اور اجتناب لازم ہے۔

سود کا حکم

الاستفتاء:-

محترمی و مکرمی جناب مفتی صاحب، قبلہ!

بنک میں جو رقوم جمع رہتی ہیں ان پر بنک معینہ مدت پر مقررہ شرح سے سود ادا کرتا ہے جسے وہ کھاتہ دار کے کھاتے میں جمع کر دیتا ہے سود چونکہ حرام ہے اور مسلمان کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں لہٰذا براہ کرم راہبری فرمائیں کہ اس سود کی رقم کو جو کہ بینک نے کھاتہ دار کے کھاتے میں ڈال دی ہے کہاں اور کیسے خرچ کیا جائے؟

سائل: اعجاز الحسن زیدی

الجواب:-

سود کے معاملے میں کرنا تو یہ چاہیے کہ سیونگ اکاؤنٹ کھولا ہی نہ جائے یا بنک والوں کو پہلے ہی مطلع کر دیا جائے کہ میرے اکاؤنٹ میں سود نہ لگایا جائے تاکہ سود لینے والوں کی فہرست میں اس کا نام ہی نہ آئے۔ لیکن اگر ایسا نہ کیا گیا اور کسی کے کھاتے میں سود شامل کر دیا گیا تو اب اس کا طریقہ یہ ہے کہ سود کی وہ رقم کسی غریب حاجت مند کو جو زکوٰۃ لینے کا مستحق ہے، مالک بنا کر دے دی جائے اور اس عمل میں ثواب کی نیت نہ رکھی جائے کہ

حرام مال ثواب کا ذریعہ نہیں بن سکتا ، بلکہ یہ نیت کرے کہ میرے مال میں جو گندگی شامل ہو گئی تھی اس کو نکال کر اپنا مال پاک کر رہا ہوں ۔ اس سود کے روپے کو کسی ایسے کام میں خرچ نہیں کر سکتے. جہاں کوئی مالک نہیں ہوتا مثلاً مسجد ، مدرسہ ، کنواں اور راستہ وغیرہ بنانے میں صرف کرنا ۔ بلکہ شخصی ملکیت میں دینا ضروری ہے ۔

واللہ تعالیٰ اعلم

سود کا استعمال

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص بینک کا سود لے کر غریبوں کو خیرات کی نیت سے دیتا ہے اور وہ سود اسی لیے لیتا ہے کہ میرے نہ لینے پر غیر مسلم فایدہ اٹھائیں گے ۔ لہذا کیوں نہ لے کر غریبوں میں خیرات کر دیا جائے ۔ تو اس کا یہ قول و فعل صحیح ہے یا نہیں ؟

جواب عنایت فرمائیں ۔

سائل : علی صدد ، اورنگی ، کراچی

الجواب:-

سود لینا حرام ہے اور سیونگ اکاؤنٹ کھولنا بھی سود خوروں کی فہرست میں اپنا نام لکھوانے کے مترادف ہے ۔ لہذا اپنے حساب میں سود نہ لگانے کے لیے بنک کو لکھ کر دے دیں ۔ آپ کے نہ لینے سے وہ رقم بنک کے پاس رہے گی ، غیر مسلموں کے پاس نہیں جائے گی ۔ آزادی سے پہلے وہ رقم جو سود کی مد میں مسلمان نہیں لیتے تھے ، عیسائیت کے پھیلانے کے لیے خرچ کی جاتی تھی ۔ مگر اب وہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ اگر بمجبوری کسی کے حساب میں سود شامل کر دیا گیا ہے تو اتنی ہی رقم کسی غریب کی ملکیت میں دے دینا واجب ہے ۔ اس میں نیتِ ثواب نہیں کرے گا بلکہ ارادہ یہ ہو گا کہ جو گندگی میرے مال میں شامل ہو گئی ہے ، اس کو اپنے مال سے جدا کر رہا ہوں ۔

سود لینا حرام ہے

الاستفتاء:-

میرے خاندان کے ایک بزرگ کہتے ہیں : گورنمنٹ سود کے بغیر نہیں چل سکتی کیونکہ پاکستان قرضوں میں گھرا ہوا ہے جن سے نکلنا مشکل ہے ، اس لیے سود ایک مجبوری ہے اور اس کا لینا جائز ہے ۔ کیا یہ موقف صحیح ہے ؟

الجواب:-

سود حرام ہے اور حرام کو حلال کہنا کفر ہے۔ گورنمنٹ اگر سود لیتی ہے تو وہ غلط کرتی ہے۔ کسی کا ارتکابِ جرم دوسروں کے لیے وجہِ جواز نہیں ہوتا۔

غیر مسلم کو سود دینا

الاستفتاء:-

دارالحرب کے کفار کو سود دینا درست ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب:-

دارالحرب میں غیر مسلموں سے سود لینا جائز ہے البتہ دینا جائز نہیں۔ فقہ کی مشہور و متداول کتاب میں شیخ الاسلام مرغینانی نے حدیث شریف نقل کی ہے:

لاربوٰ بین المسلم والحربی فی دارالحرب

(ہدایہ آخرین، صفحہ: ۸٦، مطبوعہ قرآن محل۔ کراچی)

دارالحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان سود، سود نہیں ہوتا۔

اس حدیث کی سند پر اہل علم نے کلام کیا ہے اس لیے اس کی تقویت اور حکم ثابت کرنے کے لیے جو علت تلاش کی گئی وہ یہ کہ دارالحرب میں کافر کا مال اور جان دونوں مامون نہیں ہیں۔ ہر حربی مباح الدم اور مباح المال ہے۔ لہٰذا کافر کا مال مسلمان جب لے لے اور غدر اور دھوکے بازی نہ کی ہو تو اس کے لیے مالِ مباح ہے۔ اگرچہ کفار نے اس کا نام "سود" رکھ دیا ہو۔

لہٰذا اس علت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کافر حربی سے سود لینا تو جائز ہے مگر دینا جائز نہیں۔ اس لیے کہ مسلمان کا مال تو محفوظ و مامون ہے اسی لیے صاحب ہدایہ نے صرف لینے کی بات کی ہے۔ لکھتے ہیں:

لان مالهم مباح فی دارهم فبای طریق اخذه المسلم اخذ مالاً مباحاً اذا لم یکن فیه غدراً

(ہدایہ آخرین، صفحہ: ۸٦، مطبوعہ قرآن محل۔ کراچی)

اس لیے کہ کافروں کا مال ان کے ملک میں مباح و حلال ہے جس طریقہ سے بھی مسلمان نے اس مال کو حاصل کیا مالِ مباح و حلال ہی حاصل کیا جب اس میں دھوکا دہی نہ ہو۔

صاحبِ فتح القدیر نے بھی جو مثالیں بیان کیں وہ صرف مسلمان کے مال لینے کی ہیں، دینے کی کوئی مثال بیان نہیں کی۔ ان کا موقف و مسلک بھی یہی ہے:

وکذا اذا باع منهم میتةً او خنزیراً او قامرهم و اخذ المال یحل کل ذلک عند ابی حنیفه و

محمد رحمہما اللہ

(جلد : ٦ ، آخر باب الربٰوا ، صفحہ : ۱۷۷ ، مکتبہ رشیدیہ ، کوئٹہ)

اور اسی طرح جب کافروں کے ہاتھ مردار یا خنزیر بیچا یا جوا کھیلا اور مال (قیمت) لے لیا تو طرفین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک یہ سب حلال ہے۔

اور عنایہ میں علت یہ بیان فرمائی :

ولان مال اهل الحرب فی دارهم مباح بالاباحة الاصلية

(علی حاشیۃ فتح القدیر ، جلد : ٦ ، آخر باب الربٰوا ، صفحہ : ۱۷۸ ، مکتبہ رشیدیہ ، کوئٹہ)

کیونکہ اہل حرب کا مال ان کی ملکیت میں اباحتِ اصلیہ کے ساتھ مباح و حلال ہے۔

صاحبِ درمختار نے بھی علت وہی قرار دی اور صرف لینے کی بات کی ہے :

لان مالہ ثمۃ مباح فیحل برضاہ مطلقاً بلا غدر

(درمختار علی حاشیۃ ردالمختار ، جلد : ۴ ، صفحہ : ۲۰۹ و ۲۱۰ ، مکتبہ رشیدیہ ، کوئٹہ)

کیونکہ کافر کا مال وہاں (دارالحرب میں) مباح ہے تو اس کی رضامندی سے مطلقاً حلال ہے ، جب کہ کوئی دھوکہ نہ کیا ہو۔

لہٰذا تمام فقہی کتب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حربی کافر کا مال مباح الاصل ہونے کی وجہ سے اس طرح لینا جائز ہے کہ ، دھوکہ دہی ، وعدہ خلافی اور جبر نہ ہو۔ دینے کے متعلق کسی امام یا فقیہ نے نہیں لکھا۔

ہمارے نزدیک بھی کافر حربی سے مسلمان سود لے تو سکتا ہے ، دے نہیں سکتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

سود پر قرضہ لینا

الاستفتاء :-

کیا صنعتی مقاصد کے لیے سود پر قرض لینا جائز ہے ؟ ہمارے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں جتنی بھی جگہ سود کو حرام قرار دیا گیا ہے وہاں سود پر قرض لینے کا مقصد ذاتی استعمال کے لیے یا چھوٹے کاروبار کے لیے پیسہ لینا ہے ، کسی بڑے کاروبار کے لیے نہیں۔ اس لیے صنعتی مقاصد (بڑے کاروبار) کے لیے سود پر قرض لینا اور دینا جائز ہے۔

الجواب :-

قرآن کریم میں سود کو مطلقاً حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس میں یہ قید لگانا کہ چھوٹے کاروبار کے لیے ناجائز ہے اور بڑے کاروبار کے لیے جائز ہے ، محض اپنی رائے سے قرآن کریم میں تحریف اور حرام کو حلال بنانے کی

ناجائز کوشش ہے۔

الاستفتاء:-

زید ایک بڑا کارخانہ لگانا چاہتا ہے، جس کی کل لاگت 255 کروڑ روپے ہے۔ جبکہ زید کے پاس صرف 25 کروڑ روپے ہیں تو 230 کروڑ روپے مزید درکار ہیں جو کہ بنک ہی مہیا کر سکتا ہے۔

کیا یہ خیال درست ہے کہ قرآن مجید نے صنعتی مقاصد کے لیے سود پر قرض لینے کو ناجائز قرار نہیں دیا اس لیے صنعتی مقاصد کے لیے سود لینا اور دینا جائز ہے؟

الجواب:-

قرآن کریم نے جب سود کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے تو سود کی تمام صورتیں حرام ہو گئیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ چھوٹی صنعت جو عام طور پر غریب لگاتے ہیں ان کے لیے تو سود پر روپیہ لینا حرام ہو اور بڑی صنعت لگانے والے مالدار لوگوں کے لیے جائز ہو۔ یہ کیا ضروری ہے کہ آپ اپنی استطاعت سے بڑھ کر اور بڑی صنعت لگانے کے لیے سودی روپیہ لیں۔ جتنا سرمایہ میسر ہو اسی سے کاروبار کرنا چاہیے۔

حرام رقم کو کارِ خیر میں خرچ کرنا

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱) موجودہ دور میں لوگوں کو حلال و حرام روزی کے بارے میں کوئی خیال نہیں رہا کہ روزی حلال ہے یا حرام۔ لوگ کئی طرح کے جائز و ناجائز کاروبار کھولے بیٹھے ہیں مثلاً کیسٹوں کی دکانیں، فوٹو گرافی اور وی سی آر، ناجائز کاموں کے لیے رشوت لینا، دینا وغیرہ۔ جو لوگ یہ کاروبار کرتے ہیں اگر وہ اپنا روپیہ کسی کارِ خیر میں دیں، مثلاً زکوٰۃ و خیرات یا مسجد میں خرچ کریں تو ان لوگوں کو یہ رقم خرچ کرنے سے کوئی ثواب ہوگا یا نہیں؟ اس مسئلے کے بارے میں آپ دلائل کی روشنی میں جواب دیں۔ یعنی قرآن حکیم کی کوئی آیت یا حدیث یا فقہی عبارت نقل فرمائیں، جس سے یہ مسئلہ واضح ہوتا ہو۔

(۲) موجودہ دور میں بینکوں کا کاروبار چل رہا ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنا روپیہ خود اپنے طور پر کسی کاروبار میں لگاتا ہے تو اس کو منافع ہوتا ہے۔ اگر وہ روپیہ بینک میں رکھ دے تو بینک والے اس رقم سے کاروبار کرتے ہیں اور کچھ منافع کی شرح جو کہ طے شدہ ہوتی ہے، اس رقم رکھنے والے کو منافع کے طور پر دیتے ہیں۔ تو یہ منافع جو رقم پر دیا جاتا ہے کیا وہ سود اور حرام ہے؟ اور اس کی وجہ کیا ہے؟

سائل: نور محمد، ٹنڈوالہ یار

الجواب:-

(۱) لوگوں کے دلوں سے خوفِ خدا اٹھ گیا ہے اور حرام وحلال کی تمیز بھی جاتی رہی۔ مال کی محبت نے ان کی آنکھوں پہ غفلت کی پٹی باندھ رکھی ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے یہ حدیث، جسے امام احمد ابن حنبل نے اپنی "مسند" میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، تازیانۂ عبرت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ولا یکسب عبد مالاً من حرام فینفق منہ فیبارک لہ فیہ، ولا یتصدق بہ فیقبل منہ، ولا یترک خلف ظہرہ الا کان زادہ الی النار

(مسند الامام احمد بن حنبل، ۳۸۷/۱، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی بیروت)

جو بندہ مالِ حرام حاصل کرتا ہے اگر اس کو صدقہ کرے تو مقبول نہیں اور خرچ کرے تو اس کے لیے اس میں برکت نہیں اور اپنے بعد چھوڑ مرے تو جہنم میں جانے کا سامان ہے۔

مال کی یہی تین حالتیں ہیں اور مالِ حرام کی تینوں حالتیں خراب ہیں۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں حرام مال کو نیک کاموں میں خرچ کرنے والے کو کسی قسم کا اجر و ثواب حاصل نہیں ہوگا۔

(۲) کفار نے یہی کہا تھا:

انما البیع مثل الربٰوا

(القرآن، سورۃ (۲) البقرۃ، آیت: ۲۷۵)

یعنی بیع، ربٰوا (سود) ہی کی طرح ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا:

احل اللہ البیع و حرم الربٰوا

(القرآن، سورۃ(۲) البقرۃ، آیت:۲۷۵)

یعنی اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام۔

صاحبِ درِ مختار نے قرض کی بحث میں یہ حدیث شریف نقل کی ہے:

کل قرض جر نفعاً فہو ربٰوا

(درمختار، جلد: ۴، صفحہ: ۱۹۴، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی ہر وہ قرض جس سے (پیشگی طے شدہ) منفعت حاصل کی جائے، سود ہے۔

لہٰذا اس طرح قرض دے کر اس سے کوئی فائدہ اٹھانا سود ہے۔

ملاوٹ کرنے کا حکم

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ملاوٹ کرنا کیسا ہے؟ کیونکہ ایک رفاہی ادارہ ہے جو خدمت خلق کے نام سے کام کر رہا ہے لیکن ادارے کی اکثر و بیشتر چیزوں میں ملاوٹ ہوتی ہے۔

شریعت محمدیہ کی روشنی میں مکمل اور مدلل جواب باصواب سے مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ امید ہے جلد جواب عنایت فرمائیں گے۔

سائل: شیخ محمد تاج الدین، شاہ فیصل کالونی، کراچی

الجواب:-

مسلمان کی تجارت دروغ گوئی، وعدہ خلافی، دھوکہ دہی اور ملاوٹ جیسے خلاف شرع امور سے پاک ہوتی ہے۔ حدیث کی کتابوں میں بکثرت احادیث ان کاموں کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پاک ہے:

من غش فلیس منا

(ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی کراهیة الغش فی البیوع)

جو دھوکہ اور ملاوٹ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

لہٰذا سوال میں جس ادارے کے حالات لکھے ہیں، اگر یہ صحیح ہیں تو انتہائی بددیانتی اور دھوکہ بازی ہے۔ حکومت سے مطالبہ کر کے اس ادارے کے کاموں کو بند کروا دینا چاہیے۔

الاستفتاء:-

علمائے اہل سنت و جماعت کا اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے کہ کوئی شخص کم قیمت کے چاول کو زیادہ قیمت کے چاولوں میں ملانا یہ سوچ کر جائز سمجھے کہ چاول ایک ہی جنس ہے۔ اسی طریقے سے کوئی شخص پنجاب کے باسمتی ٹوٹہ کو، جو کہ کافی مہنگا ہوتا ہے، سندھ کے ٹوٹہ میں، جو کہ سستا ہوتا ہے، مکس کرے اور یہ کہے کہ یہ "خالص ٹوٹہ" ہے اور "خالص ٹوٹہ" کہنے سے اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس نے ٹوٹہ میں کوئی دوسرا چاول مکس نہیں کیا۔

سائل: عبد النبی، علی آباد

الجواب:-

تجارت میں جھوٹ بولنا بھی ویسے ہی حرام ہے جیسے غیر تجارت میں۔ ملاوٹ کرنا، کم دام کے چاول ملادینا

یا اور جگہ کے چاول ملا کر اور کسی دوسری جگہ کا نام لے کر بیچنا۔ یہ سب دھوکہ بازی ہے، جو حرام ہے۔ ایسی تجارت کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

من غش فلیس منا

(ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی کراھیۃ الغش فی البیوع)

جو دھوکہ اور ملاوٹ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

گلوکاری کی کمائی

الاستفتاء:-

محترم المقام حضرت قبلہ مفتی محمد وقار الدین صاحب دامت برکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کہ ایک شخص گلوکار ہے اور رنگ وسرور کی محفلوں میں شریک ہوتا ہے۔ اس کی آمدنی کا ذریعہ گانا بجانا ہے۔ اگر ایسا شخص کوئی چیز یا کپڑوں کا جوڑا خرید کر کسی مسجد کے امام/خطیب کو دے اور یہ کہے کہ آپ ہی اسے استعمال کریں تو کیا وہ امام یہ کپڑے پہن کر نماز پڑھا سکتا ہے؟ اگر استعمال نہیں کرسکتا تو ان کپڑوں کا کیا کرنا چاہیے؟

سائل: حافظ خیر محمد اویسی رضوی، امام مسجد ابراہیم، کورنگی، کراچی

الجواب:-

گانے بجانے کی کمائی حرام ہے۔ اس روپے کو اپنی ذات کے لیے استعمال کرنا بھی ناجائز ہے اور کسی کو ہدیے کے طور پر دینا بھی۔ جس کو یہ روپیہ دیا اگر اس کو معلوم ہے کہ یہ روپیہ ناجائز طور پر کمایا گیا ہے تو اسے بھی لینا ناجائز ہے۔ یہ حکم روپے کا ہے۔ لیکن اس روپے سے کوئی چیز خریدی جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ وہ حرام کمائی کا روپیہ معین کرے اور دکاندار کو دکھا کر کہے کہ اس روپے کا کپڑا (یا جو چیز بھی خرید رہا ہے) دے دو اور وہی روپیہ دکان دار کو دے تو جو چیز خریدی گئی وہ بھی ناجائز ہے۔ اسے "عقد ونقد" کہتے ہیں۔ یعنی روپیہ دکھا کر خریدنے کو عقد اور دینے کو نقد کہتے ہیں۔ تو جب عقد ونقد دونوں حرام پر ہوتے ہیں تو خریدی جانے والی چیز بھی حرام ہوتی ہے۔

اگر دونوں میں سے ایک حرام پر نہ ہو تو جو چیز لی جاتی ہے وہ حرام نہیں ہوتی۔ مثلاً حرام کمائی کا روپیہ دکھا کر دکان دار سے کہا اس روپے کے بدلے میں کوئی چیز دے دو، پھر وہ روپیہ رکھ لیا اور حلال کمائی کا روپیہ دے دیا تو عقد حرام پر ہے مگر نقد حرام پر نہیں ہے۔ یا روپیہ دکھایا اور معین نہیں کیا اور مطلقاً کہا کہ دس روپے میں

مجھے کپڑا دے دو۔ دکاندار نے دے دیا اس کے بعد ناجائز کمائی کا روپیہ دے کر کپڑا لے لیا تو یہاں عقد حرام پر نہیں ہے نقد حرام ہے۔ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں اس طرح جو چیز خریدی گئی ہے اس کا استعمال جائز ہے۔ ہمارے یہاں عام طور پر خرید و فروخت آخری طریقے پر ہوتی ہے۔ اس طرح خرید کر جو کپڑا دیا گیا امام کا لینا اور استعمال کرنا جائز ہے۔

خون کی خرید و فروخت

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ خون کا خریدنا، بیچنا اور کسی کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:-

خون کی نجاست اور حرمت قطعی ہے اور قرآن کریم کی نص صریح سے ثابت ہے۔ شرعاً نہ اس کو بیچنا جائز اور نہ استعمال کرنا۔ حدیث میں فرمایا:

لا شفاء فی الحرام

حرام میں شفا ہے ہی نہیں۔

لہذا خون دینا بھی ناجائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

اسمگلنگ

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱) ایک آدمی اسمگلنگ کا کاروبار کرتا ہے، مال اسمگل کر کے لاتا ہے اور اسمگل شدہ مال خریدتا اور بیچتا بھی ہے۔ وہ اگر کچھ رقم کسی شخص کو دے کر مالک بنا دے اور دوسرا شخص بعینہٖ اسی رقم کو مسجد کے مصارف میں دے دے۔ تو کیا اس رقم کا استعمال مسجد میں جائز ہے؟

یا دوسرے شخص نے متذکرہ رقم کو اپنے ذاتی مال میں مخلوط کر لیا۔ اس کے بعد اس مال مخلوط میں سے وہ رقم مسجد کو دے دی۔ تو کیا اس رقم کا اس صورت میں مسجد کے لیے استعمال جائز ہے یا نہیں؟

سائل: ناصر حسین، نیو کراچی

الجواب :-

اسمگلنگ کرنا یا اسمگلنگ کا مال بیچنا اور خریدنا اس لیے ناجائز ہے کہ یہ ملک کے قانون کے خلاف ہے اور مسلمان کو خلافِ قانون کوئی کام کرنا جائز نہیں ہے ۔ اس لیے کہ خلاف قانون کام کرنے سے جب پکڑا جائے گا تو پہلے جھوٹ بولے گا ، اگر جھوٹ سے کام نہ چلا تو رشوت دے گا ، اور رشوت سے بھی کام نہ چلا تو سزا ہوگی جس میں اس کی بے عزتی ہے ۔ مسلمان کوئی ایسا کام ہی نہ کرے جس سے جھوٹ بولنا یا رشوت دینا پڑے یا جس سے اس کی بے عزتی ہو ۔ مگر ایسا کرنے والا گنہگار ہونے کے باوجود مال کا مالک ہو جاتا ہے ، جبکہ بیع شریعت کے مطابق ہو ۔ جب مال میں حرمت نہیں آتی تو اپنا مال ہر کام میں خرچ کر سکتا ہے ۔

الاستفتاء :-

جناب علمائے کرام و مفتیان عظام !

میں کوئٹہ کی مارکیٹ سے مال خرید کر کراچی لاتا ہوں ۔ کوئٹہ مارکیٹ والے جائز و ناجائز دونوں طریقوں سے بیرون ملک سے مال لاتے ہیں ۔ جبکہ کوئٹہ شہر میں مارکیٹ کے اندر خرید و فروخت کھلے عام ہوتی ہے ۔ پولیس وغیرہ نہیں پکڑتی ۔ لیکن جب ہم مال لے کر آتے ہیں تو راستہ میں پولیس والے تنگ کرتے ہیں ۔ بغیر رشوت کے نہیں چھوڑتے ۔ آیا اس صورت میں پولیس کو کچھ دینا جائز ہے یا نہیں ؟

مال کی فہرست یہ ہے : گھڑی ، عینک ، دوائی ، پرفیوم ، شیمپو ، صابن اور الیکٹرانک کا سامان ۔

اس کا جواب قرآن و حدیث اور فقہ کی روشنی میں عنایت فرمائیں ۔

الجواب :-

کوئٹہ میں دوسرے ممالک کا جو سامان ملتا ہے وہ اسمگلنگ کر کے لایا جاتا ہے ۔ اگر لائسنس لے کر جائز طریقے سے لایا جاتا تو سارے ملک میں یہ سامان انہی نرخوں پر دستیاب ہوتا ۔ اسمگلنگ کر کے سامان لانا ناجائز ہے ۔ جو شخص کوئٹہ سامان خریدنے جاتا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ مال ناجائز طریقے سے لایا گیا ہے اور اس کو خرید کر کراچی لے جانے میں رشوت دینا پڑے گی ۔ لہٰذا ایسا مال خریدنے ہی نہ جائے جس کی وجہ سے رشوت دینا پڑے ۔

مروجہ سودی اسکیموں کا بیان

الاستفتاء :-

مکرمی جناب مفتی صاحب !

السلام علیکم

(۱) سرمایہ کاری کے لیے حکومت پاکستان کی جاری کردہ مندرجہ ذیل اسکیمیں ہیں ۔

(الف) نیشنل ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹس (N . D . F . C)۔ نام سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے حاصل شدہ سرمائے کو قومی دفاع کی ضروریات پر خرچ کیا جاتا ہے۔ اس پر سالانہ متفرق شرح سے منافع (جو سود کہلاتا ہے) دیا جاتا ہے۔ منافع مقرر ہے اور نقصان کا کوئی امکان بھی نہیں۔

(ب) خاص ڈیپازٹ (ج) واپڈا بونڈ (د) سیونگ سرٹیفکیٹ (ز) بیئرر سرٹیفکیٹ وغیرہ اسکیموں پر بھی سالانہ اور ماہواری منافع مقرر ہے اور نقصان کا کوئی احتمال نہیں۔

(۲) این آئی ٹی یونٹس کی، حصص کی شکل میں خرید و فروخت، دیگر نجی اداروں کے حصص کی طرح اسٹاک ایکسچینج میں بھی ہوتی ہے۔ قیمت کم زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ ان حصص کی فروخت سے حاصل شدہ سرمایہ سے حکومت متفرق نجی اداروں کے حصص خریدتی ہے اور ان اداروں سے ملنے والے منافع کو اپنے شراکت داروں میں تقسیم کرتی ہے جو کم اور زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ اس میں نقصان کا بھی امکان ہے۔

کیا ان تمام اسکیموں میں روپیہ لگانا جائز ہے؟

سائل: وسیم عباس حنفی

الجواب:-

گورنمنٹ کی جتنی اسکیموں کا سوال میں تذکرہ ہے یہ سب خالصتاً سودی اسکیمیں ہیں۔ صاحب درمختار نے قرض کی بحث میں یہ حدیث نقل کی ہے جس میں سود کی تعریف بیان کی گئی ہے:

كل دين جر به نفعا فهو ربٰوا

(درمختار، جلد: ۴، صفحہ: ۱۹۴، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی قرض دے کر جو نفع حاصل کیا جائے گا وہ سود ہے۔

لہٰذا یہ تمام اسکیمیں سودی ہیں۔ ان کو شراکت کہنا غلط ہے، شراکت میں نفع کی مقدار معین نہیں کی جاسکتی۔ ان اسکیموں میں اصل رقم کے علاوہ جو زائد رقم وصول کی جائے گی وہ سود ہے اور حرام ہے اور ان اسکیموں میں روپیہ لگانا بھی حرام ہے۔

شیئرز (حصص) کی خرید و فروخت کا مطلب یہ ہے کہ جن تجارتی اداروں کے شیئرز ہیں ان کے حصوں کی خرید و فروخت ہو رہی ہے۔ لہٰذا یہ دیکھنا ہو گا کہ اس تجارتی ادارے کا کاروبار جائز ہے یا ناجائز۔ عام طور پر جب فیکٹری لگائی جاتی ہے تو اس کے شیئرز فروخت کرنے سے پہلے اخبارات میں تفصیل چھاپ دی جاتی ہے کہ اس میں سرمایہ کتنا لگے گا اور قرضہ کتنا لیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ قرضہ سودی ہو گا اور فیکٹری سودی روپیہ سے چلائی جائے گی۔ لہٰذا جو بھی شیئرز خریدے گا وہ اس سود کے کاروبار میں شریک ہوگا اور سود کی حرمت کی جتنی وعیدیں ہیں وہ سب اس کے لیے بھی ہیں۔ لہٰذا شیئرز کا خریدنا ناجائز ہے۔

اگر ادارے کا کام سودی روپے سے نہ ہو تو اس کے حصص کا خریدنا جائز ہے۔ لیکن مارکیٹ میں جو شیئرز

کی خرید فروخت ہوتی ہے۔ یہ سب جوا اور سٹہ ہے۔

زائد رقم پر بانڈ کی خرید و فروخت

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

زید بکر کے پاس آتا ہے اور اس کے پاس ایک لاکھ روپے کے پرائز بانڈ رکھوا جاتا ہے اور اس کے بدلے میں بکر سے ایک لاکھ روپیہ نقد لے جاتا ہے۔ پھر ایک ماہ بعد بکر کو ایک لاکھ ایک ہزار روپیہ نقد دے کر اس کے عوض اپنے وہی پرائز بانڈ جن کی مالیت ایک لاکھ روپیہ ہے، واپس لے جاتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ آیا یہ فعل اور اس سے حاصل شدہ آمدنی بکر کے لیے جائز ہے یا ناجائز؟

شریعت کی رو سے مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

الجواب:-

اگر یہ بانڈز بطور رہن رکھ کر روپیہ لیا تھا اور اس کے بعد زیادہ روپیہ دے کر یہ رہن چھڑا لیا تو یہ سود ہے اور حرام ہے، یعنی قرض پر زیادہ لیا ہے جبکہ بانڈز تو صرف ضمانت کے طور پر رکھے گئے تھے۔ اگر یہ بانڈز ان کے ہاتھ فروخت کئے گئے تھے اور اسی وقت یہ شرط کرلی تھی کہ میں دوبارہ ان بانڈز کو ایک لاکھ ایک ہزار میں خرید لوں گا تو پہلی بیع بھی اس شرط سے فاسد ہوگئی اور بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ اس کو توڑ دینا واجب ہے، نہ توڑا تو گنہگار ہے اور جو قیمت لی ہے وہ مالِ خبیث ہے۔

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ پرائز بانڈز خریدنے کے لیے لوگ قطار میں لگے ہوئے تھے۔ اسی اثنا میں ایک آدمی جو اندر ملازم ہے، آتا ہے ان سے مقررہ قیمت سے زائد پیسے لے کر بانڈز دے دیتا ہے۔ کیا اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟

سائل: بندہ خدا

الجواب:-

بانڈز یا نوٹ مقررہ قیمت سے زیادہ پر فروخت کرنا جرم ہے اور قانونی طور سے جو بات منع ہو وہ شرعی طور پر اس لیے ناجائز ہوتی ہے کہ اگر قانون کے خلاف کام کرے گا اور پکڑا جائے گا تو رشوت دے گا، جھوٹ بولے گا یا سزا پائے گا۔ لہٰذا مسلمان کو کوئی ایسا کام کرنا جائز نہیں جس کی وجہ سے یہ گناہ کے کام کرنا پڑیں۔

بیسی کی رقم کو کم یا زیادہ میں بیچنا

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ 50 آدمیوں نے ملکر 1500 روپے ماہانہ کے حساب سے بیسی ڈالنے کا معاہدہ کیا۔ اس بیسی کا زید کو سربراہ اور نگران بنا دیا جاتا ہے جو طے کرتا ہے کہ پہلی بیسی، جو مبلغ پچھتر ہزار روپے بنتی ہے، خود لے گا۔ اس پر عمل بھی شروع ہو جاتا ہے۔ جب دوسرے ماہ بیسی ہوتی ہے تو اس بیسی کا نیلام کرنے کے لیے بولی طلب کی جاتی ہے۔ چنانچہ باقاعدہ بولی لگتی ہے۔ کوئی پچاس ہزار بولی لگاتا ہے۔ اور کوئی چالیس ہزار روپے۔ اسی طرح کم کرتے جاتے ہیں حتی کہ کم سے کم بولی دینے والے ممبر کو اس کی بولی کے مساوی رقم دے دی جاتی ہے اور باقی حصہ شرکاء میں منافع سمجھ کر تقسیم کر لیا جاتا ہے۔ اسی طرح تیسرے اور چوتھے ماہ ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ انچاسویں ممبر پر جا کر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ آخر میں آخری ممبر کو پوری بیسی یعنی مبلغ پچھتر ہزار روپے دیتے ہیں جبکہ آخری اور پہلا ممبر شروع سے لے کر آخر تک منافع مذکور بھی لیتے رہتے ہیں۔ اس طرح پہلے اور آخری دونوں ممبروں کو مقررہ رقم 75000 ہزار روپے پورے مل جاتے ہیں اور درمیانی ممبروں کو پوری رقم 75000 ہزار نہیں ملتی۔ اول و آخر دونوں کو خوب فائدہ پہنچتا ہے اور درمیانی ممبروں کو نقصان ہوتا ہے۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ شرعاً ایسی کمیٹی (بیسی) جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ ناجائز ہے تو کیوں؟ اور ایسی بیسی میں کوئی امام یا مؤذن ممبر ہوں تو کیا ان کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ اور مؤذن کی اذان و اقامت درست ہوگی یا نہیں؟ اور ان کو اس منصب پر فائز رکھنا چاہیے یا نہیں؟ اور اگر کوئی ایسے شخص کی حمایت کرے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب:-

روپیہ، سونا اور چاندی کی بیع جب اپنے ہم جنس سے ہو تو نقد دینا اور برابر رکھنا شرط ہے کمی یا زیادتی ہو یا ادھار ہو تو حرام ہے۔ ہدایہ میں ہے:

الصرف هو البيع اذا كان كل واحد من عوضيه من جنس الاثمان فان باع فضة بفضة او ذهباً بذهب لايجوز الا مثلاً بمثل وان اختلفت فی الجودة والصياغة ولابد من قبض العوضين قبل الا، ا

(ہدایہ آخرین، صفحہ: ۱۰۳، مکتبہ شرکۃ علمیہ، ملتان)

صَرف وہ بیع ہے کہ اشیاء مبادلہ میں سے ہر ایک "جنسِ نقد" سے تعلق رکھتی ہو، اگر چاندی کے بدلے میں چاندی یا سونے کے بدلے میں سونا بیچا تو برابر برابر ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ اگرچہ کھرا اور کھوٹا ہونے

میں یکساں نہ ہوں اور فریقین کے جدا ہونے سے پہلے اشیاء مبادلہ پر قبضہ کر لینا بھی ضروری ہے ۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں پچھتر ہزار کی بیسی کو کم یا زیادہ میں بیچنا حرام ہے ۔ بیسی کا مقصد ہی یہ ہے کہ ہر مہینے تھوڑا تھوڑا روپیہ جمع کر کے باری باری سب کو قرعہ اندازی کر کے پوری رقم ایک ساتھ دے دی جائے ۔

جو امام یا مؤذن اس حرام کاروبار میں شریک ہوتا ہے اس کی امامت اور اذان دینا ناجائز ہے اور ناجائز کام میں حمایت کرنے والا بھی اتنا ہی گناہ گار ہے جتنا کہ حرام کام کرنے والا ۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :

و تعاونوا علی البر والتقوٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان

(سورۃ (۵) المآئدۃ ، آیت : ۲)

اور ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور تقوی کے کاموں میں اور باہم مدد نہ کرو گناہ اور زیادتی پر ۔

بلاسودی بینکاری میں کام کرنا اور این آئی ٹی اسکیم

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اور علمائے کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں :

(۱) انعامی بانڈ پر انعام حاصل کرنا ، اس کا کاروبار کرنا اور اس کی تشہیر کرنا کیسا ہے ؟

(۲) بلاسود بنکاری کا منافع شرعاً کیا حکم رکھتا ہے ؟

(۳) بینک کی بلاسود بنکاری میں کام کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے ؟

(۴) NIT یعنی (قومی سرمایہ کاری ٹرسٹ) کا منافع حاصل کرنا ، اس ادارے میں کام کرنا اور اس ادارے کی تشہیر کرنا کیسا ہے ؟

مہربانی فرما کر جواب جلد روانہ فرمائیں ۔

سائل : محمد حنیف صالح محمد ، چاند بی بی روڈ ، کراچی

الجواب:-

(۱) گیارہ روپے کے انعامی بانڈ کے ماسوا تمام انعامی بانڈز پر انعام حاصل کرنا ، ان کا کاروبار اور تشہیر شرعاً جائز ہیں ۔ گیارہ روپے کے انعامی بانڈز کے عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ قرعہ اندازی کے بعد اس کی قیمت کم ہو کر صرف دس روپے رہ جاتی ہے ۔ جہاں اصل زر یا اس کی ایک معینہ مقدار ڈوب جائے ، وہ جوا ہوتا ہے ۔ اور جوا شرعاً ناجائز ہے ۔ لہٰذا اسی پر قیاس کرتے ہوئے گیارہ روپے کا انعامی بانڈ خریدنا اور نفع حاصل کرنا بھی ناجائز قرار پائے گا ۔

(۲) ابھی تک جس طرح بلاسود بینکاری میں منافع کا اعلان مختلف بینکوں میں مختلف شرح فیصد کے

حساب سے کیا جاتا ہے، یہ تو سود ہے۔ اس لیے کہ شراکت میں نفع و نقصان دونوں میں شرکت ہوتی ہے۔ جبکہ متذکرہ بینکاری میں نقصان کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ نفع جب پیشگی معین کر دیا جائے تو وہ سود ہو جاتا ہے۔ البتہ حساب کرنے کے بعد جو منافع ہو گا اس کو تمام شرکاء پر ان کے روپے کی مقدار کے مطابق تقسیم کیا جائے تو وہ جائز ہوتا ہے۔

(۳) جس ملازمت میں سود کے کاغذات لکھنا ہوں گے، ناجائز ہے۔

(۴) بظاہر تو یہ بھی سود ہی ہے کہ اس پر نفع کا ہر ہفتے میں تعین حکومت کر دیتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

قومی بچت اسکیموں کا حکم

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ آج کل حکومت پاکستان کے زیر انتظام سرمایہ کاری کے اداروں نے ڈپازٹس کی مختلف اسکیمیں جاری کر رکھی ہیں۔ یعنی اگر آج ان کے پاس بالفرض ایک سال کے لیے ایک لاکھ روپیہ جمع کروا دیں تو وہ آپ کو ماہانہ 1100 روپے نفع دیتے ہیں۔ تو کیا یہ کاروبار بھی سودی نظام کے زمرے میں آتا ہے؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو کس طرح؟

متعلقہ کاروباری ادارے کہتے ہیں کہ جہالت کے زمانے میں سود یوں ہوتا تھا کہ ایک شخص دوسرے کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اور اس کو ذہنی اور قلبی اذیت پہنچا کر اس سے زبردستی لیا کرتا تھا اور ہمارا نظام اس کے برعکس ہے۔ یعنی پہلے یوں ہوتا تھا کہ ایک شخص مثلاً زید اپنی کسی پریشانی اور مجبوری کی حالت میں بکر کے پاس جاتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ مجھے 100 روپیہ ادھار دے دو تو بکر اس کی مجبوری کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے مشروط طور پر رقم دیا کرتا تھا کہ جب تک میری رقم مجھے واپس نہیں کرو گے دس روپے ماہانہ مجھے نفع دیتے رہنا۔ اب چونکہ زید مجبور ہے اس لیے اس کو بادل ناخواستہ مشروط طور پر پیسے لینے پڑتے ہیں۔ چاہے وہ 10 روپے ماہانہ دینے کے قابل ہو یا نہیں۔ بکر اس سے وہ بہر طور وصول کرتا ہے۔ جو کہ واقعی انسانیت سوز بات ہے۔ لہٰذا وہ کاروبار جس میں کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اور اس کا دل دکھا کر پیسہ کمایا جائے۔ وہ واقعی سود میں شامل ہے۔

مگر آج کل بینک والوں کے نظام اس کے برعکس ہیں کہ زید خود اپنی رقم لے کر بکر کے پاس مرضی سے گیا اور اس سے کہا کہ تم میری یہ رقم لے لو اور اپنا کاروبار کرو اور اس کے نفع سے جو مناسب ہو وہ مجھے بھی دیتے رہنا۔ تو گویا اس مثال میں بکر، زید کی مجبوری سے یا اس پر دباؤ ڈال کر اس سے پیسے حاصل نہیں کر رہا ہے بلکہ زید راضی و خوشی یہ رقم اس کے حوالے کر رہا ہے اور بکر بھی راضی و خوشی اسے رقم پر معقول نفع دے رہا ہے اور اس کی رقم کی حفاظت بھی کر رہا ہے۔ تو پھر یہ کیسے سودی نظام کے زمرے میں آتا ہے؟ جبکہ سودی نظام میں بکر، زید کی

مجبوری سے فائدہ اٹھاتا اور اس کو نقصان پہنچا کر پیسے حاصل کرتا ہے۔ مگر موجودہ ڈپازٹ میں بکر، زید کو فائدہ پہنچاتا ہے اور وہ بھی باہمی اتفاق رائے کے ساتھ۔

برائے کرم فقہ کی روشنی میں اور دلائل معتبرہ کے ساتھ ارشاد فرمائیں کہ حقیقت کیا ہے؟

المستفتی: مشکور افتخار ہاشمی

الجواب:-

صورت مسئولہ میں جس ڈپازٹ اسکیم کا ذکر ہے یہ بھی سود کی ایک قسم ہے۔ بینک والوں کا مندرجہ بالا بیان درست نہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

و احل اللہ البیع و حرم الربٰوا

(سورۃ (۲) البقرۃ، آیت: ۲۷۵)

یعنی اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کیا۔

اس واضح ارشاد ربانی کے بعد ربٰوا کی حرمت میں کوئی تردد باقی نہیں رہ جاتا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے:

یا یھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ و ذروا ما بقیَ من الربٰوا ان کنتم مومنین ○ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ

(سورۃ (۲) البقرۃ، آیات: ۲۷۸ و ۲۷۹)

اے ایمان والو! اللہ کے عذاب سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کرلو اللہ اور اللہ کے رسول سے جنگ کا۔

ان آیات قرآنی سے سود کی مطلق حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اگر اپنی عقل اور رائے کو ان ارشادات الٰہیہ میں شامل کیا جائے تو یہ تحریف کے مترادف ہے اور قرآن کے مطلب کو بدلنا ہے، جو حرام ہے۔

لکی کمیٹی کا بیان

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور مفتیان دین لکی کمیٹی کے بارے میں؟ جس کا طریقہ یہ ہے کہ کل ممبر 200 ہیں اور کمیٹی کی میعاد 25 ماہ ہے۔ ہر ممبر مہینے کی پہلی تاریخ کو 100 روپے دیتا ہے۔ جب تمام رقم جمع ہو جاتی ہے تو قرعہ اندازی ہوتی ہے۔ جس کا نام نکل آتا ہے۔ وہ 25 ماہ کے برابر رقم یعنی 2500 روپے لے لیتا ہے اور باقی قسطیں ادا نہیں کرتا۔ آخری مہینے میں تمام ممبران کو ان کی جمع شدہ رقم کے برابر یعنی 2500 روپے دے

دیئے جاتے ہیں۔ یہ طریقہ کمیٹی کیسا ہے؟ اور اگر کسی کی کمیٹی نکل آئے تو وہ کیا کرے؟ کیا روپے بدل کر کسی دینی کام میں لگا سکتا ہے؟ اگر حرام ہے تو اس میں اور پرائز بانڈ میں کیا فرق ہے؟

جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

الجواب:-

لاٹری کی جو صورت سوال میں مذکور ہے۔ یہ حرام ہے کہ بعینہ "جوا" ہے۔ پرائز بانڈ میں جو لاٹری پڑتی ہے وہ "جوا" نہیں ہے۔ جوئے کے معنی یہی ہیں کہ مال کو اس طرح داؤ پر لگا دیا جائے کہ یا تو زائد مل جائے گا یا مال چلا جائے گا۔ سوال کی صورت یہی ہے کہ مہینہ یا دو مہینے قسط دینے کے بعد اسے زیادہ مل جائے گا اور باقی قسط ادا نہیں کرے گا۔ پرائز بانڈ میں قرعہ اندازی کے بعد بھی جس بانڈ کی قیمت کم نہیں ہوتی وہ جوا نہیں ہے، اس لیے جائز ہے۔

داڑھی مونڈنا اور اسکی اجرت حرام ہے

الاستفتاء:-

کیا داڑھی مونڈنے والے کا پیشہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ناجائز ہے؟

سائل: محمد حلیم عبدالغفار، رنچھوڑ لائن، کراچی

الجواب:-

داڑھی مونڈنا حرام ہے۔ یہ کام کرنا بھی حرام ہے، کسی سے کروانا بھی حرام اور اس کی اجرت بھی حرام ہے۔

کتا حرام ہے

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ امام اعظم کے مسلک میں یہ ہے کہ اگر کتے کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے، جس کا کھانا جائز ہو جاتا ہے۔ ایسے من گھڑت مسائل ہیں ابو حنیفہ کی کتب میں۔ لہٰذا مجھے اگر فقہ کی کوئی ایسی کتاب ملی تو میں اس کو جلا دوں گا۔ علمائے کرام سے عرض ہے کہ اس بات کو واضح فرمائیں کہ یہ مسئلہ امام صاحب کے مسلک میں ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس طرح ہے؟ اور اس پر کیا دلیل ہے؟ کیا یہ قرآن یا حدیث سے ثابت ہے؟ اور اگر ایسا نہیں ہے تو

پھر الزام لگانے والے شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ جب کہ اس نے امام اعظم کی شان میں توہین کی اور ان پر بے بنیاد الزام لگایا۔

سائل: محمد حسن کشمیری، پنجاب کالونی، کراچی

الجواب:-

کسی چیز کے پاک وناپاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ پانی میں گر جائے تو پانی پاک رہے گا یا نہیں؟ اور کسی چیز کے حلال وحرام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا کھانا اور دوسرے استعمال جائز ہیں یا ناجائز؟ کسی چیز کو پاک بتانے سے یہ سمجھ لینا کہ اس کا کھانا حلال ہوگیا، انتہائی جہالت یا جان بوجھ کر افتراء ہے۔ سینکڑوں چیزیں ہیں جو پاک ہیں لیکن ان کے کھانے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ کوئی جائز کہہ سکتا ہے۔ مثلاً انسان کے منہ اور ناک سے نکلنے والا بلغم، انسان کے ناخن اور بال پاک ہیں، بطخ اور مرغی کے علاوہ تمام حلال پرندوں کی بیٹ پاک ہے، کیا ان کا کھانا کوئی حلال کہہ سکتا ہے؟ پانی میں مچھلی کے علاوہ جو کیڑے مکوڑے ہیں اور زمین پر مچھر، مکھی اور طرح طرح کے ایسے پتنگے جن میں بہنے والا خون نہیں، سب پاک ہیں۔ مگر ان کو کھانے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ خود غیر مقلدین کے یہاں دودھ پیتے بچے کا پیشاب پاک ہے۔ کیا وہ اس کا پینا جائز رکھتے ہیں؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور غیر مقلدین کے نزدیک "منی" پاک ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کا کھانا بھی جائز وحلال سمجھ لیا گیا ہو۔

غرض یہ کہ سوال میں مذکور یہ بات کہ احناف کے نزدیک کتا ذبح کرنے سے حلال ہو جاتا ہے، سراسر افترا اور جھوٹ ہے۔ فقہ حنفی کی کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے حلت کا معنی نکلتا ہو۔ فقہ حنفی میں یہ ضرور لکھا ہے کہ خنزیر کے علاوہ دوسرے جانور اگر کوئی مسلمان بسم اللہ کہہ کر ذبح کر دے گا تو وہ پاک ہو جائے گا۔ اور پاک ہونے کا مقصد وہی کہ اب پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا، نمازی اس کا گوشت جیب میں رکھ کر نماز پڑھے گا تو نماز باطل نہ ہوگی وغیرہ۔ کھانے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

یہ اوپر لکھ دیا گیا ہے کہ طہارت سے حلت ثابت کرنا جہالت ہے اور احناف پر افتراء ہے ایسے جھوٹے بہتان لگا کر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی توہین کرنے والا گمراہ اور بے دین ہے۔ غیر مقلدین اپنی جہالتوں سے اس قسم کی لغویات فقہ حنفی کی طرف منسوب کر کے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

واللہ تعالیٰ اعلم

کوّے کے حرام ہونے کا بیان

الاستفتاء:-

فتاویٰ رشیدیہ میں زاغ معروف یعنی کوّا کھانا حلال قرار دیا گیا ہے اور اس کی تائید میں ایک فتویٰ بھی جاری کیا گیا ہے جو ساتھ ہی منسلک ہے۔

لہٰذا شریعت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ کوّا کھانا حلال ہے یا حرام؟

الجواب:-

فتاویٰ رشیدیہ میں زاغ معروف کو کھانا ثواب لکھا ہے، جیسا کہ آپ نے بھی نقل کیا ہے اور عرف عام میں جس کو "کوّا" لیتے اور سمجھتے ہیں۔ یہ کوّا وہ ہے جو آبادیوں میں آتا ہے اس کے سینے پر سفیدی ہوتی ہے۔ ہر شخص کوے کا نام سن کر اس لفظ سے اسی کو مراد لیتا ہے اور یہی زاغ معروف ہے۔ اس کو تمام مستند کتب فقہ میں حرام لکھا ہے۔ درمختار و شامی میں ہے:

والغراب الابقع

(درمختار، جلد: ۵، صفحہ: ۲۱۵، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

اور غراب ابقع (زاغ معروف) وہ ہے جس میں سفیدی اور سیاہی ہوتی ہے۔

اس کی شرح میں علامہ شامی نے لکھا ہے:

الذی فیہ بیاض و سوادٌ

(جلد: ۵، صفحہ: ۲۱۵، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی وہی کوّا جو سیاہ و سفید ہوتا ہے۔

طحطاوی علی الدر المختار میں بھی یہی لکھا ہے:

ھوالذی فیہ سوادٌ و بیاض

(جلد: ۴، کتاب الذبائح، صفحہ: ۱۵۶، المکتبۃ العربیۃ، کوئٹہ)

تبیین الحقائق میں بھی غرابِ ابقع کو حرام لکھا ہے۔

(جلد: ۵، صفحہ: ۲۹۵، مکتبہ امیریہ، مصر)

اس کے علاوہ بحرالرائق میں بھی لکھا:

اما الغراب الابقع فلانہ یأکل الجیف فصار کسباع الطیر

(جلد: ۸، صفحہ: ۱۷۲، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی رہا معاملہ زاغ سیاہ و سفید یعنی زاغ معروف کا تو وہ اس لیے حرام ہے کہ وہ مردار کھاتا ہے پس وہ چیر پھاڑ کرنے والے پرندوں کی طرح ہے۔

ان تمام فتاوی سے اس کوّے کا حرام ہونا، جسے عرفِ عام میں "کوّا" کہتے ہیں، بالکل ظاہر معلوم ہوتا ہے۔ اسی کو رشید احمد نے حلال لکھا، بلکہ کھانا بھی باعثِ ثواب لکھا ہے۔ اور یہ فتوی جو آپ نے بھیجا ہے اس کے لکھنے والوں نے دھوکہ دہی کے لیے جو عبارتیں لکھیں وہ اس کوّے کے بارے میں نہیں تھیں بلکہ غرابِ زرع یعنی کھیتی کے کوّے کے بارے میں تھیں، ان تمام فتاوی میں یہ تفصیل سے لکھا ہوا ہے کہ کوّے تین قسم کے ہیں: ایک ہی غراب الابقع ہے۔ جس کی حرمت پر امت کا اتفاق ہے۔ دوسرا غراب زرع جو نجاست بالکل نہیں کھاتا بلکہ کھیتوں میں غلہ کھاتا ہے۔ وہ بالاتفاق حلال ہے۔ اور تیسرا عقعق، یہ جھاڑیوں میں رہتا ہے اور عقعق کر کے آواز نکالتا ہے۔ کبھی نجاست بھی کھالیتا ہے اور دانے بھی کھالیتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ امام اعظم کے نزدیک حلال ہے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ ہے۔ ان پچھلی دو قسموں کو اردو میں نہ کوّا کہتے ہیں اور نہ کوئی اردو داں کوّے کے نام سے ان کو پہچانتا ہے۔ تیسری قسم کے کوّے کو اردو میں بھی عقعق ہی کہتے ہیں۔ یہ تمام تفصیل بحرالرائق، شامی اور تبیین وغیرہ سب کتابوں میں موجود ہے۔ بحرالرائق کی عبارت یہ ہے:

والغراب ثلاثة انواع نوع یأکل الجیف فحسب فانه لایؤکل، نوع یأکل الحب فحسب فانه یؤکل ونوع یخلط بینهما وهو ایضاً یؤکل عندالامام وهو العقعق لانه یأکل الدجاج و عن ابی یوسف انه یکره اکله

(جلد: ۸، صفحہ: ۱۶۲، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی کوّے کی تین قسمیں ہیں وہ کوّا جو (صرف) مردار کھاتا ہے اور بس، اسی وجہ سے اس کو نہیں کھایا جاتا۔ دوسرا وہ کوّا جو صرف دانے کھاتا ہے تو وہ کھایا جاتا ہے۔ تیسرا وہ کوّا جس کی غذا مخلوط ہے (نجاست اور دانے دونوں کھاتا ہے) اور یہ بھی امام اعظم کے نزدیک کھایا جاتا ہے، اور وہ عقعق ہے۔ کیونکہ یہ چیز مرغی بھی کھاتی ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف کے نزدیک یہ مکروہ ہے۔

ان مفتیوں نے جو عبارت لکھی ہے اس میں پچھلی دونوں قسموں کا تذکرہ ہے جن میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ رشید احمد نے جس زاغ معروف کو حلال لکھا تھا اس کو انہی تمام کتابوں میں پہلی قسم یعنی غرابِ ابقع بتا کر حرام لکھا ہے۔ صاحبِ درمختار نے تحریر فرمایا ہے:

والغراب الابقع الذی یأکل الجیف لانه ملحق بالخبائث

(جلد: ۵، صفحہ: ۲۱۵، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

اور زاغ معروف مردار کھاتا ہے اسلیے اس کا شمار حرام چیزوں میں ہوتا ہے۔

علامہ شامی نے اس پر تحریر فرمایا:

اجمع العلماء علی ان المستخبثات حرام بالنص و ھو قولہ تعالٰی " ویحرم علیھم الخبائث "

(جلد : ۵ ، صفحہ : ٢١۵ ، مکتبہ رشیدیہ ، کوئٹہ)

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ پلیدی کھانے والے (پرندے اور جانور) نصِ قرآنی ، " ویحرم علیھم الخبائث " (سورۃ (۷) الاعراف ، آیت : ١۵۷ ، یعنی (وہ نبی) حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں) کے تحت حرام ہیں۔

لہٰذا زاغ معروف حرام ہے اور اس کو حلال قرار دینا صریحاً ظلم و نادانی ہے۔

حلال جانوروں کے حرام اعضاء

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ جانور کو ذبح کرنے کے بعد سارا جانور من کل الوجوہ حلال ہو جاتا ہے یا کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جن کا کھانا حرام اور ممنوع ہے؟ قرآن و حدیث اور فقہی عبارات مع حوالہ جات تحریر فرمائیں۔

سائل : بندہ خدا ، لیاقت آباد ، کراچی

الجواب:-

ہر حلال جانور میں ذبح کرنے کے بعد بھی سات چیزیں حرام ہیں۔

فتاوٰی شامی میں ہے :

ما یحرم اکلہ من اجزاء الحیوان المأکول سبعۃ الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ

(جلد : ۵ ، صفحہ : ٢١٩ ، مکتبہ رشیدیہ ، کوئٹہ)

حلال جانوروں میں سات اجزاء ہیں جن کا کھانا حرام ہے :

(١) بہنے والا خون (٢) ذکر (٣) کپورے (۴) فرج (۵) غدود (٦) مثانہ (۷) پتہ

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ حلال جانوروں میں کون سے اجزاء کھانا جائز ہیں اور کون سے ناجائز؟ جواب عنایت فرمائیں۔

سائل : مشکور احمد ، کراچی

الجواب:-

حلال جانوروں میں سات اجزاء کا کھانا حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

ما یحرم اکلہ من اجزاء الحیوان الماکول سبعة الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدة والمثانة والمرارة

(جلد: ۵، صفحہ: ۲۱۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

حلال جانوروں میں سات اجزاء ہیں جن کا کھانا حرام ہے بہا ہوا خون، ذکر، کپورے، پاخانہ پیشاب کا مقام، غدودیں، مثانہ اور پتہ۔

کلیجی، دل، گردہ، تلی کھانا جائز ہے۔

حرام اشیاء سے علاج کرنا

الاستفتاء:-

ایک شخص بیمار ہے، اور اس کی صحتیابی صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ وہ شراب پیئے۔ ایسے شخص کے لیے شراب پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:-

شراب کی حرمت قطعی ہے۔ قرآن و حدیث میں شراب کو حرام قرار دیا گیا ہے اس کا استعمال کسی بھی صورت میں ناجائز و حرام ہے۔ شراب کے بارے میں حدیث شریف میں ہے:

انہ لیس بدواء و لکنہ داء

(صحیح مسلم، جلد ثانی، کتاب الاشربہ، باب تحریم التداوی بالخمر)

یعنی یہ دوا نہیں بلکہ نری بیماری ہے۔

لہٰذا مذکورہ صورت میں بھی شراب کا استعمال ممنوع ہے۔ خواہ اس کا ایک گھونٹ یا ایک قطرہ ہی کیوں نہ ہو۔

ہومیو پیتھک اور ایلو پیتھک ادویات کا حکم

الاستفتاء:-

جناب حضرت مولانا مفتی محمد وقار الدین!
السلام علیکم

اس مسئلے کے بارے میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں۔ ایلوپیتھک ادویات میں سے بعض کا ایک جزو

الکحل ہوتا ہے جو عرف عام میں شراب کہلاتا ہے۔ ان ادویات کے استعمال کا مقصد سوائے مریض کو تندرست کرنے کے اور کچھ نہیں ہوتا، یقیناً آپ خود بھی بلاامتیاز ڈاکٹری نسخے کے مطابق ہر قسم کی ایلوپیتھک ادویات کو حسبِ ضرورت استعمال کرتے ہوں گے۔ تو کیا ان ایلوپیتھک ادویات کا استعمال اور ان کا کاروبار جائز ہے؟ اور انکی کمائی حلال ہے یا حرام؟

جواب بالکل غیر مبہم اور قرآن و سنت کی روشنی میں جدید تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے عنایت فرمائیں۔

سائل: مقصود احمد، فیصل آباد

الجواب:-

ہومیو پیتھک کی کوئی دوا بغیر " الکحل " کے نہیں بنتی۔ الکحل شراب ہے۔ لہٰذا ہومیو پیتھک کی دوا کھانا ناجائز ہے۔ ایک صحابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت حاصل کرنے کی غرض سے عرض کی کہ میں بغرض دوا شراب بناتا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انہ لیس بدواء و لکنہ داء

(صحیح مسلم، جلد ثانی، کتاب الاشربہ، باب تحریم التداوی بالخمر)

یعنی یہ دوا نہیں بلکہ نری بیماری ہے۔

چنانچہ ان کا کاروبار بھی حرام ہے۔ ایلوپیتھک کی ہر دوا میں الکحل نہیں ہوتا۔ ٹیبلٹ اور کیپسول میں الکحل نہیں ہوتا۔ پتلی دوائیوں میں سے کچھ میں شامل ہے، کچھ میں نہیں۔ جس میں الکحل شامل ہوتا ہے اس پر چھپے ہوئے فارمولے میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔ لہٰذا جس دوا میں الکحل ہوگا اس کا کھانا اور اس کی خرید و فروخت ناجائز ہوگی۔ اور جس میں الکحل شامل نہیں، وہ جائز ہے۔

خون کا عطیہ دینا

الاستفتاء:-

جناب مفتی صاحب!
السلام علیکم

عرض یہ ہے کہ درج ذیل مسائل کا جواب ارسال فرمائیں:

(۱) اگر کسی مریض کو خون دیا اور پھر بھی وہ مر گیا تو یہ خون جائز ہوا یا نہیں؟

(۲) اور اگر کسی مریض کو کسی نے خون دیا اور وہ ٹھیک ہو گیا تو اس خون کے بارے میں بتائیں کہ جائز

ہوا یا ناجائز؟

(٣) خون دینا جائز ہے یا ناجائز ؟

جوابات عنایت فرمائیں۔

سائل : سمیع الدین ، لیاقت آباد ، کراچی

الجواب:-

خون کی حرمت و نجاست قطعی ہے۔ قرآن کریم نے اسے ناپاک قرار دیا ہے (سورۃ (٥) المائدۃ، آیت ٣)۔ اس لیے اس کی خرید و فروخت اور اس کا استعمال سب ناجائز ہے۔ لہٰذا مریض زندہ رہے یا ہلاک ہو جائے دونوں صورتوں میں ایسا کرنے والے گناہ گار ہوں گے۔

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلے میں کہ میں بہت دنوں سے ایک ہسپتال میں زیر علاج ہوں۔ اس ہسپتال کا طریق علاج یہ ہے کہ ہر قسم کی بیماری کی دوا اس طرح جسم میں چڑھاتے ہیں جیسے خون چڑھایا جاتا ہے۔ چونکہ یہ عمل گھنٹوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ لہٰذا چند مسائل درپیش ہیں۔ کیا انجکشن لگنے یا جسم میں خون یا کسی بھی قسم کی دوا جو رگ کے ذریعہ جسم میں پہنچے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ دوا بھی خون ہی سے تیار کی جاتی ہے۔

اگر خون یا دوائی بذریعہ ڈرپ جسم میں چڑھ رہی ہو اور نماز کا وقت تنگ ہو تو کیا نماز پڑھے یا قضا کرے؟ اگر بے وضو ہے تو اس صورت میں وضو ناممکن اور تیمم مشکل ہے۔ کیا اس صورت میں جیسے تیسے تیمم کرکے نماز پڑھ سکتے ہیں؟

خون کا عطیہ دینا کیسا ہے؟ انجکشن لگوانے سے کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

سائل : محمد صابر قادری

الجواب:-

انجکشن لگانے یا منہ سے دوا پینے سے وضو تو نہیں ٹوٹتا ہے مگر انجکشن سے اور ڈرپ لگوانے سے عام طور پر کچھ خون نکلتا ہے۔ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ لہٰذا ایسی مجبوری کہ اٹھ نہیں سکتے اور وضو کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے تو تیمم کرکے نماز پڑھ سکتے ہیں، مگر بعد میں دہرا لی جائے۔ خون کی حرمت نصِ قرآن سے ثابت ہے اس کی نجاست و حرمت قطعی ہے۔ اس لیے اس کا خریدنا اور دینا جائز نہیں۔ ہمارے نزدیک روزے کی حالت میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

جھینگا اور کیکڑا کھانا

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ کیکڑا حلال ہے ، حرام ہے یا مکروہ ؟ اگر مکروہ ہے تو تحریمی ہے یا تنزیہی ؟

الجواب:-

فقہاء احناف کے نزدیک پانی کے جانوروں میں سوائے مچھلی کے اور کوئی جانور حلال نہیں ہے ۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں کیکڑا حلال نہیں ، مکروہ تحریمی ہے ۔ ہدایہ میں ہے :

ولا یؤکل من حیوان الماء الا السمک

(ہدایہ آخرین ، صفحہ : ۴۴۲ ، مکتبۃ شرکۃ علمیہ ، ملتان)

پانی کے (دریائی) جانوروں میں مچھلی کے علاوہ کوئی جانور حلال نہیں ہے ۔

الاستفتاء:-

محترم مفتی محمد وقارالدین صاحب !
السلام علیکم

ہمارے یہاں کے بعض وفود ہر سال بیرونی ممالک کا دورہ کرتے ہیں ۔ ان کو کھانے پینے کی مندرجہ ذیل اشیاء کے بارے میں یہ بتائیں کہ آیا وہ حرام ہیں ، حلال ہیں یا مکروہ ؟ اور اگر مکروہ ہیں تو تنزیہی ہیں یا تحریمی ؟ اور حرام ہیں تو کیوں حرام کی گئی ہیں ؟

(۱) چھوٹے سائز کا جھینگا (۲) درمیانے سائز کا جھینگا (۳) بڑے سائز کا جھینگا ، (۴) کیکڑا (۵) آکٹوپس
(۶) سیپ کے اندر کا کیڑا ۔

برائے کرم احکام الٰہی کی بجاآوری میں ہماری معاونت فرمائیں ۔

سائل : عبدالرؤف کھاتانی ، یونائیٹڈ ریفریجریشن انڈسٹریز لیمٹڈ ، کراچی

الجواب:-

حنفیہ کے نزدیک دریائی جانوروں میں صرف مچھلی حلال ہے ۔ مچھلی کے علاوہ اور کوئی دریائی جانور حلال نہیں ہے ۔ جھینگے کے بارے میں ماہرین اور فقہاء دونوں کا اختلاف ہے ۔ بعض اسے مچھلی شمار کرتے ہیں اور بعض اسے مچھلی نہیں مانتے ۔ جو مچھلی مانتے ہیں ان کے نزدیک جائز ہے اور جو مچھلی تسلیم نہیں کرتے ان کے

نزدیک ناجائز ہے۔ جب حرام و حلال میں فقہاء کا اختلاف ہو تو اس کو نہ کھانا اچھا ہے۔ جھینگوں کے علاوہ جو تین نام سوال میں لکھے ہیں یہ تینوں حرام ہیں ان کا کھانا جائز نہیں۔

الاستفتاء:-

علمائے دین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں کہ ہمارا مسلک اہل سنت و جماعت ہے اور ہمارے درمیان جھگڑا چل رہا ہے جس کا ابھی تک کوئی تصفیہ نہیں ہو سکا۔ اس لیے آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ جناب ہم لوگوں کو گناہوں سے بچائیں اور یہ واضح فرمائیں کہ جھینگے کا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ ہمارے ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ جھینگا مکروہ تحریمی ہے، اسے نہیں کھانا چاہیے۔ لہٰذا جواب عنایت فرمائیں۔

سائل : محمد ریاض

الجواب:-

جھینگے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر فتاویٰ میں یہ اختلاف نقل کیا گیا ہے۔ اس کی بنیاد یہ ہے کہ جھینگا مچھلی ہے یا نہیں۔ جن فقہا کے نزدیک مچھلی ہے انہوں نے اسے جائز قرار دیا اور جن کے نزدیک مچھلی نہیں ہے انہوں نے حرام کہا ہے۔ اور کھانے پینے کے معاملے میں جب حلت اور حرمت میں اختلاف ہو تو نہ کھانے ہی میں احتیاط ہے۔ اس لیے جھینگا نہیں کھانا چاہئے۔

اوجھڑی کھانے کا حکم

الاستفتاء:-

گائے اور بھینس کی اوجھڑی کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:-

مثانہ اور پاخانہ کے عضو اس لیے مکروہ ہیں کہ ان سے نجاستوں کا گزر ہوتا ہے جبکہ اوجھڑی اور آنتوں میں نجاست کا اجتماع ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کا حکم بھی یہی ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔

مشت زنی حرام ہے

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع اس مسئلے کے بارے میں کہ مشت زنی جائز ہے یا نہیں؟

سائل : بندہ خدا، کراچی

الجواب:-

مشت زنی حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

و کذا الاستمناء بالکف وان کرہ تحریما لحدیث ناکح الید ملعون

(جلد: ۲، صفحہ: ۱۰۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی ہاتھ سے منی نکالنا مکروہ تحریمی ہے۔ حدیث شریف میں ایسا کرنے والے پر لعنت آئی ہے۔

لیکن اگر کسی شخص پر شہوت کا ایسا غلبہ ہو کہ زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو یا شادی کرنے کی استعداد نہ ہو یا بیوی اتنی دور ہو کہ وہاں جا نہیں سکتا ہے۔ تو امید یہ ہے کہ ایسا کرنے والے پر کوئی وبال نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

ولو خاف الزنا یرجی ان لا وبال علیہ

(جلد: ۲، صفحہ: ۱۰۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی اگر زنا کا خوف ہو تو امید ہے (ایسا کرنے والے پر) وبال نہ ہوگا۔

شامی نے بھی اس پر کافی بحث کی اور یہی فیصلہ کیا کہ معصیت میں مبتلا ہونے سے بچنے کی نیت سے ایسا کرے گا تو گناہ نہ ہوگا اور اگر لذت وغیرہ کے قصد سے کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مردوں کا کان میں بالی ڈالنا

الاستفتاء:-

مردوں کا کان میں بالی پہننا کیسا ہے؟

سائل: عبدالرؤف قادری

الجواب:-

مردوں کا ناک، کان یا پاؤں کسی جگہ زیور پہننا حرام ہے۔ حدیث میں اس فعل پر لعنت آئی ہے۔

(بخاری، جلد ثانی، کتاب اللباس، باب المشبہین بالنساء والمشبہات بالرجال)

کفریات

شرک کی تعریف

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:
شرک کی تعریف مختصر مگر جامع لکھ کر ماجور فرمائیں۔

سائل: غلام یسین قادری، کتیانہ محلہ، گلستان مصطفی، کراچی

الجواب:-

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی دوسرے کو شریک کرنا "شرک" کہلاتا ہے۔

مرتد کا حکم

الاستفتاء:-

محترم جناب قبلہ مفتی صاحب!
السلام علیکم

آج بروز اتوار مورخہ 86-7-6 کو مساۃ پروین بی بی بنت صالح عدالت میں پیش ہوئی جس نے اپنے

بیان میں کہا " میں نے طلاق لینے کی غرض سے اسلام قبول کیا تھا۔ " لیکن اب وہ اپنے والدین کے ساتھ اپنے پرانے مذہب عیسائیت میں واپس جانا چاہتی ہے۔ جس کا بیان استفتاء کے ساتھ منسلک ہے۔ آپ اس کے بیان کی روشنی میں اپنا فتویٰ صادر فرمائیں، تاکہ عدالت کی رہنمائی ہو سکے۔

الجواب:-

شرعی طور پر جب کوئی غیر مسلم کلمہ پڑھ لے اور مسلمان ہو جائے تو اسے مسلمان تسلیم کر لیا جائے گا۔ لہٰذا یہ عورت جس وقت مسلمان ہوئی اسی وقت سے اسلام کے احکام کی مکلّفہ ہو گئی۔ اب اس کا یہ کہنا کہ میں دل سے مسلمان نہیں ہوئی تھی اور اپنے مذہب میں واپس جانا چاہتی ہوں، کفر ہے۔ کسی مسلمان کا اسلام چھوڑ کر دوسرے باطل مذہب میں جانے کا ارادہ کرنا اس لیے کفر ہے کہ " اسلام ایسے یقین کا نام ہے کہ جس کے خلاف کا احتمال ہی باقی نہ رہے " اور کسی مسلمان کا یہ کہنا کہ میں کسی دوسرے مذہب میں داخل ہو جاؤں گا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسے یقین حاصل ہی نہیں ہے۔ لہٰذا وہ عورت مسلمان ہونے کے بعد اپنے اس قول کی وجہ سے مرتدہ ہو گئی۔ اسلام میں مرتد کا حکم یہ ہے کہ مرد کو تین دن قید میں رکھ کر سمجھایا جائے گا۔ اگر وہ کفر سے توبہ کرے اور مسلمان ہوجائے تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ البتہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا اسکو قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ توبہ نہ کرے۔ درمختار میں ہے:

واعلم ان کل مسلم ارتد فانہ یقتل ان لم یتب الا المرأۃ

(درمختار، جلد سوم، صفحہ: ۳۲۶، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی یاد رکھو کہ ہر مسلمان جو اسلام سے پھر گیا، اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا علاوہ عورت کے۔

یعنی عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

قادیانیوں کے یہاں ملازمت کرنے کا حکم

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس سلسلہ میں کہ ہمارے ملک میں قادیانیوں کے کافی بڑے بڑے مل اور کارخانے موجود ہیں جو کہ روزمرہ ضروریات زندگی کی مصنوعات تیار کرتے ہیں اور ان کے کارخانوں میں ہزاروں غریب مسلمان بحیثیت مزدور کام کرتے ہیں۔ کیا قادیانیوں سے مسلمانوں کو کاروبار یعنی خرید و فروخت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ درخواست ہے کہ مسئلہ مسئولہ کی ذرا تفصیل سے وضاحت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر عطا فرمائے۔

طالب دعاء: نواب عبدالغنی، نشتر روڈ، سکھر

الجواب:-

قادیانی غیر مسلم قرار دیئے جا چکے ہیں۔ لیکن کافر سے بیع و شراء کرنا جائز ہے ۔ اور ان کے کارخانوں کی ملازمت بھی جائز ہے ۔ البتہ مسلمان کافر کی ایسی ملازمت نہیں کرسکتا جس میں اس کی توہین ہو مثلاً کافر کی خدمت گاری کرنا ، بدن دبانا وغیرہ ۔ اسی طرح گھریلو کاموں کی ملازمت جن کا مقصد خدمت گاری کرنا ہو ۔

قادیانیوں کے کفر کا بیان

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ہمارے شہر گھارو اور ضلع ٹھٹھ کے گرد و نواح میں قادیانی رہتے ہیں ۔ ان میں کا ایک قادیانی عبدالمجید جو ان کا سیکریٹری ہے اور واٹربورڈ فلٹر پلانٹ میں ہیڈ کلرک ہے ۔ عبدالمجید قادیانی نے اپنے اور اپنے بیٹوں اور دیگر مختلف ناموں سے تمام مشروبات کی ایجنسیاں عرصہ 20 سال سے لے رکھی ہیں ۔ اسی طرح تمام اخبارات و رسائل کی ایجنسیاں بھی لی ہوئی ہیں۔ اخبار " جنگ " کی نمائندگی بھی ان ہی کے پاس ہے جو تمام علاقوں میں سپلائی ہوتا ہے ۔ مشروبات کی کمپنیز میں سے "پاکولا" والوں سے اس سلسلہ میں جب رجوع کیا گیا۔ تو کمپنی کے وکیل نے کہا کہ قادیانی اقلیت میں ہیں ان سے لین دین میں کوئی حرج نہیں ہے اور شرعی کوئی مسئلہ نہیں ہے ۔

قادیانیوں کے دیگر معاملات میں مسلمان یا مسلمانوں کے معاملات میں قادیانی کی شمولیت یعنی قادیانیوں کو شادی غمی ، کھانا پینا ، میل جول ، دفتری معاملات ، قادیانیوں سے دنیاوی مشاورت ، قادیانیوں کو اپنے برتنوں میں کھلانا پلانا ، عید کی مبارک باد دینا ، تعزیت کرنا اور دیگر جو مسلمانوں کے احکام ہیں ، ان میں شرکت کرنا یا ان کو شریک کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں فتوی عنایت فرمائیں ۔ بینوا و توجروا

سائل : حافظ عبدالخالق ، رکن انجمن عاشقان رسول ، گھارو

النجواب:-

قادیانی دعوائے نبوت کرنے ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ پر بہتان و افتراء باندھ کر اور قرآن کریم کی تکذیب کر کے ایسا کافر ہے کہ اس کے کفر پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے ۔ اور پاکستان میں اسے غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے ۔ اس کے باوجود بے حیائی اور ڈھٹائی سے اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے ، اس لیے اس کے احکام کافر حربی مجاہر کے نہیں ہیں بلکہ مرتد کے ہیں ۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء میں جب بچہ بولنا شروع کرتا ہے تو ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اس کو کلمہ سکھاتا ہے اس کے بعد جب بچہ بڑا ہو جاتا ہے تو وہ

اپنے عقائد آہستہ آہستہ سیکھتا ہے اور بچہ جب سمجھ دار ہو جائے تو اس کا اسلام معتبر ہو جاتا ہے اس کے بعد اگر عقائد کفریہ سیکھتا ہے اور ان پر اعتقاد رکھتا ہے تو کافر ہو جاتا ہے لہٰذا یہ مرتد ہوا۔

حکومت اسلامی میں کافر اور مرتد کے احکام میں فرق ہے۔ کافر سے معاملات جائز ہیں جبکہ مرتد سے معاملات بھی جائز نہیں ہیں اور مرتد کسی مال کا مالک ہی نہیں رہتا۔ اس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ اس کو قید کیا جائے گا اگر تین دن میں توبہ کرے گا تو توبہ قبول کر لی جائے گی ورنہ قتل کر دیا جائے گا اور اس کے زمانہ ارتداد کے کمائے ہوئے مال کو غرباء پر صدقہ کر دیا جائے گا۔ ہدایہ اور عالم گیری وغیرہ میں ہے:

وان مات او قتل علی ردته انتقل ما اكتسبه فی اسلامه الی ورثته المسلمین وكان ما اكتسبه فی حال ردته فیئا

(ہدایہ اولین، صفحہ: ۶۰۱، مکتبہ شرکۃ علمیہ، ملتان)

اور اگر مرتد مر گیا یا حالت ارتداد میں قتل کر دیا گیا تو اس نے جو کچھ حالت اسلام (ایمان) میں کمایا وہ اس کے مسلمان ورثاء میں منتقل ہو جائے گا اور وہ مال جو اس نے حالت ارتداد میں کمایا تو وہ مسلمان غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

جب وہ اپنے مال کے مالک ہی نہیں رہے ہیں تو ان سے خرید و فروخت کرنا مسلمانوں کو ناجائز ہے۔ لہٰذا حکومت اسلامی میں قادیانی پر یہ احکام جاری کیے جائیں گے۔ اور ملنا جلنا، سلام کلام اور دوسرے محبت کے تعلقات قائم نہیں کیے جائیں گے۔ سوال میں قادیانیوں کے متعلق جن کاموں کا ذکر کیا گیا ہے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ یہ تمام ایجنسیاں قادیانیوں سے واپس لے لی جائیں۔

الاستفتاء:-

محترم جناب مفتی صاحب!
السلام علیکم

ازراہ کرم مندرجہ ذیل مسائل پر فتویٰ عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا کرے۔

مسلمان ان افراد کو سید کہتے ہیں جو آل رسول ہیں۔ اب یہ بات میرے علم میں آئی ہے کہ جن افراد کا تعلق خاندان مرزا قادیانی سے ہے وہ بھی اپنے آپ کو سید کہلواتے اور تحریر کرتے ہیں۔ صرف اس وجہ سے کہ مسلمان اہل سادات کو جو عزت و تکریم دیتے ہیں وہ انہیں بھی مل سکے۔ اندرون سندھ کے بھولے بھالے عوام کو یہ احمدی دھوکا دے رہے ہیں۔ ازروئے مذہب اسلام قادیانیوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

سائل: ابن حسن، عزیز آباد، کراچی

الجواب:-

قادیانی ایسا مرتد و کافر ہے کہ جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ حکومت

پاکستان نے قادیانیوں کو کافر قرار دے دیا ہے ، اور ان کو اپنے آپ کو مسلمان کہنا جرم قرار دے دیا ہے ۔ لہذا ایسے لوگوں کے خلاف قانونی کارروائی کر کے انہیں سزا دلائی جائے ۔ اور ان کا از خود سید بننا مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے ۔ سید صرف وہ مسلمان ہوتے ہیں جو حضرات حسنین کی اولاد میں سے ہوں ۔

الاستفتاء :-

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ :

قادیانی خواہ لاہوری گروپ سے ہو یا احمدی گروپ سے اس کے ساتھ کھانا کھانے کا کیا حکم ہے ؟

سائل : سلطان محمود ، تحصیل مری

الجواب :-

قادیانیوں کے دونوں گروپ کافر و مرتد ہیں ۔ اور مرتد کے احکام اہل کتاب اور مشرکین سے جدا ہیں ۔ شریعت کے مطابق مسلمان ، مرتد سے معاملات بھی نہیں کرسکتا ، اس سے ملنا جلنا ، کھانا پینا سب ناجائز ہے ۔ قرآن کریم میں فرمایا :

ومن یتولهم منکم فانه منهم

(سورۃ (۵) المائدۃ ، آیت : ۵۱)

اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہیں ۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوا :

فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظالمین ○

(سورۃ (٦) الانعام ، آیت : ٦٨)

نصیحت آجانے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو ۔

لہذا ان سے تجارت رکھنا ، اٹھنا بیٹھنا ، کھانا پینا سب حرام ہے ۔

واللہ تعالٰی اعلم

کفر پر راضی ہونے کا حکم

الاستفتاء :-

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کفر پر خوش ہونا کفر ہے یا گناہ ہے ؟ اگر خوشی بے اختیار ہو تو کیا حکم ہے ؟ اور اگر قصداً خوش ہو تو اس کا کیا حکم ہے ؟

کیونکہ زید یہ کہتا ہے کہ خوش ہونا ایک کیفیت قلبی ہے اس سے ہرگز کفر لازم نہیں آتا اگرچہ قصداً ہو ۔

جبکہ بکر یہ کہتا ہے کہ اگر کفر پر کوئی قصداً خوش ہو تو یہ کفر ہے اور اگر کوئی بے اختیار خوشی محسوس کرے تو کفر نہیں۔

لیکن عمر کہتا ہے کفر پر اگر کسی کو قصداً یا بے اختیار خوشی محسوس ہو تو دونوں صورتوں میں کفر ہے کیونکہ خوشی اس وقت محسوس ہوتی ہے جب آدمی کسی چیز کو پسند کرے یا کسی چیز پر راضی ہو۔ پس کفر کی پسند کفر ہے اور کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے۔

جواب شافی کافی عطا فرمادیں کہ اس بارے میں حق واضح ہو جائے۔

سائلین: زاہد علی زیدی، خالد رفیق، ملیر سٹی، کراچی

الجواب:-

یہ بات تو شریعت میں طے شدہ ہے کہ کفر پر راضی ہونا کفر ہے۔ کتابوں میں لکھا ہے:

الرضا بالکفر کفر

(النبراس علی شرح العقائد، صفحہ: ۵۷۰، شاہ عبدالحق محدث اکیڈمی، سرگودھا)

یعنی کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے۔

خوش ہونا دو معنوں میں مستعمل ہوتا ہے ایک ہنسنا اور دوسرا دل میں ایک کیفیت خاص کا پیدا ہونا۔ دل میں اس کیفیت کے پیدا ہونے کو رضا بھی کہتے ہیں۔ لہٰذا کفر پر دل میں یہ کیفیت پیدا ہوئی تو کافر ہو جائے گا۔ اور ہنسنا دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہی اظہار مسرت جو اس کیفیت قلبی کی وجہ سے ہوتا ہے یہ بھی کفر ہے۔ اور ایک ہنسنا استہزا کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کسی کی حماقتوں اور بے وقوفی کے کاموں کو دیکھ کر ہنسی آجاتی ہے۔ اس طرح کی ہنسی رضا پر دلالت نہیں کرتی۔ تو کسی کافر کی جاہلانہ باتیں دیکھ کر اگر بطور استہزا اس کی حماقت پر ہنسا تو کفر نہ ہوا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن اور ایمان کو گالی دینے والے کا حکم

الاستفتاء:-

بخدمت جناب قبلہ مفتی صاحب!

السلام علیکم

عرض خدمت یہ ہے کہ مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ہے جس کو تحریر کر رہا ہوں۔ میں اپنے کاروبار کے سلسلے میں بہت پریشان تھا اسی دوران ایک بیوپاری سے میری جھڑپ ہو گئی اور بات بہت زیادہ بڑھ گئی، وہ بیوپاری بولا ایمان اور قرآن سے کہو میں غصہ میں قابو میں نہیں رہا اور میں نے کہا ایمان اور قرآن اس کے اس میں جائے (

نعوذ باللہ) جس کے لیے میں اس وقت سے بہت شرمندہ ہوں۔ برائے مہربانی بتائیں اس کا تدارک کس طرح ہوگا اور میں کس طرح اس کا کفارہ ادا کروں؟ آپ کی عنایت ہوگی۔

الجواب:-

قرآن اور ایمان کے متعلق اس قسم کا لفظ استعمال کرنا صریح کفر ہے۔ لہٰذا قائل فوراً اپنے اس کفر سے توبہ اور تجدید ایمان کرے اور اگر شادی شدہ ہے تو توبہ کے بعد نکاح بھی دوبارہ کرے۔ نکاح کی صورت یہ ہے کہ دو عاقل بالغ مردوں کی موجودگی میں شوہر اپنی بیوی سے یہ کہے کہ میں نے تجھ سے اتنے مہر پر نکاح کیا عورت جواب میں کہے میں نے قبول کیا۔ کم سے کم مہر کی مقدار اندازاً 3 تولے چاندی کی قیمت ہے۔ جو بازار سے معلوم کرلی جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

اوراد و وظائف کی کتاب کی بے حرمتی کرنے والے کا حکم

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ پنج سورہ و وظائف کی کتاب جس میں چالیس پچاس سورتیں، کلمہ، مختلف درود مثلاً درود تاج، درود لکھی، درود مقدس، درود اکبر، اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام، نماز اور دیگر وظائف ہیں۔ زید نے اس کتاب کو کچھ دیر پڑھا اور یہ کہہ کر کہ اس میں خرافات ہیں اپنے پاؤں پر بے حرمتی کرنے کی غرض سے مارنا شروع کردیا۔ منع کرنے پر بھی کہ اس میں قرآن پاک کی سورتیں ہیں وہ نہ مانا برابر اپنے پیروں پر مارتا رہا، سمجھانے پر بھی اس نے توبہ نہ کی۔ ان حالات میں فتویٰ چاہیے۔

(۱) کیا ایسے شخص کا ایمان ثابت رہا اور اگر نہیں تو کیا وہ کافر ہوگیا؟
(۲) کیا اس کا نکاح برقرار رہا یا فسخ ہوگیا؟
(۳) کیا اس کو توبہ کی گنجائش ہے؟

سائل: خادم ممتاز خاں

الجواب:-

قرآن کریم کی توہین کفر ہے۔ لہٰذا پنج سورہ کو پاؤں پر مارنے والا جیسا کہ سوال میں لکھا ہے کافر ہے۔ اسے نئے سرے سے ایمان لانا فرض ہے اور شادی شدہ ہے تو اسے دوبارہ نکاح کرنا بھی ضروری ہے۔

”لاالہ الا انت یا جبرائیل“ کفریہ کلمہ ہے

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ میں کہ ”لاالہ انت“ یا جبرائیل جبر کر ”سبحانک“ یا میکائیل مار کر ”انی کنت“ یا اسرافیل اثر کر ”من الظلمین“ یا عزرائیل حاضر کر“ اس آیت کریمہ میں اردو کے الفاظ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور یہ مترادف توہین ہے یا نہیں؟

سائل: صوفی بدرالدین، بزرٹ لائن، کراچی

الجواب:-

”لاالہ الا انت“ یا جبرائیل کا ایک معنی یہ ہوگا کہ اے جبرائیل تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اسی طرح بقیہ تین جملوں کا بھی ایسا ہی مطلب ہوگا۔ یہ کھلا کفر ہے۔ کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ اگر کوئی اور مطلب بھی لیتا ہے جب بھی یہ کلمات بولنا جائز نہیں۔

محرمات قطعیہ کو حلال جاننے والے کا حکم

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں مفسرین و محدثین و مفتیان شرع اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ”منہیات“ کو اعلانیہ رواج دیتا ہے۔ مثال کے طور پر سود، زنا، لواطت حتیٰ کہ سگے بہن بھائیوں کا نکاح آپس میں جائز قرار دیتا ہے۔ مذکورہ شخص کافر ہے یا نہیں؟ اپنے موقف میں برائے کرم نص قرآن و حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اقوال فقہا سے بھی روشنی ڈالیں۔

المستفتی: چوہدری شاہد انجم ایڈوکیٹ، ایم اے، ٹنڈو آدم، سندھ

الجواب:-

محرمات قطعیہ یعنی جن کی حرمت قرآن کریم کی نصوص سے یا احادیث متواترہ مشہورہ سے ثابت ہے ان کو حلال جاننے والا کافر ہے۔ اس لیے کہ وہ ان آیات کا منکر ہے جن سے حرمت ثابت ہے۔ سوال میں جن باتوں کا تذکرہ ہے ان کی حرمت قرآن کریم میں منصوص ہے۔

سود کی ممانعت سورۃ بقرہ میں وارد ہے :

واحل اللہ البیع و حرم الربٰوا

(سورۃ (٢) البقرۃ ، آیت : ٢٧٥)

اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود کو۔

سورۃ الاعراف میں جملہ فواحش کو حرام قرار دیا گیا :

قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن

(سورۃ (٧) الاعراف ، آیت : ٣٣)

اور تم فرماؤ میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں ، جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی۔

سگے بہن بھائیوں کے رشتہ ازواج کی حرمت سورۃ نساء میں اس طرح مذکور ہے :

حرمت علیکم امہٰتکم و بنٰتکم و اخوٰتکم

(سورۃ (٤) النساء ، آیت : ٢٣)

حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں۔

لہذا جو ان کو جائز کہے گا وہ کافر ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کسی شبیہ کی طرف اشارہ کر کے کہنا کہ میں اس کی عبادت کرتا ہوں

الاستفتاء:-

ایک محفل سماع میں ایک قوال نے کلام پڑھا۔ اس محفل میں ایک سلسلہ کے لوگ بیٹھے تھے اور خلیفہ بھی بیٹھے تھے اور خلیفہ کی بیٹھ پر خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے روضے کی ایک بہت بڑی شبیہ تھی۔ اس کی طرف اشارہ کر کے قوال نے یہ شعر پڑھا۔

ے میری نماز تو یہی ہے پوجتا ہوں تمہیں
مجھے نہیں خبر آداب بندگی کیا ہیں

اس طرح اشارہ کر کے ایسا شعر پڑھنا کلمہ کفر ہے یا نہیں ؟ اور اس پر داد دینے والوں کے لیے کیا حکم ہے ؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

سائل : محمد نواز سومرو

الجواب:-

جاہل قوال اس قسم کی حرکت کرتے ہیں۔ اگر واقعی قوال نے شیشہ کی طرف اشارہ کر کے یہ شعر پڑھا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ توبہ کرے، تجدید ایمان کرے اور شادی شدہ ہے تو نکاح بھی دوبارہ کرے۔

ایسے کفریہ الفاظ جن کی تاویل نہ ہو سکے لکھنا یا بولنا

الاستفتاء:-

اگر کوئی شخص نعتیہ کلام پڑھ رہا ہو جس میں شاعر نے ایسے الفاظ استعمال کیے ہوں جو اہل علم کے نزدیک تو کفر ہوں، مگر نہ شاعر نے اس نیت کے ساتھ لکھے ہوں اور نہ پڑھنے والا ان اشعار کو اس غرض سے پڑھے، تو ایسے اشعار پڑھنے والے پر کفر کا فتوی لگانا کیسا ہے؟ جبکہ وہ اسے صرف محبت میں پڑھ رہا ہے۔

سائل: محمد اسلم، کھارادر، کراچی

الجواب:-

ایسے الفاظ شعر یا نثر میں بولنا یا لکھنا جن کے معنی کفر پر دلالت کرتے ہوں اور ان میں کسی تاویل کی گنجائش بھی نہ ہو تو بولنے والا اور لکھنے والا کافر ہو جائے گا، اس میں نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔

کافر کے لیے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کرنے کا حکم

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جو کہ عیسائی تھا اور صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا نبی مانتا تھا۔ فوت ہو چکا ہے۔ اس کی بیٹی مسلمان ہے وہ چاہتی ہے کہ اپنے باپ کی روح کو قرآن مجید پڑھوا کر ایصال ثواب کروائے۔ اس آنجہانی عیسائی کی مسلمان بیٹی اپنے والد کے ایصال ثواب کے لیے قرآن شریف کا ختم پڑھوا سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا

الجواب:-

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد امم سابقہ کا کوئی اہل کتاب یہودی و نصرانی وغیرہ جب تک نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے گا، کافر رہے گا۔ اگرچہ اپنے مذہب پر قائم ہو اور کفر و شرک نہ کرتا ہو۔ لہذا صورت مسئولہ میں اگر وہ ایسا ہی تھا جیسا کہ تحریر کیا گیا کہ تثلیث کا قائل نہ تھا جب بھی وہ کافر ہی تھا۔ کافر قابل مغفرت نہیں ہے۔ اس لیے اس کے لیے ایصال ثواب حرام اور دعائے مغفرت کرنا کفر ہے۔

سنت کا مذاق اڑانا اور توہین کرنا

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علماء حق اس مسلمان کے بارے میں جو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حقارت کی نظر سے دیکھے اور سنتوں کا مذاق اڑائے؟ امید ہے کہ مدلل جواب عنایت کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے!

سائل: محمد حنیف، نیا آباد، کراچی

الجواب:-

سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانا یا اسکی توہین کرنا کفر ہے۔

عالمگیری میں ہے:

رجل قال لغیرہ کلما کان یاکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلحس اصابعہ الثلاث، قال: ذالک الرجل ایں بے ادبی است، فھذا کفر اذا قال چہ نغز رسمی است دھقان را کہ طعام خورند و دست نشویند، قال: ان کان تھاونا بالسنۃ یکفر، ولو قال: ایں چہ رسم است سبلت پست کردن و دستار بزیر کلو آوردن، فان قال ذالک علی سبیل الطعن فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد کفر۔ کذا فی المحیط۔

(عالم گیری، جلد دوم، صفحہ: ۲۶۵، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یعنی کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرماتے تھے تو اپنی تین انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے، تو اس شخص نے کہا کہ یہ بے ادبی ہے تو یہ کہنا کفر ہے، جب کسی شخص نے یہ کہا کہ دیہاتیوں کی یہ عادت کتنی اچھی ہے کھانا کھاتے ہیں اور ہاتھ نہیں دھوتے، یہ بات اگر اس نے سنت کی توہین کے طور پر کہی تو کافر ہو جائے گا۔ اور اگر کسی نے کہا کہ یہ کونسا طریقہ ہے کہ مونچھوں کو پست کرنا اور دستار کو گردن سے نیچے لٹکانا، یہ بات اس نے اگر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں طعن کے طور پر کہی تو وہ کافر ہو گیا۔ اسی طرح محیط میں ہے۔

صحابہ میں سے شیخین کو گالی دینا

الاستفتاء:-

محترم جناب مفتی صاحب!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ گستاخِ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، مسلمان ہے یا کافر؟

زید کہتا ہے کہ صحابہ کی بے ادبی کرنا گناہ ہے، کفر نہیں ہے۔ جبکہ عمر کہتا ہے کہ صحابہ کا بے ادب خارج از اسلام ہے۔ اس بارے میں مطلع فرمائیں کہ گستاخِ صحابہ مسلمان ہے یا کافر؟

سائل: سید عبدالحلیم شاہ، سیریاب روڈ، کوئٹہ

الجواب:-

کسی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔ حدیث میں فرمایا:

سباب المسلم فسوق

(بخاری، جلد دوم، کتاب الادب، باب ما ینھٰی عن السباب واللعن)

یعنی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

اور صحابہ کو گالی دینا بہت بڑا گناہ ہے، لیکن حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنھما کو گالی دینا کفر ہے اور دوسرے صحابہ کرام کو گالی دینا حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

اوالکافر بسب الشیخین او بسب احدھما، فی البحر عن الجوھرۃ معز یا للشھید، من سب الشیخین او طعن فیھما کفر ولا تقبل توبتہ

(صفحہ: ۳۲۰، جلد سوم، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

اور اس کافر کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو شیخین (حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنھما) کو یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دے۔ بحرالرائق میں جوہرہ نیرہ کے حوالے سے الحاکم الشہید سے منقول ہے: جس نے شیخین کو گالی دی یا برا بھلا کہا دونوں صورتوں میں کفر ہے۔

مشرک کے لیے بخشش کی دعا

الاستفتاء:-

محترم جناب مفتی صاحب!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے دفتر میں ایک غیر مسلم کی وفات پر اس کی بیوہ کو پیغام دیا گیا۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اللہ پاک مرحوم کی روح کو سکون بخشے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایک غیر مسلم کی روح کو سکون بخشنے کی ایک مسلمان کی طرف سے دعا کی جاسکتی ہے؟ اور اس میں کسی گناہ کا پہلو تو نہیں نکلتا، غیر مسلم کے مرنے پر اس کے لیے دعائے مغفرت کی جاسکتی ہے یا کہ نہیں؟ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

سائل: احترام الدین صوفی، سول ایوی ایشن اتھارٹی، کراچی

الجواب:-

قرآن کریم میں ہے :

ما كان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشركین ولو كانوا اولی قربیٰ

(سورۃ (۹) التوبۃ ، آیت : ۱۱۳)

یعنی نبی اور ایمان والوں کے لیے لائق نہیں کہ مشرکوں کی بخشش چاہیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں ۔

دوسرے مقام پر فرمایا :

فلا یخفف عنهم العذاب

(سورۃ (۲) البقرۃ ، آیت : ۸۶)

پس ان پر سے عذاب ہلکا نہ ہوگا ۔

ایک اور جگہ فرمایا :

ان اللہ لا یغفر ان یشرک به و یغفر مادون ذلک لمن یشآء

(سورۃ (۴) النساء ، آیت : ۱۱٦)

اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے ۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں کافر و مشرک کے لیے مغفرت و سکون و راحت کی دعا کرنا کفر ہے ۔

فتاویٰ شامی میں علامہ ابن عابدین نے امام قرافی کا قول نقل کیا ہے :

ان الدعاء بالمغفرۃ للکافر لطلبه تکذیب اللہ تعالیٰ فیما اخبرہ ۔

(شامی ، جلد اول ، صفحہ : ۳۸٦ ، مکتبہ رشیدیہ ، کوئٹہ)

بے شک مغفرت کی دعا کرنا کافر کے لیے (کفر ہے) کہ یہ دعا اللہ تعالیٰ کے قول کی تکذیب چاہتی ہے اس چیز میں جس کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ۔

خود ساختہ اصول کے تحت کسی کو کافر قرار دینے کا حکم

الاستفتاء:-

مکرمی و معظمی جناب مفتی محمد وقارالدین صاحب !

السلام علیکم

مزاج گرامی ! بعد سلام سنت خیرالانام عرض ہے کہ :

ایک شخص اپنے ہاتھ میں "عصا" نہیں رکھتا لیکن کہتا ہے کہ یہ سنت ہے ۔ اس کا احترام کرنا چاہیے ،

اس سے انکاری نہیں۔ ایک دوسرا شخص استعمال نہیں کرتا اور کوئی شخص اسے اس کی ترغیب دیتا ہے تو اسے بھی نہیں مانتا بلکہ قطعاً انکار کر دیتا ہے کہ یہ عمل باعث شرم ہے۔ مجھے اس کے استعمال سے شرم محسوس ہوتی ہے۔ تو ان دونوں کے لیے شرعاً کیا حکم ہے کچھ ساتھیوں کا خیال ہے کہ سنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعاً انکاری شخص کافر و زندیق ہو گیا، یہ اب پہلے توبہ کرے، پھر کسی عالم دین کے دست حق پرست پر اپنے ایمان کی تجدید اور اعادہ کرے، تب مسلمان ہوگا ورنہ نہیں؟ جبکہ پہلا شخص صرف گناہ گار ہے۔ کتاب و سنت کی روشنی میں اس مسئلہ کا حل تحریر فرمائیں۔

سائل: السید انور علی

الجواب:-

عصا ہر وقت ہاتھ میں لینا سنت نہیں ہے۔ لہذا اس کو سنت بتانے والا غلطی پر ہے جس نے انکار کیا اس پر توہین سنت کا الزام لگا کر حکم کفر لگانا شریعت پر افتراء ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا جو کسی مسلمان کو کافر کہے، اگر وہ واقعی کافر تھا تو ٹھیک ہے ورنہ یہ کفر کا حکم اس کہنے والے پر لوٹے گا۔ لہذا جس نے یہ کفر کا حکم لگایا ہے، اس پر تجدید ایمان اور شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح بھی لازم ہے۔

دیوبندیوں کو کافر قرار دینے کا حکم

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

میں بریلوی مسلک سے تعلق رکھتا ہوں اور اعلیٰ حضرت اور ان کے خاندان کا بہت عقیدت مند ہوں۔ لیکن میں دیوبندیوں کو کافر نہیں کہتا اور کبھی کبھی مجبوری سے ان کی مسجد میں نماز پڑھ لیتا ہوں۔ میں جہاں کام کرتا ہوں وہاں دیوبندیوں کی مسجد ہے۔ دیوبندیوں کو کافر کہنا چاہیے یا نہیں، کیا تمام دیوبندی کافر ہیں، کیا میری نماز دیوبندی امام کے پیچھے ہو جائے گی؟

سائل: امتیاز الدین خان

الجواب:-

وہ دیوبندی جنہوں نے توہین نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہے جن کے متعلق علمائے حرمین، مصر، اور شام نے فتوی دیا کہ یہ کافر ہیں اور جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ یہ فتاوی "حسام الحرمین" کے نام سے زمانہ دراز سے چھپتا آیا ہے۔ توہین نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کفر ہونے پر امت کا اتفاق ہے۔ جو شخص دیوبندی علماء کی ان عبارات کو جان کر بھی ان کو کافر نہ کہے یا کفر میں توقف کرے، وہ کافر ہو جائے گا۔ لہذا ایسے

لوگوں پر کفر کا حکم دیا جاتا ہے۔ عام دیوبندی جو صرف میلاد، قیام، فاتحہ وغیرہ میں اہل سنت کی مخالفت کرتے ہیں اور ان عبارات کفریہ کا انہیں علم نہیں ان کو کافر نہیں کہیں گے وہ گمراہ ہیں۔ تمام دیوبندی علماء عام طور پر ان عبارات کو جانتے ہیں۔ لہٰذا ان کے پیچھے نماز باطل ہے اور اگر ان عبارات کو نہیں جانتے ہوں جب بھی ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اور جو نمازیں ان کے پیچھے پڑھی جائیں گی وہ واجب الاعادہ ہوں گی۔ درمختار میں ہے:

و یکرہ امامة مبتدع ای صاحب بدعة لایکفربها وان انکر بعض ماعلم من الدین ضرورة کفربها فلایصح الاقتداء به اصلاً، فلیحفظ

(جلد اول، باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد و مطلب البدعة خمسة اقسام)

یعنی بدعتی کی امامت مکروہ ہے، بدعتی سے مراد وہ ہے جو اپنے اس عقیدہ کی وجہ سے کافر نہ ہوا ہو۔ اور اگر وہ ضروریات دین میں سے انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہوگیا ہو تو اس کی اقتداء بالکل صحیح نہیں ہے، یہ بات یاد رکھنا چاہیے!

فرقے

اہل سنت و جماعت اور دیگر فرقوں کے درمیان اختلاف اصولی ہے یا فروعی

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علماء کرام فقہاء عظام مسائلِ ذیل کے بارے میں:

(۱) اہل سنت و جماعت، دیوبندی اور جماعت اسلامی کے درمیان اختلاف اصولی ہے یا فروعی؟

(۲) دیوبندی، جماعت اسلامی، شیعہ اور اہل حدیث کافر ہیں یا مسلمان؟

(۳) ایک بھائی جماعت اسلامی اور دوسرا اہل سنت کا کیا ایک دوسرے سے رشتہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:-

(۱) دیوبندیوں سے ہمارے اختلافات اصولی ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں جیسے قادیانی یا شیعہ وغیرہ سے ہیں۔ تفصیل کے لیے علمائے حرمین کا فتوی "حسام الحرمین" دیکھیے۔

(۲) جن لوگوں نے توہینِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی، ختم نبوت کا انکار کیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی۔ وہ کافر ہیں۔

(۳) حدیث شریف میں "قدریہ" کے بارے میں ارشاد فرمایا:

لاتجالسوا اہل القدر ولا تفاتحوھم

(ابو داؤد، حصہ دوم، ابواب شرح السنۃ، باب فی القدر)

یعنی قدریہ کے ساتھ نہ اٹھو بیٹھو اور نہ ان سے سلام و کلام کرو۔

لہٰذا جن کے عقیدوں میں خرابی ہے ان سے رشتہ داری جائز نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کیا صرف اہلسنت ہی جنت میں جائیں گے؟

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ کوئی پیر طریقت یا بزرگ بریلویوں کے اس عقیدے پر کہ (اہل سنت ہی جنت میں جائیں گے باقی تمام فرقے باطل ہیں) کچھ لب کشائی کرتے ہیں کہ وہ یہ کہیں کہ "اللہ تبارک و تعالیٰ جس کو چاہے جنت میں بھیجے بریلویوں نے کوئی ٹھیکہ تو نہیں لیا کہ باقی لوگوں کو جہنمی کہیں" اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ "تمام لوگوں میں میل جول رکھنا چاہیے، چاہے کوئی کسی بھی مکتبہ فکر کا ہو" ایسے پیر یا بزرگ کی تعظیم کرنا اور اس کی بیعت کرنا کیسا ہے؟

الجواب:-

ایسا شخص لائق تعظیم اور لائق بیعت نہیں ہے اس پیر کے جو اقوال اوپر نقل کیے گئے ہیں وہ بہت برے ہیں قرآن کریم میں فرمایا:

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذٰلک لمن یشاء

(سورۃ (۴) النساء، آیت: ۴۸)

اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھیرایا جائے، اور اس سے نیچے جو کچھ ہے، جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔

بریلویوں کے علاوہ جتنے فرقے ہیں وہ اللہ تبارک و تعالیٰ، رسولان عظام، صحابہ کرام، ازواج مطہرات اور آئمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کو سب و شتم اور برا کہتے ہیں۔ یہ تمام اہلسنت سے علیحدہ ہوئے ہیں ان میں کوئی کفر تک پہنچا وہ تو قابل مغفرت ہی نہیں اور اگر کفر تک نہ پہنچا تو گمراہ ہے اور گمراہوں اور مرتدین سے ملنا جلنا، سلام و کلام کرنا قرآن و حدیث سے ممنوع ہے، قرآن کریم میں فرمایا:

فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین

(سورۃ (٦) انعام، آیت: ٦٨)

تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

اور فرمایا:

ومن یتولهم منکم فانه منهم

(سورۃ (٥) المائدہ، آیت: ٥١)

اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہ ان میں سے ہو جائے گا۔

حدیث شریف میں فرمایا:

ان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم وان لقیتموهم فلا تسلموا علیهم

(ابن ماجہ، الحدیث الاخر من "باب فی القدر")

اگر یہ (بد عقیدہ لوگ) بیمار ہو جائیں تو ان کی تیمار داری بھی نہ کرو، اگر مر جائیں تو ان کے جنازے میں بھی نہ جاؤ اور اگر تم سے ملیں تو ان کو سلام بھی نہ کرو۔

قرآن و حدیث کی ان واضح ممانعتوں کے بعد جو پیر اس قسم کی لغو باتیں کہتا ہے وہ یا تو جاہل ہے یا معاند، جان بوجھ کر خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اس پیر سے ترک تعلقات کریں اور اس کے پاس بھی نہ جائیں۔

بدمذہب کو کافر کہنے کا حکم

الاستفتاء:-

جناب مفتی صاحب!
السلام علیکم
مندرجہ ذیل مسائل کے جوابات عنایت فرمادیں۔
(١) بدمذہبوں کو کافر کہنا کیسا ہے؟
(٢) بوہری اور شیعہ فرقوں میں کیا فرق ہے؟

سائل: عبدالرؤف قادری

الجواب:-

(١) ہر بدمذہب کو کافر نہیں کہہ سکتے۔ اس کو کافر کہا جائے گا جس کی بدمذہبی اور اعتقادات کفریات تک پہنچ جائیں۔

(٢) شیعوں کے بہت سے فرقے ہیں، بوہری بھی انہیں کا ایک فرقہ ہے۔ ان کے اختلافات اپنے اماموں میں ہیں۔ کوئی کسی کو امام مانتا ہے کوئی کسی کو۔ اسی طرح امام غائب میں اختلاف ہے، جن کے یہ منتظر ہیں۔

خارجی کون لوگ ہیں ؟

الاستفتاء :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل کے بارے میں کہ بعض لوگ ایسی گفتگو کرتے ہیں جو ہمیں شرع کے منافی اور بے حرمتی معلوم ہوتی ہے اور جسے سن کر ہم لوگ پریشان ہو جاتے ہیں ۔ لہذا وضاحت فرمائیں :

(۱) کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے تیار تھے مگر راستے میں چند خارجی بدمعاشوں نے انہیں شہید کردیا اور بیعت نہ کرنے دی ۔

(۲) کیا حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے کسی بچے کا نام یزید بھی رکھا ؟

(۳) جنگ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرحب کو قتل کیا یا کسی اور نے ؟

(۴) یزید کو امیر یزید یا امیرالمومنین ، زاہد ، عابد ، متقی یا پرہیزگار کہنا کیسا ہے ؟

الجواب :-

صدر اول میں دو فرقے مسلمانوں سے الگ ہوئے ، خارجی اور شیعہ ۔ خارجی وہ فرقہ ہے جس نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان مصالحت کی خاطر ثالث کی تجویز سے اختلاف کیا تھا اور اس کو بنیاد بنا کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کی تھی ۔ صحاح ستہ کی تقریباً تمام کتابوں میں ان کی شرانگیزیوں کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئیوں کا ذکر آیا ہے ۔ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خارجیوں کی علامت کے بارے میں حدیث روایت کی ہے :

ایک شخص ایسا ہوگا کہ جس کے بازو پر عورت کے پستان کی طرح گوشت ابھرا ہوا ہوگا وہ تم سے جنگ کرے گا جب حضرت علی نے ان خارجیوں پر فتح حاصل کرلی تو حکم دیا کہ ان کی لاشوں میں ایسی علامت والا آدمی تلاش کرو ! بہت تلاش کے بعد لاشوں کے نیچے دبے ہوئے ایک آدمی کی لاش ملی جس کے بازو پر اسی طرح گوشت ابھرا ہوا تھا جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا ۔

(بخاری ، جلد ثانی ، کتاب الادب ، باب ما جاء فی قول الرجل ویلک)

(ابو داؤد ، حصہ دوم ، ابواب شرح السنۃ ، باب فی قتل الخوارج)

وہ خارجی گروہ اب تک چلا آرہا ہے تمام فتاویٰ اور احادیث کی کتابوں میں خوارج کے احکام بیان کیے گئے ہیں ۔ اس گروہ کے لوگ یہاں بھی موجود ہیں اور وہ یزید کی طرف داری اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل بیت اطہار کی تنقیص اور ان کے فضائل کا انکار کرتے ہیں ۔ یہ تمام اقوال جو سوال میں لکھے ہیں سب انہی خارجیوں

کے ہیں اور وہ اس کی اشاعت کر کے مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔

بخاری و مسلم جیسی کتابوں میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آئندہ کل یہ جھنڈا ایسے شخص کے ہاتھ پر دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح دے گا اور جو اللہ اور اسکے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اسکا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں۔

(بخاری، جلد دوم، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر)

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھنڈا دیا اور ان کے ہاتھ سے خیبر فتح ہوا۔ آج تک خیبر کے قلعہ کی بنیادیں موجود ہیں اور اس دروازے کی جگہ بھی موجود ہے جہاں سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دروازہ اکھیڑا تھا اور اس سے ملا ہوا ایک چشمہ بھی ہے جس کا نام "بیئر علی" ہے اور خیبر کے لوگ یہ بتاتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب تلوار کا وار کیا تھا تو مرحب کا "خود" (لوہے کی وہ ٹوپی جو لڑائی کے وقت حفاظت کے لیے پہنتے ہیں) اور سر کاٹتی ہوئی تلوار گھوڑے کے دو ٹکڑے کر کے زمین پر جا کر لگی تھی وہیں سے یہ چشمہ جاری ہوا تھا جو آج تک جاری ہے۔

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، فرماتے ہیں: فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

(اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)) تم میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال ہے جن سے یہود نے بغض رکھا حتی کہ ان کو ماں کی تہمت لگائی۔ اور ان سے عیسائیوں نے محبت کی حتی کہ انہیں اس درجہ میں پہنچا دیا جو ان کا نہ تھا۔ پھر فرمایا میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے۔ محبت میں افراط (زیادتی) کرنے والے مجھے ان صفات سے بڑھائیں گے جو مجھ میں نہیں ہیں اور بغض بغض کرنے والے جن کا بغض اس پر ابھاریگا کہ مجھے بہتان لگائیں گے۔

(مشکوۃ المصابیح، باب: مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، الفصل الثالث) ہلاک ہونے والے دو گروہ شیعہ اور خارجی ہیں۔

اہل سنت و جماعت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل بیت کی محبت کو جزو ایمان جانتے ہیں، خلفاء اربعہ کو بالترتیب حق پر جانتے ہیں اور تمام صحابہ کرام سے محبت رکھتے ہیں، اہل سنت کو ان دونوں گمراہ فرقوں سے علیحدہ رہنا چاہیے، اسی میں ایمان کی سلامتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

اہل تشیع سے تعلقات رکھنے اور ان کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں دستور ہے کہ جب کوئی شیعہ شخص فوت ہو جاتا ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے سنی لوگ بھی پہنچ جاتے ہیں۔ پہلے سنی اپنے ہم

عقیدہ امام کی اقتداء میں نماز جنازہ پڑھتے ہیں ، پھر شیعہ اپنے ہم خیال کے پیچھے پانچ تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اہل سنت کا شیعہ کی اپنے طریقہ کے مطابق نماز جنازہ پڑھنا از روئے شرع جائز ہے یا ناجائز؟ اور ان سنیوں پر جو حکم شرعی عائد ہوتا ہے۔ اسے مدلل و مفصل بیان کر کے ماجور ہوں۔

سائل: ابوالکرم احمد حسین ، قاسم الحمیدی ، آزاد کشمیر

الجواب:-

آج کل کے شیعہ عام طور پر "تبرائی" ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہما کی خلافت کے منکر ہیں ، ان کو غاصب و خائن کہتے ہیں ، اپنا کلمہ جدا کر لیا ہے اور یہ کلمہ پڑھتے ہیں:

لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی خلیفۃ اللہ بلا فصل

اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ، اللہ کے رسول ہیں اور علی مرتضیٰ بلا فصل خلیفہ ہیں۔

(نوٹ: یہ شیعوں کا کلمہ ہے جو تبراء سے خالی نہیں۔)

اسی طرح اذان میں بھی اضافہ کر کے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو خلیفہ بلا فصل بتاتے ہیں۔ صحابہ کرام کو گالی گلوچ کرتے ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا ، جن کی براءت قرآن کریم نے کی ، آج تک ان پر تہمت لگاتے ہیں۔ ان شیعوں کے متعلق فتاوی عالمگیری میں ہے:

ولو قذف عائشۃ رضی اللہ عنہا بالزنا کفر باللہ

اور جس نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا پر زنا کی تہمت لگائی وہ اللہ کا منکر ہے۔

اس کے بعد فرمایا:

من انکر امامۃ ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ فہو کافر

جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی امامت کا انکار کیا وہ کافر ہے۔

اور اسی صفحہ پر ہے:

و کذلک من انکر خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ فی اصح الاقوال کذا فی الظہیریۃ

اور اسی طرح جس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت کا انکار کیا وہ کافر ہے صحیح تر قول کے مطابق۔ ایسا ہی ظہیریہ میں ہے۔

اور فرمایا:

وھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام و احکامھم احکام المرتدین کذافی الظہیریۃ

(فتاوی عالمگیری ، جلد دوم ، صفحہ: ۲۶۴ ، مکتبہ رشیدیہ ، کوئٹہ)

اور یہ لوگ مذہب اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام مرتدوں کے احکام کی طرح ہیں ۔ اسی طرح فتاوی ظہیریہ میں ہے ۔

ان عقائد والوں کے لیے دعاء مغفرت کرنا کفر ہے ۔ نماز جنازہ بھی دراصل دعا ہے ، لہذا ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا بھی کفر ہے ۔ جن لوگوں نے جان بوجھ کر ایسے لوگوں کی نمازِ جنازہ پڑھی وہ توبہ کریں ، پھر سے ایمان لائیں اور شادی شدہ ہیں تو نکاح بھی دوبارہ کریں ۔

الاستفتاء :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شیعہ مذہب کے آدمی نے مجلس کروائی ۔ اس مجلس میں ایک شیعہ ذاکر نے حدیث بخاری کا نام لے کر کہا کہ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کہا کہ مجھے حضور پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ دفن نہ کرنا ، تو حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا : کیوں ؟ تو حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے کہا اس لیے کہ میں دنیا میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہی ہوں تو بھی پاک نہ ہو سکی تو قبر میں بھی پاک نہیں ہو سکتی اور مجھے فائدہ نہیں ملے گا ۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فائدہ نہیں مل سکتا تو حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھی قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی فائدہ نہیں مل سکتا ۔ (معاذ اللہ)

یہ بکواس اس شیعہ ذاکر نے کی ہے ۔ کیا مجلس کروانے والے کے ساتھ دینی یا دنیاوی تعلقات قائم کرسکتے ہیں یا نہیں ؟ یہ بکواس ہم نے خود اپنے کانوں سے سنی تھی ، پھر بھی اس کے ساتھ ہمارے دینی اور دنیاوی تعلقات قائم ہیں ۔ اب شریعت کی رو سے آگاہ کر دیں کہ اس مجلس کروانے والے کے ساتھ تعلق قائم کرنا گناہ ہے یا نہیں ؟

الجواب :-

شیعوں کے متعلق ہر مسلمان جانتا ہے کہ وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگاتے ہیں اور خلفاء ثلاثہ پر "تبرا" کرتے ہیں ۔ لہذا اس مجلس کروانے والے سے ملنا جلنا بھی مسلمانوں کے لیے حرام ہے ۔ ان سے کسی قسم کے تعلقات قائم رکھنا جائز نہیں ۔

حدیث میں ایسے گمراہ فرقوں کے بارے میں جو بعد میں نکلیں گے ، فرمایا گیا ہے :

ان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم وان لقيتموهم فلا تسلموا عليهم

(ابن ماجه ، الحديث الاخر من "باب فى القدر")

اگر یہ (بد عقیدہ لوگ) بیمار ہوجائیں تو ان کی تیمار داری نہ کرو ، اگر مرجائیں تو ان کے جنازے میں نہ

جاؤ اور اگر تم سے ملیں تو ان کو سلام نہ کرو۔

اس کے علاوہ مسلم شریف میں ہے:

فایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم

(مسلم شریف، جلد اول، صفحہ: ۱۰، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی اپنے آپ کو ان سے جدا کر لینا اور ان کو اپنے سے جدا کر دینا ایسا نہ ہو کہ وہ تمھیں گمراہ کر دیں اور فتنوں میں ڈال دیں۔

لہٰذا مسلمانوں کو اس حدیث مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے شیعوں اور دیگر گمراہ فرقوں سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لینے چاہئیں۔

یزید کا فسق و فجور

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ:

(۱) مندرجہ ذیل اشخاص صحابہ کرام کے زمرے میں آتے ہیں یا نہیں؟ مروان بن حکم، حکم بن عاص، مروان کا باپ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا، عبداللہ بن ابی سرح، جن کو فتح مکہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرنے کا حکم دیا تھا مگر بعد میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسط سے معاف کر دیے گئے تھے اور بعد ازیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں مصر کا گورنر بھی بنایا تھا، محمد بن ابی بکر، جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ میں شریک تھے۔

اگر مندرجہ بالا حضرات سب کے سب صحابہ کرام کے زمرے میں آتے ہیں یا بعض آتے ہیں تو علماء کرام ان میں سے بعض حضرات پر خصوصاً مروان بن حکم پر کیوں طعن کرتے ہیں اور ان کے بارے میں وہی رویہ کیوں نہیں اپناتے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اختیار کرتے ہیں۔

(۲) تابعی کی صحیح تعریف کیا ہے؟ نیز یزید بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی لحاظ سے تابعی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر کہہ سکتے ہیں تو کیا تابعی کو بھی فاسق و فاجر کہا جا سکتا ہے جیسا کہ یزید کے فسق و فجور میں کوئی شبہ نہیں۔

برائے مہربانی ذرا تفصیل سے جواب دیں۔ شکریہ

سائل: کیپٹن (ریٹائرڈ) زوار حسین عباسی، نارتھ ناظم آباد، کراچی

الجواب:-

حکم ابن ابی العاص، عبداللہ ابن ابی سرح اور محمد بن ابی بکر صحابی ہیں جبکہ مروان صحابی نہیں ہے۔

صحابہ کرام معصوم نہیں ہیں۔ ان سے غلطی ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے لیکن ہر غلطی گناہ نہیں ہوتی۔ عام مسلمانوں کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

وضع عن امتی الخطأ و النسیان

(ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب طلاق المکرہ والناسی)

یعنی میری امت سے غلطی اور بھول چوک کو اٹھا لیا گیا ہے۔
یعنی اس پر گناہ نہیں ہوتا۔ اور مجتہد کے متعلق ارشاد ہے:

اذا حکم الحاکم فاجتہد فاصاب فلہ اجران و اذا حکم فاجتہد ثم اخطا فلہ اجرٌ

(بخاری، جلد دوم، کتاب الاعتصام، باب: اجرالحاکم اذا اجتہد فاصاب او اخطا)

یعنی اگر حاکم غور و فکر کے صحیح حکم مستنبط کر لیتا ہے تو اسے دو اجر ملتے ہیں اور اگر کوئی اجتہادی غلطی کرتا ہے تو پھر بھی ایک اجر پالیتا ہے۔

فقہاء اور محدثین کا طریقہ یہ ہے کہ وہ روایتیں تو سب کرتے ہیں مگر صحابہ کے اختلافات کو عوام کے سامنے بیان کرنے سے منع کرتے ہیں۔ اس لیے کہ صحابہ کرام کے فضائل احادیث میں بکثرت وارد ہیں کہ مسلمان ان کے متعلق اچھائی کا ظن رکھیں، حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو ستاروں سے تشبیہ دی اور فرمایا:

میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں تم جس کی اتباع کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب الصحابۃ، الفصل الثالث)

یہ بات معلوم ہے کہ کوئی ستارہ روشنی سے خالی نہیں ہوتا تو ہر صحابی میں بھی ہدایت کا نور موجود ہے۔
صحابہ کرام پر تنقید کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا:

لا تتخذو ہم غرضاً من بعدی

(مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب الصحابۃ، الفصل الثانی)

یعنی میرے صحابہ کو میری حیات ظاہری کے بعد تنقید کا نشانہ نہ بنالینا۔

ان تینوں صحابہ کرام میں سے کسی نے جان بوجھ کر غلطی نہیں کی۔ محمد بن ابی بکر کے معاملے میں مروان نے جو سازش کی تھی اس لیے ان کا ناراض ہونا فطری امر تھا۔ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں داخل تو ضرور ہوئے تھے مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ان سے فرمایا اگر تمہارے والد اس حالت میں دیکھتے تو کیا کہتے؟ یہ سن کر فوراً باہر چلے گئے، نہ وہ قتل میں شریک ہوئے اور نہ ہی کوئی ضرب لگائی۔ اس کی تصدیق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے کی جو اس وقت گھر میں موجود تھیں اور وہی قتل کی تنہا گواہ بھی تھیں۔ اس لیے ان پر کوئی تنقید نہیں کی جا سکتی ہے۔

عبداللہ ابن سرح کو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف کردیا اس کے بعد ان کے حال کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے:

"جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو دور بیٹھے رہے۔ اپنے ارتداد کے گناہ پر اتنے نادم تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر نہیں کرتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں معاف کردیا ہے لیکن وہ ندامت کی وجہ سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے آنے کی ہمت نہیں کرتے۔ تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الاسلام یمحو ما کان قبلہ"

(ملخصاً، مدارج النبوت (اردو)، جلد دوم، صفحہ: ۴۳۱، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

اسلام پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

اس کے بعد وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور چہرہ مبارک پر نظر بھی کرتے تھے۔ لہٰذا ان پر بھی تنقید کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

حکم ابن العاص کے متعلق روایات میں اتنا تو ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جلاوطن کر کے طائف بھیج دیا تھا۔ اس کی وجہ کیا تھی کسی مستند روایت سے اسکا پتہ نہیں چلتا مگر یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ کفر و ارتداد کی وجہ سے جلاوطن نہیں کیا تھا اس لیے کہ مرتد کی سزا تو قتل ہے شہر بدر کرنا نہیں ہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب انہیں واپس بلالیا تو معلوم ہوا کہ کسی مصلحت کی بناء پر انہیں شہر بدر کیا تھا جب وہ مصلحت پوری ہوگئی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں بلالیا۔ لہٰذا ان پر بھی تنقید کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

مروان صحابی نہیں ہے اور محمد بن ابی بکر کے قتل کی سازش بظاہر اسی کا فعل تھا لہٰذا تابعی کا حکم وہ نہیں جو صحابہ کرام کا ہے۔ مروان کی غلط کارروائی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا باعث ہوئی اور اس نے اپنی امارت کے دور میں جو مظالم کیے وہ مشہور ہیں۔ لہٰذا اس پر تنقید بھی کی جا سکتی ہے اور محدثین نے بھی اس کے عیوب کو بیان کیا ہے۔

یزید کا فسق و فجور اور واقعہ کربلا اس کی پیشانی پر ایسا داغ ہے جس کو دور نہیں جا سکتا۔

اصولی طور پر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ صحابیت اور تابعیت کے شرف کا یہ مقصد نہیں ہے کہ آئندہ وہ ہر حال میں جنتی ہو جائیں گے چاہے کچھ کرتے رہیں اس لیے کہ بعض صحابی مرتد ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں مانعین زکوٰۃ مرتد ٹھہرے۔

لہٰذا ان سب فضائل کا مقصد یہ ہے کہ وقت موت تک اگر ان سے کفر اور ارتداد صادر نہیں ہوا تو صحابیت اور تابعیت کا شرف باقی ہے ورنہ نہیں۔

بالکل اسی طرح حدیث میں فرمایا:

من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ

(ترمذی ، کتاب الایمان ، باب ماجاء فی من یموت و ھو یشھد ان لا الہ الااللہ)

یعنی جس نے " لا الہ الااللہ " کہا وہ جنت میں داخل ہوا ۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس نے کلمہ پڑھا اور اس کے بعد مرتد ہوجائے جب بھی جنتی ہو جائے گا۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ کلمہ پڑھنے کے بعد وقت موت تک ایمان پر قائم رہے اور ایمان پر موت آئے تو جنت میں جائے گا ۔ اسی لیے دوسری حدیث میں فرمایا :

الاعمال بالخواتیم

یعنی آخری عمل کا اعتبار ہوتا ہے ۔

وہ مسلمان تابعی کہلاتا ہے جس نے ایمان لانے کے بعد کسی صحابی کو دیکھا اور وقتِ موت تک ایمان پر قائم رہا ہو ۔

اثناء عشری اور اسماعیلیوں کا حکم

الاستفتاء :-

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ :

(۱) ہمارے دور میں اثنا عشری (شیعہ فرقہ) اور پرنس کریم آغا خان کو اپنا دیوتا تسلیم کرنے والا اسماعیلی فرقہ ، قرآن و سنت کی روشنی میں مومن ہیں یا نہیں ؟

(۲) ان کے ساتھ سلسلہ نکاح جائز ہے یا نہیں ؟

(۳) ان کا ذبحہ اور نذر و نیاز کی چیزیں کھانا حلال ہے یا حرام ؟

(۴) ان کی نماز جنازہ پڑھنا ، ان کو شریکِ نماز جنازہ کرنا ، مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا اور قومی و صوبائی اسمبلی کی رکنیت کے لیے یا بلدیاتی رکنیت کے لیے بطور کونسلر منتخب کرنا حلال ہے یا حرام ؟

سائل : عبدالرحمن رحیمی

الجواب :-

آج کل کے شیعہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تبراء کرتے ہیں ، ان کی خلافت کا انکار کرتے ہیں ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کی براءت میں قرآن نازل ہوا اب تک ان پر تہمت لگاتے ہیں ۔ ہمارے تمام فقہاء اور آئمہ اربعہ کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا انکار اور ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانا کفر ہے ۔ اور یہ تو اپنا کلمہ بھی علیحدہ کر

کے خود ہی مسلمانوں سے جدا ہو چکے ہیں۔

آغا خانی تو خود ہی اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہتے اور حقیقتاً نہ ہی ان کا اسلام سے کوئی تعلق ہے۔ ان دونوں گروہوں سے مسلمانوں کے جیسا کوئی تعلق اور برتاؤ جائز نہیں۔ سوال میں مذکور تمام امور حرام ہیں۔

اسماعیلی / آغا خانی

الاستفتاء:-

جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم

گزارش یہ ہے کہ ایک مسئلہ در پیش ہے، خوجہ اسماعیلی فرقہ کا کوئی شخص حج کرے اور یہ کہے کہ میں حاجی اور آغاخانی ہوں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ فرقہ اسماعیلی سے تعلق رکھنے والے شخص کا حج ہوگا یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں آگاہ کریں۔

الجواب:-

خوجہ اسماعیلی فرقہ کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ خود بھی اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہتے اور نماز نہیں پڑھتے، اسی لیے آغا خانیوں نے کہیں مسجد تعمیر نہیں کی بلکہ جماعت خانے بنائے، جن میں شام کے وقت مرد و عورت تفریح کر لیتے ہیں۔ کئی سال پہلے بلتستان سے ایک متفقہ فتویٰ آغا خانیوں کے متعلق چھپ چکا ہے کہ آغا خانی غیر مسلم ہیں۔ حج اور تمام عبادات مسلمانوں کے لیے ہیں اور ان کی صحت اور قبولیت کے لیے اسلام شرط ہے۔

لہٰذا آغا خانی کا نہ حج ہے اور نہ دوسری عبادات۔

توحیدی فرقہ

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور مفتیانِ عظام کہ ڈاکٹر عثمانی (کیماڑی، کراچی) اور اس کے پیروکاروں کا یہ عقیدہ ہے کہ تعویذ شرک ہے اور تعویذ سے جھاڑ پھونک کرنے والا مشرک ہے، اگرچہ تعویذ قرآنی آیت پر ہی مبنی کیوں نہ ہو۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر موصوف نے ایک مختصر سا رسالہ بھی تصنیف کیا ہے جس کا نام ہے "تعویذ گنڈا

شرک ہے"۔ لہذا یہ امر دریافت کرنا ہے کہ قرآن مجید، احادیث صحیحہ، خیر القرون اور آئمہ اربعہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے صحیح دلائل پر مبنی فتویٰ مبارک دستخط اور مہر سے آراستہ فرما کر مستفید فرمائیے گا۔

نوٹ: ڈاکٹر عثمانی کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ چاروں ائمہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تعویذ صحیح کو بھی شرک ہی سمجھتے تھے۔ اور اس پر ڈاکٹر کے پیروکار اب بھی سختی سے کاربند ہیں۔

سائل: عبد عمر خاں خٹک، لانڈھی، کراچی

الجواب:-

قرآن کریم میں ہے:

و ننزل من القرآن ما ھو شفآء و رحمة للمؤمنین

(سورۃ (۱۷) الاسراء، آیت: ۸۲)

اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے۔

مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے:

رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الرقیة من العین والحمة والنملة

(مسلم، جلد دوم، کتاب السلام، باب استحباب الرقیة من العین)

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر بد، بخار اور پھوڑے پھنسی میں جھاڑ پھونک اور دم کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے۔ فرماتی ہیں:

امرنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم او امر ان یسترقی من العین

(بخاری، جلد دوم، کتاب الطب، باب رقیة العین)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا یا حکم فرمایا: نظر بد میں دم کرنے کا۔

ابوداؤد میں ہے:

و کان عبداللہ بن عمر و یعلّمھنّ من عقل من بنیہ و من لم یعقل کتبہ فاعلقہ علیہ

(ابو داؤد، حصہ دوم، کتاب الطب، باب کیف الرقی)

یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اپنی بالغ اولاد کو (اعوذ بکلمات اللہ التامات) سکھاتے اور چھوٹی عمر کے بچوں کے گلے میں کاغذ پر لکھ کر لٹکاتے تھے۔

ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ تعویذ، گنڈا یا جھاڑ پھونک کرنا مسنون ہے، شرک نہیں ہے۔ اور وہ تعویذات جو آیات قرآنیہ یا اسماء الٰہیہ یا ادعیہ ماثورہ سے کیے جائیں وہ جائز ہیں۔ اور وہ تعویذات جو ناجائز الفاظ پر مشتمل ہوں جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں کیے جاتے تھے، ممنوع ہیں۔ مسلم شریف میں ہے:

لا باس بالرقی مالم یکن فیہ شرک

(مسلم ، جلد دوم ، کتاب السلام ، باب استحباب الرقیۃ من العین والنملۃ والحمۃ والنظرۃ)

یعنی تعویذ ، جھاڑ ، پھونک میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ اس میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں۔

لہٰذا تعویذ ، گنڈا اور جھاڑ ، پھونک کرنے والوں کو مشرک کہنے والا گمراہ ہے۔

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ شرع متین توحیدی فرقے کے متعلق کہ جس کا بانی ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی ہے۔ جو کہ شریعت کو اپنی عقلوں پر پرکھتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر میں حیات ہونے کے عقیدے کو شرک کی جڑ کہتے ہیں۔ اگر توحیدی فرقے کا کوئی فرد مر جائے تو اس کے جنازے کے متعلق علماء کیا فرماتے ہیں؟ نیز ان لوگوں کے لیے دعائے مغفرت کرنا اور اس عقیدے سے کرنا کہ ان کی مغفرت ہو جائے گی ، کیسا ہے؟

سائل : فقیر محمد پرویز راؤ ، فیڈرل بی ایریا ، کراچی

الجواب:-

ڈاکٹر عثمانی نے جو کتابچے چھاپے اور تقسیم کیے ان میں امام اعظم ، حضرت غوث الاعظم اور حضرت بایزید بسطامی وغیرہم مسلمہ اولیاء کرام پر کفر کے فتاوی دیئے ہیں اور اس کے علاوہ تمام دنیا کے مسلمانوں پر کفر کا حکم لگایا ہے۔ شریعت کا یہ اصول ہے کہ جو مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ان کے ساتھ مرتدوں کے احکام پر عمل کیا جائے گا۔ مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھے گا ، دفن میں شریک ہو گا اور نہ ہی دعائے مغفرت کرے گا۔

منکرِ حدیث کا حکم

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں زید تمام حدیثوں کا انکار کرتا ہے اور صرف قرآن کو مانتا ہے۔ آیا زید مسلمان ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں۔ شکریہ

سائل : تعلقدار خان

الجواب:-

تمام احادیث کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ اس لیے کہ یہ قرآن کا بھی انکار ہے۔ کیونکہ جو احادیث کا بالکل انکار کرے گا وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری نہیں کر سکتا ، جبکہ قرآن کریم میں اللہ تبارک

وتعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو بھی فرض کیا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ ارشاد ہوا:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ

(سورہ(۴)النساء، آیت: ۸۰)

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

اس مضمون کی تمام آیات کا انکار لازم آئے گا، جو احادیث کا انکار کرے گا۔ اور قرآن کے ایک لفظ کا انکار بھی صریحاً کفر ہے۔ جس کو بزعم خود اپنے آپ کو اہل قرآن کہنے والے تسلیم کرتے ہیں۔

دین دار انجمن

الاستفتاء:-

محترم جناب عالی مرتبت مفتی صاحب!

دارالعلوم امجدیہ، عالمگیر روڈ، کراچی

ایک شخص یاسر بن وحید کورنگی ساڑھے تین میں رہتا ہے، جو کہ دین دار انجمن کا نگرانِ اعلیٰ ہے۔ انجمن کے زیر اہتمام ہمارے علاقہ میں مذہب کے نام پر مختلف قسم کے اجتماعات اور اس کے علاوہ ہر جمعہ کو درسِ قرآنِ حکیم کی محافل منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ جن میں علاقہ کے لوگ کافی تعداد میں شریک ہوتے ہیں۔ تقریب کے اختتام پر لنگر بھی تقسیم کیا جاتا ہے۔ سننے میں یہ آیا ہے کہ دین دار انجمن کے بانی صدیق دین دار چن بشو بشور نے لاہور جا کر غلام احمد قادیانی کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی۔ اس وجہ سے ہمارے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہوئے کہ:

صدیق دین دار چن بشو بشور مسلمان تھا یا نہیں؟

کیا دین دار انجمن مسلمانوں کی کوئی شاخ ہے؟

ان کے تبلیغی اجتماعات میں شرکت کی جائے یا نہیں؟

محلہ داری کی حیثیت سے ان کے کھانے پینے کی تقریبات (شادی بیاہ وغیرہ) میں شرکت کی جائے یا نہیں؟

کیا دین دار انجمن والے ہماری مسجدوں میں داخل ہو سکتے ہیں؟ اور کیا وہ ہمارے امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں؟

اگر کوئی مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھتا یا پڑھاتا ہے تو اس کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

دین دار انجمن والے اپنے مردے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ایک مسلمان یہ معلوم ہوتے ہوئے کہ دین دار انجمن والے مرتد اور زندیق ہیں، ان کی نماز جنازہ اور دوسری تقریبات میں شرکت کرتا ہے۔ اس کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

ان تمام سوالات کے مدلل جوابات عنایت فرمائیں۔

الجواب:-

دین دار انجمن کے بانی صدیق دین دار کی کتابوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلام احمد قادیانی کے عقائد قبول کرنے کے بعد مزید عقائد کفریہ کا قائل تھا۔ اس کے اور اس کے متبعین کے لیے وہی احکام ہیں جو مرتد غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کے لیے ہیں۔ کسی مرتد کی نماز جنازہ پڑھنا مسلمانوں کے لیے جائز ہے نہ مسلمانوں کے قبرستان میں اسے دفن کرنا۔

مستند فتاویٰ میں یہ تصریح موجود ہے کہ مرتد اور کافر کو اس طرح دفن بھی نہیں کیا جائے گا جس طرح مسلمانوں کی میت کو قبر کھود کر اور تختے رکھ کر مٹی ڈال کر دفن کیا جاتا ہے۔ بلکہ مرتدین کی نعشوں کو مردار جانور کی طرح گڑھا کھود کر مٹی ڈال کر دبا دیا جائے گا۔ احادیث میں ان لوگوں کے متعلق جن کے عقائد اسلام کے خلاف ہوں یہ ارشاد فرمایا:

ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم

(ابن ماجہ، الحدیث الاخر من "باب فی القدر")

اگر یہ (بد مذہب) بیمار ہوجائیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر مرجائیں تو ان کے جنازے میں شرکت نہ کرو اور اگر کہیں ملیں تو ان کو سلام بھی نہ کرو۔

لہٰذا ان لوگوں سے ملنا جلنا اور سلام کرنا حرام ہے اور ان کی تقریر سننا اور ان کی کتب پڑھنا بھی سخت حرام ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا:

لا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین

(سورۃ (٦) الانعام، آیت: ٦٨)

یعنی نصیحت آجانے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

صحاح کی ایک حدیث میں انسانی قلب کی مثال اس طرح بیان کی گئی:

مثل القلب مثل الریشۃ تقلبھا الریاح بفلاۃ۔

(مقدمہ، سنن ابن ماجہ، صفحہ: ١٠، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی انسان کے دل کی مثال اس "پَر" کی طرح ہے جو کسی میدان میں پڑا ہو اور ہوائیں اسے ادھر سے اُدھر اڑاتی ہوں۔

یعنی انسانی دل بھی پلٹتا رہتا ہے اور کس وقت کون سی بات قبول کرلے اس کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ اسی

حدیث کے پیش نظر ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ سنن دارمی میں منقول ہے:

ان کی مجلس میں راہ راست سے ہٹے ہوئے دو آدمی آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سنانا چاہتے ہیں فرمایا میں نہیں سنوں گا تو ان دونوں نے کہا کہ ہم کتاب اللہ کی ایک آیت سنانا چاہتے ہیں (وہ سن لیجیے) انہوں نے فرمایا میں نہیں سنوں گا تم دونوں یہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ ورنہ میں چلا جاؤں گا۔ جب وہ دونوں چلے گئے تو مجلس میں بیٹھے ہوئے کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کا اس میں کیا حرج تھا کہ آپ کو کتاب اللہ کی آیت سنانا چاہتے تھے (آپ سن لیتے) تو ابن سیرین نے فرمایا کہ (ان کا عقیدہ خراب تھا اور) مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ یہ لوگ قرآن و حدیث سناتے وقت کمی بیشی نہ کر دیں اور میرا دل اس کو قبول کر لے (تو میرا ایمان برباد ہو جائے گا اس لیے میں نے ان سے قرآن و حدیث سننا گوارا نہ کیا۔)

(سنن دارمی، جلد اول، صفحہ: ۱۲۰، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

مسلمان سوچیں کہ ابن سیرین تابعی ہیں اور اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم اور محدث ہیں، ان کو گمراہ کرنا آسان نہیں تھا مگر اس کے باوجود وہ ان لوگوں سے قرآن و حدیث سننے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ حالانکہ ان دونوں کے عقائد بھی کفر و ارتداد کے نہ تھے اور وہ قرآن و حدیث کا مطلب بھی بیان نہیں کر رہے تھے صرف سنانا چاہتے تھے۔ آج کل عام مسلمان جو عربی زبان سے ناواقف ہیں اور اپنے عقائد سے بھی کما حقہ آگاہ نہیں۔ ہر بد مذہب کی کتابیں پڑھنے لگ جاتے ہیں اور ان کی تقریروں میں شرکت کرتے ہیں اور اپنا ایمان برباد کر لیتے ہیں۔ مسلمانوں کو ہر بد مذہب اور مرتد کی تقریر سننے اور اس کی کتابیں پڑھنے، اس سے میل جول اور تعلقات قائم رکھنے سے بچنا فرض ہے۔ اسی میں مسلمانوں کے ایمان کی سلامتی ہے۔

دین دار انجمن کے لوگوں کا یہ کہنا کہ ہم اہل سنت کی مساجد میں نماز پڑھتے ہیں اور مسجد کے امام کی اقتداء کرتے ہیں، دھوکہ بازی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں لکھا کہ میں حنفی ہوں اور فقہ حنفی کو جانتا ہوں۔ ظاہر بات ہے کہ یہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے لکھا جو نبوت کا مدعی ہو گا وہ امام اعظم کی تقلید کیوں کر کرے گا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقین مسجد نبوی شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔ مگر قرآن کریم میں جہنم کے سب سے نیچے درجہ میں منافقین کا ٹھکانا بیان کیا گیا ہے۔ لہذا مسلمان ان سے بچیں۔

جو لوگ بانی دین دار جماعت اور اس کے پیرو کاروں کے عقائد پر مطلع ہونے کے باوجود ان کو مسلمان سمجھیں گے، ان پر بھی ایسا ہی حکم کفر ہو گا، جیسا کہ اس جماعت اور اس کے بانی پر۔ اور جن لوگوں نے ان کے کفریہ عقائد پر مطلع ہونے کے باوجود نماز جنازہ پڑھی ہے وہ تجدید ایمان کریں اور بالاعلان توبہ کریں اور شادی شدہ ہیں تو تجدید نکاح بھی کریں۔

الاستفتاء:-

جناب قبلہ مفتی صاحب!
السلام علیکم

گزارش یہ ہے کہ اس پُرفتن دور میں کئی فرقے ابھر کر سامنے آرہے ہیں۔ اور ان کی روک تھام کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ اسی ضمن میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ دین دار انجمن کیسی تحریک ہے، اس کا بانی کون ہے، اور ان کے عقائد کیا ہیں؟ دین دار انجمن سے منسلک تمام لوگ مسلمان ہیں یا نہیں؟ سنی لڑکے کی دین دار انجمن سے تعلق رکھنے والی لڑکی سے منگنی ہوگئی ہے، کیا ان لوگوں سے شادی کی جاسکتی ہے (لڑکے یا لڑکی سے) یا منگنی توڑ دی جائے؟

جواب دیکر مشکور فرمائیں۔

سائل: امتیاز الدین خان قادری

الجواب:-

دین دار انجمن کے بانی صدیق دین دار کی کتابوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلام احمد قادیانی کی صحبت میں رہا اور اس کے عقائد قبول کرنے کے بعد مزید عقائد کفریہ کا قائل تھا۔ ہمارے پاس اس کے خاص مبلغ کی لکھی ہوئی کتاب "حقیقت بعثتِ ہمیہ" اور "میزان" ہے، جسکا لکھنے والا حفظ الرحمن ہے۔ اس میں اس کے عقائد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اپنے آپ کو نبی بتاتا تھا اور آیات واحادیث سے اپنی بعثت کو ثابت کرتا تھا۔ لہٰذا صدیق دین دار بھی غلام احمد قادیانی کی طرح مرتد ہے اور اس کے لیے بھی وہی احکام ہیں جو مرتدین کے ہیں۔ کسی مرتد سے تعلقات رکھنا، مسلمانوں کو جائز نہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں تو حدیث میں فرمایا:

لاتجالسوا اہل القدر ولاتفاتحوھم

(ابو داؤد، حصہ دوم، ابواب شرح السنۃ، باب فی القدر)

یعنی قدریہ کے ساتھ نہ بیٹھو اٹھو اور نہ ان سے سلام و کلام کرو۔

لہٰذا اس جماعت کے لوگوں کے ساتھ رشتہ داری یا اور کسی قسم کے تعلقات قائم کرنا، جائز نہیں ہیں اور مسلمان لڑکے یا لڑکی کا نکاح ان کے ساتھ باطل ہے۔

انجمن سرفروشانِ اسلام

الاستفتا:

حضرات علماء اہل سنت لی حدمت میں السلام علیکم

ازراہ کرم شریعت کے مطابق فتوی دے کر اہل سنت کو ایک بڑے فتنہ سے بچائیے۔ ریاض احمد گوہر شاہی نامی ایک شخص نے "انجمن سرفروشان اسلام" نامی ایک انجمن بنائی ہے۔ اسی انجمن کے تحت اس نے اپنی ریاضتوں اور مجاہدوں کے واقعات کو کتابی صورت میں بنام "روحانی سفر" شائع کیا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غالباً کوئی نیا فرقہ جنم لے رہا ہے۔ اس کتاب میں "ریاض احمد گوہر شاہی" نے اپنے کارناموں کا اظہار کیا ہے۔

مثلاً کاروبار میں بے ایمانی، فراڈ اور جھوٹ شعار بن گیا۔ ہی سمجھیے کہ نفس امارہ کی قید میں زندگی کٹنے لگی۔ سوسائٹیوں کی وجہ سے مرزائیت اور کچھ وہابیت کا اثر ہوگیا۔

پوری کتاب میں مرزائیت اور وہابیت سے کہیں بھی صراحتاً توبہ کا ذکر نہیں ملتا۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ شخص بقول خود کچھ قادیانی اور کچھ کچھ وہابی ہے۔ اسکے علاوہ یہ شخص نشے کو عبادت ٹھہراتا ہے اور کہتا ہے کہ:

ایسے میں اس نے سگریٹ سلگایا اور چرس کی بو اطراف میں پھیل گئی اور مجھے اس سے نفرت ہوگئی رات کو الہامی صورت پیدا ہوئی یہ شخص (یعنی چرسی) ہزاروں عابدوں، زاہدوں اور عالموں سے بہتر ہے جو ہر نشے سے پرہیز کر کے عبادت میں ہوشیار ہیں، لیکن بخل، حسد اور تکبر ان کا شعار ہے۔ یہ شخص جس سے تونے نفرت کری اللہ کے دوستوں سے ہے عشق اس کا شعار ہے اور یہ نشہ (چرس) اس کی عبادت ہے۔

معاذ اللہ بالکل واضح طور پر نشہ کو حلال ہی نہیں بلکہ عبادت ٹھرایا جا رہا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

"میرے دل میں خیال آیا یہ جو آیت آسمان پر دکھائی گئی اللہ کے حکم سے ہوگی یعنی اللہ کی رضا ہے تو پھر ڈر کس کا ہمت کری اور چلہ گاہ میں پہنچ گیا۔"

علماء اہل سنت کی خدمت میں درخواست ہے کہ شریعت کا حکم واضح کریں کہ یہ شخص ریاض احمد گوہر شاہی جو چرسیوں موالیوں بلکہ موالن مستانی کی صحبت سے فیضیاب ہوا ہے۔ اولیائے کرام جیسی مقدس ہستیوں پر بدعت کے فتوے لگاتا ہے۔ بلکہ نعوذ باللہ حضرت خضر علیہ السلام جو اللہ کے نبی ہیں ان کو بھی بد عتی کہتے ہوئے بچہ کا قاتل ٹھراتا ہے۔ گناہوں کا علی الاعلان فخریہ اظہار کرتا ہے۔ مرزائیت اور وہابیت کا اثر اپنے اوپر ہو جانے کا اقرار کرتا ہے۔ اور نشہ کو عبادت ٹھراتا ہے۔ اس کے بارے میں فرمائیں یہ شخص اہل سنت ہے یا کہ نہیں؟ اس کی صحبت اختیار کرنا اور اس کی انجمن سرفروشانِ اسلام میں ممبر بننا کیسا ہے؟

سائل: محمد اسلم قادری، خداداد کالونی، کراچی

الجواب:-

انجمن سرفروشانِ اسلام کے بانی ریاض احمد گوہر شاہی کے جو اقوال اور اعمال سائل نے سوال میں تحریر کیے ان کو اصل کتاب "روحانی سفر" سے ملا کر دیکھا تو یہ ثابت ہوا کہ یہ سب باتیں اس نے اپنی کتاب میں تحریر کی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس پر قادیانیت اور وہابیت کا اثر ہے اور اس اثر کے زائل ہونے کا اس نے کہیں تذکرہ نہیں کیا ہے۔ اور عملی اعتبار سے وہ چرسی، بے نمازی، بدکردار اور عورتوں سے تعلق رکھنے والا فاسق و فاجر ہے۔ اس فسق و فجور سے توبہ کا ذکر بھی اپنی کتاب میں نہیں کیا بلکہ ان کو بیان کر کے مزید گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور مستند بزرگانِ دین اور حضرت خضر علیہ السلام جن کی نبوت کا قول راجح ہے۔ ان کی شان میں گستاخی اور قتل کا الزام لگا کر اپنے خبث باطنی کا مزید اظہار کیا ہے۔

بخاری شریف میں حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

من عادیٰ لی ولیا فقد أذنته بالحرب

(بخاری، جلد ثانی، کتاب الرقاق، باب التواضع)

یعنی جس کسی نے میرے ولی سے دشمنی کی بے شک میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔

لہٰذا یہ شخص اولیاء کرام کی شان میں گستاخی کر کے اللہ تعالیٰ سے لڑائی کر رہا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے جو کچھ کیا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا:

وما فعلته عن امری

(سورۃ (۱۸) الکہف، آیت: ۸۲)

اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا۔

پھر بھی ان کو قاتل قرار دینا، انتہائی گمراہی اور جہالت ہے۔ اس کی کتاب دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس کا مصنف ریاض احمد گوہر شاہی جاہل اور سخت گمراہ ہے اور ایک نیا فرقہ بنا کر مسلمانوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ مسلمانوں کو اس سے دور رہنا چاہیے اور اس کی صحبت میں بیٹھنے سے احتراز کرنا چاہیے۔ قرآن کریم میں ہے:

فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین ٥

(سورۃ (٦) الانعام، آیت: ٦٨)

یعنی مت بیٹھ نصیحت آجانے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ۔

مسلم شریف کی حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فایّاکم و ایّا هم لا یضلونکم ولا یفتنونکم

(مسلم شریف، جلد اول، صفحہ: ۱۰، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی اپنے آپ کو ان سے جدا کر لیا اور ان کو اپنے سے جدا کر دیا ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کر دیں

اور تمہیں فتنوں میں نہ ڈال دیں ۔

الاستفتاء:-

قبلہ محترم فقیہ عصر حضرت مولانا مفتی محمد وقارالدین صاحب دامت برکاتکم العالیہ !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض یہ ہے کہ انجمن سرفروشانِ اسلام کے بانی "ریاض احمد گوہرشاہی" کی دو کتابوں "روحانی سفر" اور "روشناس" کی بعض عبارتوں کے بارے میں آپ کا فتویٰ شائع ہوا ہے ۔ اس سلسلے میں میرا ایک مضمون بھی "ماہنامہ ماہِ طیبہ" سیالکوٹ اور "ماہنامہ القول السدید" لاہور میں شائع ہوا ہے ۔ کل ہمارے ایک عالم مولانا سعید احمد اسعد صاحب نے ریاض احمد گوہرشاہی کی تحریر کا عکس (فوٹو) دیا ہے اور یقین دلایا ہے کہ گوہرشاہی پکے سچے سنی بریلوی ہیں اور انہوں نے اپنی ان تحریروں سے رجوع کرلیا ہے ۔ جن پر علماء کرام نے گرفت فرمائی تھی ۔ ریاض احمد گوہرشاہی کی تحریر کے عکس کی کاپی ارسال خدمت ہے ۔ مہربانی فرماکر مطلع فرمائیں کہ کیا ان کی یہ تحریر ان کی توبہ اور رجوع کے لیے کافی ہے ؟ جواب سے جلد مطلع فرمائیں ، کرم ہوگا۔

فقط والسلام : محمد افضل کوٹلوی ، جامعہ قادریہ رضویہ (ٹرسٹ) ، فیصل آباد

الجواب:-

انجمن سرفروشانِ اسلام کے بانی نے جو تحریر لکھی ہے وہ قابلِ قبول نہیں ہے اور اس کی جانب سے رجوع و توبہ بھی نہیں ہے اور اس تحریر میں جو لکھا ہے وہ جھوٹ بھی ہے ۔ روحانی سفرنامی کتاب میں پہلے کچھ خواب کی باتیں لکھیں اس کے بعد لکھا کہ میں بیدار ہوگیا تو پھر یہ سب ہوا ، جس پر ہم نے فتویٰ دیا اور اب بھی یہ کتاب چھپ رہی ہے اور ان عبارتوں کو حذف بھی نہیں کیا گیا اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص گناہ بھی کرتا رہے اور یہ بھی کہتا رہے کہ میں توبہ کرتا ہوں ، اس کے علاوہ حدیث میں فرمایا :

اذا عملت سيئة فاحدث عندها توبة السر بالسر والعلانية بالعلانية

(الجامع الصغير للسيوطی ، المجلد الاول ، صفحہ : ١١٧ ، دارالفکر ، بیروت)

یعنی جب تم سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو فوراً توبہ کرلو ، پوشیدہ گناہ کی پوشیدہ اور کھلے کی اعلانیہ ۔

لہٰذا وہ اگر واقعی توبہ کرنا چاہتا ہے تو پہلے اس کتاب کی اشاعت بند کرے اور ان گستاخانہ عبارات کو لکھ کر ان سے بیزاری کا اعلان اسی طرح کرے ، جس طرح اس کتاب کی اشاعت لاکھوں کی تعداد میں کی گئی ہے ۔

کمیونسٹ پارٹی میں شمولیت

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ:

یہاں چند مفاد پرست اور دین فروش مولویوں نے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ کمیونزم کے معنی مساوات مصطفوی کے ہیں۔ آپ سے سوال یہ ہے کہ ازروئے شرع کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہونا کیسا ہے؟ جو عالم خود کمیونسٹ پارٹی میں ہو اور دوسروں کو دعوت بھی دیتا ہو، کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

سائل: حافظ ابو طاہر، چاٹگام، بنگلہ دیش

الجواب:-

اصل میں کمیونزم اس نظریے کو کہتے ہیں جس کی بنیاد اللہ تبارک و تعالیٰ اور مذہب کے انکار پر ہے۔ یعنی ان کا نظریہ یہ ہے کہ عالم کا پیدا کرنے والا کوئی نہیں ہے اور مذہب، دنیاوی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ یہ نظریہ صورت کفریہ ہے اور مسلمانوں میں اس نظریہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے مسلمان ممالک نے کمیونزم سے کمیونسٹوں کا نظام معیشت مراد لیا ہے، جس کے متعلق کمیونسٹ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم برابری کے قائل ہیں۔ حالانکہ کمیونسٹ ممالک میں بھی برابری نہیں ہے، غریب و امیر کا فرق وہاں بھی ہے۔ منسٹروں اور ان کے چپڑاسیوں کی تنخواہیں ایک جیسی نہیں ہیں۔ مسلمان کہلانے والوں نے کمیونسٹ پارٹی بنائی اور عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے اس کا نام مساوات محمدی رکھا۔ اگر مساوات محمدی مراد ہے تو پھر کمیونسٹ نام کی پارٹی بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قائم کرو اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نظام قائم فرمایا تھا اس کو قائم کرو اور اسلام کی برکتیں دیکھو۔ اس معنی کے اعتبار سے کہ وہ صرف نظام معیشت مراد لیتے ہیں۔ کمیونزم اس صورت میں کفر تو نہیں ہے مگر سخت حرام ہے۔ قرآن میں ہے:

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الفاسقون

(سورۃ (۵) المائدۃ، آیت: ۴۷)

اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

لہٰذا جو مولوی حضرات اس نظام کا پرچار کرتے ہیں وہ بھی بحکم قرآن فاسق و ظالم ہیں۔ ایسوں کی امامت ناجائز ہے اور ان کو امام بنانا سخت گناہ ہے۔

وہابی کی نشانی

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ آیا سر منڈوانا سنت ہے یا بدعت ؟ اگر کوئی شخص عوام الناس کو بار بار سرمنڈوانے پر زور دے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے ؟ کتاب و سنت کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں ۔ بینوا و توجروا

سائل : فرید احمد ، ماڑی پور روڈ ، کراچی

الجواب:-

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حج اور عمرہ کے علاوہ کبھی سر منڈوانا ثابت نہیں ہے ۔ لہٰذا جو سر منڈوانے کو سنت بتائے وہ غلطی پر ہے ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سر منڈوانا ثابت ہے مگر انہوں نے اس کی وجہ اور بیان فرمائی ہے ان کے سر کے بال بہت گھنے اور گھنگریالے تھے ، وہ فرماتے تھے کہ مجھے غسل جنابت میں اطمینان نہیں ہوتا اس لیے سر منڈوا دیتا ہوں ۔ تو سر منڈوانا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بھی سنت نہ ہوئی۔ ہمارے نزدیک سر نہیں منڈوانا چاہیے ۔ اس لیے کہ حدیث شریف میں " سر منڈوانا " ایک گمراہ فرقے کی علامت قرار دیا گیا ہے ۔ (ملاحظہ فرمائیے ! ابو داؤد ، حصہ دوم ، ابواب شرح السنۃ ، باب فی قتل الخوارج)

وہ گمراہ فرقہ " وہابی فرقہ " ہے اور اب بھی وہ سرمنڈواتا ہے بلکہ سرمنڈوانے پر اصرار کرتا ہے ، اس لیے سرمنڈوانا اس کی علامت بن گیا ہے اور حدیث شریف میں ہے :

من تشبّہ بقوم فہو منہم

(ابو داؤد ، حصہ دوم ، کتاب اللباس ، باب ما جاء فی الاقبیۃ)

جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے گا وہ انہیں میں سے ہو جائے گا۔

لہٰذا اس گمراہ فرقے کے ساتھ مشابہت سے بچنے کے لیے سر نہیں منڈوانا چاہیے ۔

وہابی کے لیے حسن ظن

الاستفتاء:-

حضرت مفتی صاحب !
السلام علیکم

ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ اگر کوئی عالم ، کسی دیوبندی مولوی کو جو کہ مدرسہ دیوبند سے فارغ ہو ، سلام کرے اور پوچھنے پر یہ جواب دے کہ میں یہ حسن ظن رکھتا ہوں کہ یہ ، دیوبندی علماء کی کفریہ عبارات سے آگاہ نہیں

ہو گا اور اسی بناء پر سلام کرتا ہوں ۔ کیا متذکرہ عالم کا یہ کہنا درست ہے ؟ اگر درست ہے تو کیا پھر کسی بھی دیوبندی عالم کے پیچھے حسن ظن رکھ کر نماز پڑھی جا سکتی ہے ؟ جواب عنایت فرمائیں ! آپ کی نوازش ہوگی ۔

سائل : محمد عدنان ، کراچی

الجواب :-

جو دیوبندی مدارس سے فارغ ہو اس کے متعلق حسن ظن رکھنا ، غلط ہے ۔ کفر کا حکم لگانے میں احتیاط کی جائے گی ۔ مگر ابتداء سلام فاسق کو بھی ناجائز ہے ۔

حفظ قرآن کو صحیح العقیدہ ہونے کی دلیل بنانا

الاستفتاء :-

سائل کے بارے میں کہ رمضان المبارک کے بابرکت و مبارک ماہ میں تراویح کا دور دورہ ہے ، چند ساتھیوں کے درمیان عقائد کے حوالے سے مندرجہ ذیل مسائل زیر بحث ہیں ۔ آپ ان کا حل بتا دیجئے ، جناب کی نوازش ہوگی ۔

(۱) دیوبندی ، وہابی حضرات کا کہنا ہے کہ بدعقیدہ لوگوں کو کبھی پورا قرآن حفظ نہیں ہو سکتا اور ہم میں حافظِ قرآن کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ہم صحیح العقیدہ ہیں ۔

(۲) عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دینا ، حکم قرآنی یعنی سورہ اخلاص کے خلاف ہے ۔ اس کے باوجود ہم اہل کتاب کو کفر پر سمجھتے ہوئے ان سے نکاح کر سکتے ہیں ، آخر کیوں ؟ کیا عیسائیوں کے ساتھ مل بیٹھ کر کھانا پینا شرعی طور پر جائز ہے ؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں ۔

سائل : عبدالعزیز خاں ، لطیف آباد ، حیدر آباد

الجواب :-

(۱) قرآن و حدیث میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے کہ حافظ قرآن کون ہو سکے گا اور کون نہیں ۔ لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ شیعوں میں کوئی حافظ قرآن نہیں ہوتا ۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ خود قرآن کو ناقص اور بیاضِ عثمانی کہتے ہیں ۔ اسی وجہ سے انہیں قرآن حفظ نہیں ہوتا ۔ دیوبندیوں کے متعلق تو حدیث کی کتب میں جو علامتیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ یہ گروہ جو نجد سے نکلے گا :

قرآن کثرت سے پڑھے گا لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا ، وہ ایمان سے بالکل دور ہوں گے اور ایمان کا نشان بھی ان کے دلوں میں نہیں ہوگا ۔

(ابو داؤد ، حصہ دوم ، ابواب شرح السنۃ ، باب فی قتل الخوارج)

لہٰذا دیوبندیوں کا یہ کہنا کہ ہم میں حفاظ کا پایا جانا ہمارے صحیح العقیدہ ہونے کی دلیل ہے، بالکل غلط ہے۔

(۲) قرآن و حدیث میں جو احکام بیان کیے گئے ہیں ان کو ماننا اور عمل کرنا مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ قرآن کریم میں عیسائیوں اور یہودیوں کو کافر کہا گیا ہے اور ان کے کفریات کو بیان کیا گیا ہے اس کے باوجود ان کی عورتوں سے نکاح جائز قرار دیا ہے اور ان کے کھانے کے متعلق فرمایا گیا:

و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم

(سورۃ (۵) المائدۃ، آیت: ۵)

اور کتابیوں (اہل کتاب) کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔

یہ احکام ان اہل کتاب کے لیے ہیں جو دین سماوی کے قائل ہوں۔ اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بھی کہے ں۔ اور کھانے میں یہ شرط ہے کہ اسلام میں جو چیزیں حرام اور ناپاک ہیں وہ کھانے میں شامل نہ ہوں اور برتن ان ناپاک اشیاء سے گندے نہ ہوں مثلاً سور، شراب، مردار جانور وغیرہ اور یہ کھانا پینا دوستی اور محبت کے تعلقات کی بناء پر نہ ہو۔

کیا وہابی مسلمان ہیں؟

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ فتاویٰ مصطفویہ صفحہ 73 پر لکھا ہے کہ وہابی مسلمان نہیں۔ اس جملے سے کیا مراد ہے؟ کیا تمام وہابی دیوبندی یا ان کے بڑے عالم جو گزرے ہیں وہ مراد ہیں؟ تفصیل سے جواب دیجیئے! نیز کیا ان وہابی علماء پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور بعد کے بریلوی علماء نے کفر کا فتویٰ جاری کیا؟

الجواب:-

جن لوگوں کے عقائد لکھ کر علماء حرمین، شام، عراق اور مصر وغیرہ کے سامنے پیش کیے گئے تھے اور انھوں نے ان عبارات کے لکھنے والوں پر کفر کا حکم لگایا تھا۔ وہ فتویٰ "حسام الحرمین" کے نام سے زمانہ دراز سے چھپ رہا ہے اس میں جن لوگوں پر حکم کفر دیا گیا ہے انہیں لوگوں کے متعلق فتاویٰ مصطفویہ میں یہ عبارت لکھی ہے۔ تفصیل "حسام الحرمین" میں دیکھ لیں۔

وہابیوں کی درسگاہوں میں تعلیم حاصل کرنا

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ موجودہ دور میں گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم (نجدی، وہابی، دیوبندی) کے مدارس میں علم قرآن و حدیث اور تفسیر وفقہ حاصل کرنا کیسا ہے؟ اس میں شرعاً کوئی قباحت تو نہیں؟ اور کیا ان مدارس کی زکوۃ، خیرات یا دیگر عطیات سے امداد کرنا درست ہے؟ بالتفصیل مدلل و باحوالہ اور اقوال بزرگان اور سلف صالحین سے جواب عنایت فرمائیں۔

سائل: محمد اللہ یار اشرفی، جامعہ رضائے مصطفی ٹرسٹ، بہاولنگر

الجواب:-

اس زمانے میں فرقہ بندی موجود ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حقیقت میں مسلمان ایک تھے ان کے عقائد یکساں تھے۔ پھر نئے نئے عقیدے نکال کر علیحدہ علیحدہ فرقے پیدا ہوتے رہے۔ انہی فرقوں میں دیوبندی بھی ایک فرقہ ہے جس کی بنیاد شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی پر ہے۔ ان کی کتابیں اب بھی چھپتی ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں لکھی ہوئی ہیں۔ ہر فرقہ قرآن و حدیث پڑھانے کے نام پر اپنا مذہب پڑھاتا ہے اور طلبہ کو اپنا عقیدہ سمجھا کر اپنے جیسا بنالیتا ہے۔ آیات و احادیث میں تاویلات کر کے اپنا مذہب سمجھاتا ہے۔ لہٰذا ایسے لوگوں سے تعلیم حاصل کرنا ناجائز ہے جن کے عقیدے میں خرابی ہو۔ حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

ان هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذون دينكم

(مسلم شریف، جلد: ۱، مقدمہ، صفحہ: ۱۱، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی یہ علم، دین ہے تو دیکھ لو کہ اس کو کس سے حاصل کر رہے ہو۔

جس شخص کے عقیدے میں خرابی ہو اس کی زبان سے قرآن و حدیث سننا بھی جائز نہیں۔ ہے اور نہ اس کا وعظ سننا جائز ہے۔ سنن دارمی میں ہے:

دخل رجلان من اصحاب الاهواء على ابن سيرين فقالا يا ابابكر نحدثك بحديث؟ قال: لا۔ قالا: فنقرأ عليك آية من كتاب الله؟ قال: لا، لتقومان عنى او لاقومن قال فخرجا، فقال بعض القوم يا ابابكر، ماكان عليك ان يقرأ عليك آية من كتاب الله تعالى؟ قال: انى خشيت ان يقرا على آية فيحرفانها فيقر ذالك فى قلبى

(سنن دارمی، جلد اول، صفحہ: ۱۲۰، باب اجتناب اهل الاهواء والبدع والخصومة)

یعنی ابن سیرین کے پاس دو آدمی آئے جن کے عقیدے خراب تھے انہوں نے کہا کہ اے ابوبکر (ابن سیرین کی کنیت ہے) ہم آپ کو ایک حدیث سناتے ہیں انہوں نے فرمایا میں نہیں سنوں گا، دونوں نے کہا کہ ہم

آپ کو کتاب اللہ کی ایک آیت سناتے ہیں انہوں نے فرمایا: میں نہیں سنوں گا تم دونوں میرے پاس سے چلے جاؤ یا میں اٹھ کر چلا جاتا ہوں۔ وہ چلے گئے تو بعض لوگوں نے کہا: اے ابوبکر آپ کا کیا نقصان تھا اس بات میں کہ وہ دونوں آپ کو کتاب اللہ کی ایک آیت سناتے۔ آپ نے جواب میں فرمایا: مجھے اندیشہ تھا کہ یہ دونوں آیت پڑھتے اور اس میں تحریف کردیتے اور وہ میرے دل میں بیٹھ جاتی۔

ابن سیرین اور حسن سے سنن دارمی میں روایت ہے:

انهما قالا: لا تجالسوا اصحاب الاهواء، ولا تجادلوهم، ولا تسمعوا منهم

(سنن دارمی، جلد اول، باب اجتناب اهل الاهواء والبدع والخصومة)

یعنی ان دونوں نے فرمایا کہ عقیدے میں خرابی والوں کے پاس نہ بیٹھو اور نہ ان سے جدال کرو اور نہ ان کی بات سنو۔

اور ایسے لوگوں کے ساتھ جن کے عقیدے میں خرابی ہے ملنا جلنا اور بیٹھنا بھی جائز نہیں ہے۔ مسلم شریف میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ جن کے عقیدے خراب ہیں:

فایّاکم وایّاهم لایضلونکم ولا یفتنونکم

(مسلم شریف، جلد اول، صفحہ: ١٠، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

تم اپنے آپ کو ان سے جدا رکھو اور ان کو اپنے سے دور رکھو ایسا نہ ہو وہ تمہیں گمراہ کردیں اور فتنوں میں ڈال دیں۔

ایسے لوگوں کے مدارس کی امداد کرنا، ان کے غلط عقیدوں کی اشاعت میں مدد کرنا ہے۔ اس لیے کسی طرح ان کے مدارس کی امداد جائز نہیں اور ان کے مدارس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے:

ولا یجوز صرفها لاهل البدع

(درمختار، جلد دوم، صفحہ: ٧٥، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

جن لوگوں کے عقیدے میں خرابی ہو ان پر زکوٰۃ خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

وہابی استاد رکھنا

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ کیا اہل سنت وجماعت کے کسی مدرسہ تعلیم القرآن میں وہابی دیوبندی مسلک کے استاد کو مکمل اختیارات دے کر صدر مدرس رکھنا جائز ہے؟ جب کہ اپنے مسلک کا مدرس مل

سکتا ہے۔ پھر اپنے بچوں کو وہابی یا دیوبندی استاد سے تعلیم دلوانا کہاں تک جائز ہے؟
مفصل جواب تحریر فرمائیں۔ جناب عالی کی نوازش ہوگی۔

سائل: جمال خاں، خاموش کالونی، کراچی

الجواب:-

جس کے عقیدے میں کچھ خرابی ہے اس سے بچوں کو تعلیم دلانا جائز نہیں۔ اس لیے کہ استاد کی صحبت کا بچوں پر اثر پڑتا ہے اور وہ خالی الذہن بچوں کو اپنے عقائد بتا کر گمراہ کرے گا۔ حدیث میں ایسے لوگوں کے پاس جن کے عقائد خراب ہوں بیٹھنے کو بھی منع کیا گیا ہے:

فایّاکم وایّاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم

(مسلم شریف، جلد اول، صفحہ: ۱۰، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

تم اپنے آپ کو ان سے جدا رکھو اور ان کو اپنے سے دور رکھو ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کردیں اور فتنوں میں ڈال دیں۔

لہٰذا ایسے مدرس کو ہٹا کر صحیح العقیدہ سنّی مدرس کا انتظام کیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دیوبندیوں کو سلام کرنا اور ان سے تعلقات رکھنا

الاستفتاء:-

(۱) اگر کوئی دیوبندی سلام کرے تو اس کا جواب دینا چاہیے یا نہیں؟ اگر دیا جائے تو کس طرح دیا جائے؟
(۲) دیوبندیوں کو سلام کرنا چاہیے یا نہیں؟
(۳) دیوبندیوں سے تعلقات رکھنے چاہئیں یا نہیں؟

سائل: محمد فاروق، کاغذی بازار، کراچی

الجواب:-

دیوبندی، قادیانی، شیعہ اور غیر مقلد وغیرہ جتنے گمراہ فرقے ہیں ان سب سے تعلقات رکھنا اور سلام کرنا منع ہے۔ حدیث شریف میں ان بدمذہب فرقوں کے متعلق فرمایا گیا:

ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم

(ابن ماجہ، الحدیث الاخر من "باب فی القدر")

اگر یہ (گمراہ لوگ) بیمار ہو جائیں تو ان کی تیمار داری بھی نہ کرو، اگر مر جائیں تو ان کے جنازے میں

بھی نہ جاؤ اور اگر تم سے ملیں تو ان کو سلام بھی نہ کرو۔

نیز ابوداؤد شریف میں ہے:

لا تجالسوا ابل القدر ولا تفاتحوھم

(ابو داؤد ، حصہ دوم ، ابواب شرح السنۃ ، باب فی القدر)

یعنی قدریہ کے ساتھ نہ اٹھو بیٹھو اور نہ ان سے سلام و کلام کرو۔

لہذا ان فرقوں کے ساتھ یہ تمام معاملات ممنوع ہیں جن کا حدیث شریف میں تذکرہ ہوا۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی شخص نے آکر یہ کہا کہ فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے آپ نے فرمایا:

بلغنی انہ قد احدث ، فان کان احدث فلا تقرأ علیہ السلام

(سنن دارمی ، جلد اول ، صفحہ : ۱۲۰ ، مطبوعہ : قدیمی کتب خانہ ، کراچی)

یعنی میں نے سنا ہے اس نے نیا عقیدہ اختیار کر لیا ہے اگر اس نے ایسا کیا ہے تو اس سے میرا سلام نہ کہنا۔

ایسے لوگوں کے بارے میں ایک اور حدیث شریف میں ہے:

فایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم

(مسلم شریف ، جلد اول ، صفحہ : ۱۰ ، قدیمی کتب خانہ ، کراچی)

تم اپنے آپ کو ان سے جدا رکھو اور ان کو اپنے سے دور رکھو ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کر دیں اور فتنوں میں ڈال دیں۔

ایسے لوگوں سے اپنے آپ کو دور رکھنے اور ان کو دور کرنے کی وجہ اسی حدیث شریف میں بیان فرما دی:

یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بمالم تسمعوا انتم ولا اباٗکم

(مسلم شریف ، جلد اول ، صفحہ : ۱۰ ، قدیمی کتب خانہ ، کراچی)

یعنی آخر زمانہ میں دھوکہ باز اور جھوٹے لوگ ہوں گے اور ایسی باتیں سنائیں گے جو تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا نے۔

اور ہر منصف مزاج یہ دیکھ سکتا ہے کہ نجدیوں اور دیوبندیوں نے اپنی کتابوں میں جو باتیں لکھی ہیں وہ ان سے پہلے کسی نے نہیں لکھی تھیں۔ اور نہ مسلمانوں اور نہ ان کے آباء واجداد نے وہ باتیں سنی تھیں۔ آج بھی کتاب التوحید ، صراط مستقیم ، تقویۃ الایمان ، تحذیر الناس ، براہین قاطعہ اور حفظ الایمان وغیرھا کتابوں میں وہ گستاخانہ عبارات موجود ہیں جو اب بھی چھپ رہی ہیں ان کو دیکھا جا سکتا ہے۔ لہذا جو دیوبندی ان عبارات کو جانتے ہیں پھر بھی ان کے لکھنے والوں کو مسلمان سمجھتے ہیں وہ علمائے اہلسنت اور علماء حرمین کے فتویٰ "حسام الحرمین" کے مطابق انہی جیسے ہیں جیسے لکھنے والے۔ تو جو مسلمان ہی نہیں ، اسے سلام کرنے کا سوال ہی پیدا

نہیں ہوتا۔ عام دیوبندی جنہیں ان عبارات کا علم نہیں اور صرف اتنا جانتے ہیں کہ اہل سنت اور دیوبندیوں میں میلاد و فاتحہ وغیرہ کا اختلاف ہے۔ ان لوگوں پر وہ حکم نہیں ہے جو ایسی عبارات لکھنے والوں پر ہے، یہ گمراہ ہیں، انہیں سلام کرنا مکروہ ہے۔

کافرہ عورت کو عزت دینا

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریب میں انڈیا کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کو مدعو کیا گیا، مختلف قسم کے القابات سے نوازا گیا اور مسند عزت پر بٹھایا۔ ایک ہندو عورت کا کسی خالص دینی اجلاس میں مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے بلایا جانا اور پھر عزت مآب جیسے الفاظ ایک مشرکہ عورت کے لیے ادا کرنا اور خاص علماء اور عوام اسلام کے درمیان ایک مشرکہ اجنبی عورت کو جانِ محفل بنانا اور علماء کا نامحرم مشرکہ کا بے پردہ نظارہ کرنا، از روئے شرع شریف جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا و توجروا۔

فقط والسلام: محمد صدیق، بکرا منڈی، حیدر آباد سندھ

الجواب:-

قرآن کریم میں مشرک کو نجس فرمایا اور مشرکین و یہود کو مسلمانوں کا سخت دشمن بیان فرمایا اور بیان فرمایا کہ تمہاری دشمنی مشرکین کے منہ سے ظاہر ہوگی اور ان کے سینوں میں جو دشمنی چھپی ہوئی ہے وہ بہت بڑی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو سختی سے قرآن کریم میں مشرکین کو دوست بنانے اور راز داں بنانے سے منع فرمایا گیا اور یہ فرمایا:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم

(سورۃ(۵) المائدۃ، آیت: ۵۱)

اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا وہ انہی میں سے ہے۔
یہ احکام قرآن کریم میں ہیں۔ مگر
دیوبندی تو ہمیشہ ہندوؤں کو دوست بناتے رہے اور گاندھی کی لنگوٹی سے چپٹے رہے۔
جواہر لعل نہرو کے باپ موتی لعل نہرو کو دھلی کی جامع مسجد کے ممبر پر بٹھایا۔
ہندوؤں کی دوستی میں گائے کی قربانی چھوڑ دینے کا فتویٰ دیا۔
پاکستان کی مخالفت میں مسلم لیگ کے مقابلے میں کانگریس کا ساتھ دیا۔

وطن پر قومیت کا دار و مدار رکھ کر ہندو مسلم کو ایک قوم قرار دے کر پاکستان کی تھیوری اور دو قومی نظریہ کو رد کیا۔

اسی لیے صدر دیوبند حسین احمد مدنی پوری کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا۔

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد. ایں چہ بوالعجبی ست
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی ست
بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر بہ اونہ رسیدی تمام بو لہبی ست

(ارمغانِ حجاز، صفحہ: ۳۹، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز)

انہی علماء دیوبند نے نہرو کے مرنے پر اس کے لیے قرآن خوانی کی۔ اس وقت کے ہندوستانی اخبارات نے اس کو شائع کیا۔ جب دیوبندیوں کا مشرکین کے ساتھ تعلق اور لگاؤ پہلے سے ہی اس درجہ گہرا ہے تو انہوں نے اندرا گاندھی کو بلایا تو تعجب کی کیا بات ہے؟ اس کے بلانے سے کتنے محرمات کا ارتکاب کیا اس میں سے چند یہ ہیں۔

مشرک سے دوستی۔
مشرک کو اعزاز دینا۔
اجنبی عورت کی طرف نظر کرنا۔
اس کی آواز سننا۔
دینی ادارے میں علماء کے مقابلے میں مشرک کو فوقیت دے کر دینِ اسلام کی سخت توہین کرنا۔

حدیث میں فرمایا:

من تواضع لغنی لاجل غناہ ذھب ثلثا دینہ

(البیھقی فی شعب الایمان بحوالہ علامہ سخاوی، المقاصد الحسنہ، حدیث نمبر: ۱۱۰۲ العلمیہ، بیروت)

جس نے کسی مالدار کی تعظیم مالداری کی وجہ سے کی تو اس کا دو تہائی دین چلا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ "نجد" سے ایک شیطانی گروہ نکلے گا اور اس کی علامتیں بیان فرمائیں۔ ان علامتوں میں ایک یہ بھی بیان فرمائی گئی۔

یقتلون اھل الاسلام و یدعون اھل الاوثان

(ابو داؤد، حصہ دوم، ابواب شرح السنۃ، باب فی قتل الخوارج)

یہ لوگ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

نجد سے چلنے والے اس گروہ کے بانی محمد ابن عبدالوہاب کے متبعین کو "وہابی" کہا جاتا ہے۔ یہ بات خود علماء دیوبند کے مایہ ناز عالم رشید احمد گنگوہی نے اپنے فتاوی رشیدیہ میں لکھی ہے۔ اور یہ بھی لکھا کہ:

> وھابیوں کے اور ہمارے عقیدے ایک ہیں اور وہ اچھے لوگ ہیں۔

(فتاوی رشیدیہ، صفحہ: ٢٦٦، علمی کتاب گھر، کراچی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ یہ علامت دیوبندیوں میں پائی جاتی ہے کہ ان کے کفر و شرک کے سارے فتوے اہل سنت پر جاری ہوتے رہے اور کافروں کے ساتھ ہمیشہ دوستی کرتے رہے۔ اسی طرح پاکستان کی مخالفت میں گاندھی اور نہرو کا ساتھ دیا اور مسلم لیگ کی مخالفت کی۔ اور وہ اپنے اسی رویہ پر اب بھی قائم ہیں تو اگر اب اندرا گاندھی کو بلاتے ہیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

ہاں مسلمانوں کے لیے ان واقعات میں بہت کچھ عبرت ہے کہ وہ دوست اور دشمن کو پہچانیں اور حق اور باطل میں امتیاز کریں۔ دیوبندیوں نے نجدیوں / وہابیوں کے عقائد کو عمدہ بتایا جیسا کہ فتاوی رشیدیہ میں ہے اور ان کے اعتقادات بھی وہی ہیں جو نجدیوں کے ہیں۔ اور علامہ شامی نے اپنے فتاوی میں نجدیوں کے متعلق یہ لکھا:

> كما وقع فی زماننا فی اتباع عبدالوباب الذين خرجوا من نجد و تغلبوا على الحرمين وكانو ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة و قتل علمائهم

(شامی، جلد سوم، صفحہ: ٣٣٩، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبد الوہاب کے ان متبعین کی عادت ہے جو نجد سے نکلے اور حرمین پر زبردستی غالب آگئے اور حیلے بازی کے لیے مذہب حنبلی کی بات کہتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے اعتقاد کی مخالفت کرے وہ مشرک ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے عوام اہل سنت اور علماء اہل سنت کے قتل کو جائز قرار دیا ہے۔

تبلیغی جماعت کا اصل روپ

الاستفتاء:-

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
محترم قبلہ مفتی صاحب!
السلام علیکم

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔ میرے پاس کچھ لوگ آئے تھے، انہوں نے اپنے آپ کو تبلیغی جماعت کا ممبر بتایا۔ بات چیت اور بظاہر اعمال سے تو ٹھیک ٹھاک لگ رہے تھے۔ مگر میرے دل میں کچھ شک

گزرا، کیونکہ آج کل معاشرہ خراب ہے اور کسی پر بھروسہ کرنا مشکل ہے۔ برائے مہربانی قرآن مجید فرقان حمید کی روشنی میں اس تبلیغی جماعت کے بارے میں حقائق سے نوازیں۔ کیونکہ صرف ایک مرتبہ کی ملاقات سے انہوں نے مجھے اپنے سالانہ اجتماع (جو لاہور کے قریب رائے ونڈ میں ہوتا ہے) کے لیے تیار کر لیا، جو ٦ نومبر ١٩٨٦ء سے شروع ہو رہا ہے۔ ان کے بارے میں تفصیل سے جواب عنایت کیجئے، عین نوازش ہوگی۔

والسلام: طالب دعا و جواب: اعجاز احمد

الجواب:-

تبلیغی جماعت دراصل وہابی جماعت ہے۔ جب دیوبندی لوگ وہابیت کی وجہ سے بدنام ہو گئے تو انہوں نے تبلیغی جماعت کے نام سے وہابیت پھیلانے کے لیے یہ جماعت بنائی۔ اس جماعت کے بانی الیاس کاندھلوی ہیں۔ انہوں نے خود اپنے ملفوظات میں لکھا ہے کہ:

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو۔

(ملفوظات شاہ محمد الیاس، صفحہ: ٥٠، مطبوعہ، دارالاشاعت، کراچی)

اور یہ بھی لکھا کہ ابوالحسین ندوی یعنی موجودہ امیر تبلیغی جماعت نے ایک خط الیاس صاحب کو لکھا تھا اس میں لکھا تھا کہ اس وقت صرف دو گروہ مسلمان ہیں تیسرے گروہ میں کوئی مسلمان نہیں ہے۔ یعنی تبلیغی جماعت اور اس کے مددگار۔ یہ خط جب الیاس صاحب کو سنایا گیا تو انہوں نے کہا ابوالحسین نے جو سمجھا ہے ٹھیک ہی سمجھا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ الیاس صاحب بانی تبلیغی جماعت اور موجودہ امیر ابوالحسین کے نزدیک تبلیغی جماعت اور اس کے مددگاروں کے سوا دنیا میں کوئی مسلمان نہیں۔ اسی لیے انہوں نے اپنے اصولوں میں کلمہ پڑھانا لکھا ہے تاکہ کافروں کو مسلمان بنایا جائے۔ لہٰذا اس کا مقصد یہی ہے کہ پہلے سنّی مسلمانوں کو کلمہ پڑھایا جائے اس کے بعد انہیں وہابی بنا دیا جائے۔ ان کی مجالس میں دیوبندی علماء کی جھوٹی تعریفات کر کے سیدھے سادھے مسلمانوں کو ان کا عقیدت مند بنایا جائے۔ پھر وہ دیوبندیوں کی کتابیں پڑھا کر کٹر وہابی بنا دیئے جاتے ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا اور ان کا وعظ سننا حرام ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین

(سورۃ (٦) الانعام، آیت: ٦٨)

یعنی نصیحت آجانے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔

اس آیت کے تحت تفسیرات احمدیہ میں عالمگیر کے استاد ملا احمد جیون تحریر فرماتے ہیں:

ان القوم الظالمین یعم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلھم ممتنع

بے شک قوم ظالم میں بدعتی، فاسق اور کافر وغیرہ شامل ہیں، ان سب کے ساتھ بیٹھنا ممنوع ہے۔

سنن دارمی میں علامہ ابن سیرین کا واقعہ منقول ہے:

دخل رجلان من اصحاب الاھواء علی ابن سیرین فقالا یا ابابکر نحدثک بحدیث؟ قال: لا۔ قالا: فنقرأ علیک آیۃ من کتاب اللہ؟ قال: لا، لتقومان عنی او لاقومن قال فخرجا، فقال بعض القوم یا ابابکر، ماکان علیک ان یقرأ علیک آیۃ من کتاب اللہ تعالٰی؟ قال: انی خشیت ان یقرا علی آیۃ فیحرفانھا فیقر ذالک فی قلبی

(سنن دارمی، جلد اول، صفحہ: ۱۲۰، باب اجتناب اھل الاھواء والبدع والخصومۃ)

یعنی ابن سیرین کے پاس دو آدمی آئے جن کے عقیدے خراب تھے انہوں نے کہا کہ اے ابوبکر (ابن سیرین کی کنیت ہے) ہم آپ کو ایک حدیث سناتے ہیں انہوں نے فرمایا میں نہیں سنوں گا، دونوں نے کہا کہ ہم آپ کو کتاب اللہ کی ایک آیت سناتے ہیں انہوں نے فرمایا: میں نہیں سنوں گا تم دونوں میرے پاس سے چلے جاؤ یا میں اٹھ کر چلا جاتا ہوں۔ وہ چلے گئے تو بعض لوگوں نے کہا: اے ابوبکر آپ کا کیا نقصان تھا اس بات میں کہ وہ دونوں آپ کو کتاب اللہ کی ایک آیت سناتے۔ آپ نے جواب میں فرمایا: مجھے اندیشہ تھا کہ یہ دونوں آیت پڑھتے اور اس میں تحریف کردیتے اور وہ میرے دل میں بیٹھ جاتی۔

مقصد یہ ہوا کہ جس کے عقیدے میں خرابی ہے اس پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنی طرف سے اس میں کوئی ایسی بات شامل کردے جو غلط ہو اور وہ سننے والے کے دل میں بیٹھ جائے، جس سے اس کا ایمان ختم ہو جائے۔ ابن سیرین اجلہ تابعین میں سے ہیں اور وہ خود بہت بڑے عالم تھے، ان کو بہکانا اور گمراہ کرنا آسان نہ تھا اور آنے والے ان کو آیت اور حدیث سنانا چاہتے تھے، مطلب سمجھانا نہیں چاہتے تھے، پھر بھی انہوں نے سننا گوارا نہ کیا۔ آج کل عوام جو عربی سے بھی ناواقف ہیں اور صحیح مذہبی معلومات سے بھی کماحقہ واقف نہیں ہیں۔ بدمذہب انہیں لچھے دار تقریریں سناتے ہیں، جن میں وہ اپنے باطل اعتقادات کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ ملا دیتے ہیں کہ عوام انہیں بے سوچے سمجھے قبول کرلیتے ہیں اور گمراہ ہو جاتے ہیں۔ آج کل جتنے فرقے اہل سنت کے خلاف ہیں وہ اپنے باطل اعتقادات کو پھیلا رہے ہیں، ان سب کا طریقہ کار یہی ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا یا کسی قسم کا میل ملاپ رکھنا جائز نہیں۔ مسلم شریف میں حدیث ہے:

فایّاکم و ایّاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم

(مسلم شریف، جلد اول، صفحہ: ۱۰، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی اپنے آپ کو ان سے جدا کرلیا اور ان کو اپنے سے دور رکھنا ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کردیں اور تمہیں فتنوں میں ڈال دیں۔

تبلیغی جماعت کی چلہ کشی

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

اسلام میں تبلیغ کس کو کہتے ہیں؟ مجھے بعض لوگ کہتے ہیں کہ بھائی تین دن یا چالیس دن کا چلہ کاٹو یا سال بھر تبلیغ کرو، آپ کو روزی ملتی رہے گی۔ تو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اسلام میں تو حلال روزی کمانے کا حکم ہے اب اگر ہم لوگ تبلیغ میں جائیں اور پھر سال بھر کے بعد واپس آئیں تو کیا ایک دن میں اتنے پیسے آ جائیں گے کہ گھر والے بھی سارا سال کھاتے رہیں اور ہم بھی کھاتے رہیں۔ برائے مہربانی جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

سائلین: محمد عارف مکرانی، آدم جی نگر، غازی صلاح الدین روڈ، کراچی

الجواب:-

تبلیغ کا اصل معنیٰ غیر مسلموں تک اسلام پہنچانا ہے یا دوسری صورت یہ ہے کہ برائی کرنے والوں کو برائی سے روکا جائے اور اچھائی کو پھیلایا جائے۔ اسے اصطلاح شرع میں "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" یعنی "اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا" کہتے ہیں۔

تبلیغی جماعت نے تبلیغ کا نام لے کر جو کام کیا اسے نہ تبلیغ کہتے ہیں نہ اسلام سے اس کا کوئی تعلق ہے، یہ وہابی بنانے والی ایک تحریک ہے۔ تبلیغی جماعت والے نہ کسی سنیما، شراب خانے اور کسی برائی کے اڈے پر جا کر تبلیغ کرتے ہیں بلکہ جو مسجد میں نماز پڑھنے آتا ہے اس کو بٹھاتے ہیں اور اپنے مولویوں کی تعریفیں کر کے عوام کو ان کا معتقد بناتے ہیں اور بیوی بچے چھوڑ کر جانے کے لیے تیار کرتے ہیں، جو بالکل غلط طریقہ ہے۔

احکام تبلیغ

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

ایک پیش امام کا کہنا ہے کہ اہل سنت وجماعت مسلک بریلوی کے یہاں تبلیغ نہیں ہے۔ لہٰذا برائے کرم اس کا جواب ارشاد فرمائیں۔ نیز درس دینے کا حق کس کو ہے؟ اس کا تعلیمی معیار کیا ہونا چاہیے؟ کیا کوئی شخص کتاب دیکھ کر درس دے سکتا ہے؟

سائل: سید انور اشرفی، اورنگی، کراچی

الجواب:-

اہل سنت وجماعت کے یہاں وہ تبلیغ نہیں ہے جو بدعقیدہ تبلیغی جماعت کرتی ہے۔ بلکہ صحیح معنی میں وہ تبلیغ ہے جس کا حکم قرآن وحدیث میں ہے یعنی "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" یعنی اچھائیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا۔ یہ تبلیغ واجب ہے اور اسی کا حکم قرآن وحدیث میں ہے۔

درس وہ شخص دے سکتا ہے جو قرآن وحدیث کو سمجھتا ہو، عربی زبان جانتا ہو اور مسائل کو کتابوں سے سمجھ سکتا ہو۔ آجکل اردو زبان میں بھی کتابیں شائع ہو چکی ہیں ان کو دیکھ کر بھی مذہبی معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں مگر درس دینے والے میں اتنی صلاحیت ہو کہ جیسا کتاب میں لکھا ہے ویسا ہی بیان کرے، اگر اس میں کوئی آیت یا حدیث آجائے تو اس کی تشریح کر سکے۔ یا کتاب دیکھ کر پڑھ کر سنا سکے تو ایسا شخص درس دے سکتا ہے۔

مودودی کی تفسیر "تفہیم القرآن" کا درس سننا

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان دین اسلام مندرجہ ذیل مسئلے میں کہ اہلسنت وجماعت صحیح العقیدہ بریلوی مسلمان کے لیے مودودی کی تفسیر تفہیم القرآن کا درس سننا اور اس کی جماعت یعنی جماعت اسلامی میں شامل ہونا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر ان کی جماعت میں داخل ہونا جائز نہیں تو کن وجوہ پر؟ بینوا و توجروا

الجواب:-

جواب سے پہلے بطور تمہید یہ سمجھ لینا چاہیے کہ انسانی قلب کا حال حدیث میں کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

مثل القلب مثل الریشۃ تقلبھا الریاح بفلاۃ۔

(سنن ابن ماجہ، مقدمہ، صفحہ: ۱۰، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی انسانی دل کی مثال اس "پَر" کی طرح ہے جو کسی میدان میں پڑا ہو اور ہوائیں اس کو اڑا کر الٹ پلٹ کرتی رہیں۔

اسی لیے کسی کتاب کو پڑھنے سے پہلے یا کسی کے وعظ و تقریر کے سننے سے پہلے یہ اطمینان کر لینا ضروری ہے کہ کتاب کے مصنف یا مقرر کے نظریات و اعتقادات کیسے ہیں؟ اسی لیے مسلم شریف میں ابن سیرین جو اجلہ

تابعین میں سے ہیں ان کا قول نقل کیا گیا:

ان هذا العلم دين فانظروا عن من تأخذون دينكم

(مسلم شریف، صفحہ: ۱۱، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

بے شک یہی علم، دین ہے بس غور کرلو کس سے اپنا دین حاصل کرتے ہو۔

انہی ابن سیرین کا عمل سنن داری میں نقل کیا ہے:

دخل رجلان من اصحاب الاهواء على ابن سيرين فقالا يا ابابكر نحدثك بحديث؟ قال: لا ـ قالا: فنقرأ عليك آية من كتاب الله؟ قال: لا، لتقومان عنى او لاقومن قال فخرجا، فقال بعض القوم يا ابابكر، ماكان عليك ان يقرأ عليك آية من كتاب الله تعالى؟ قال: انى خشيت ان يقرا على آية فيحرفانها فيقر ذالك فى قلبى

(سنن دارمی، جلد اول، صفحہ: ۱۲۰، باب اجتناب اهل الاهواء والبدع والخصومة)

یعنی ابن سیرین کے پاس دو آدمی آئے جن کے عقیدے خراب تھے انہوں نے کہا کہ اے ابوبکر (ابن سیرین کی کنیت ہے) ہم آپ کو ایک حدیث سناتے ہیں انہوں نے فرمایا میں نہیں سنوں گا، دونوں نے کہا کہ ہم آپ کو کتاب اللہ کی ایک آیت سناتے ہیں انہوں نے فرمایا: میں نہیں سنوں گا تم دونوں میرے پاس سے چلے جاؤ یا میں اٹھ کر چلا جاتا ہوں۔ وہ چلے گئے تو بعض لوگوں نے کہا: اے ابوبکر آپ کا کیا نقصان تھا اس بات میں کہ وہ دونوں آپ کو کتاب اللہ کی ایک آیت سناتے۔ آپ نے جواب میں فرمایا: مجھے اندیشہ تھا کہ یہ دونوں آیت پڑھتے اور اس میں تحریف کردیتے اور وہ میرے دل میں بیٹھ جاتی۔

مقصد یہ ہوا جس کے عقیدے میں خرابی ہے اس پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، ہوسکتا ہے کہ وہ کوئی ایسی بات وعظ و تقریر کرتے ہوئے یا کوئی کتاب لکھتے ہوئے اپنی طرف سے اس میں شامل کردے جو غلط ہو اور سننے والے کے دل میں بیٹھ جائے۔ جس سے اس کا ایمان ختم ہوجائے۔ ابن سیرین اجلہ تابعین میں سے ہیں اور خود بہت بڑے عالم ہیں ان کو بہکانا اور گمراہ کرنا آسان نہ تھا اور آنے والے ان کو آیت اور حدیث سنانا چاہتے تھے، مطلب سمجھانا نہیں چاہتے تھے، پھر بھی انہوں نے سننا گوارہ نہ کیا۔ آج کل کے عوام جو عربی زبان سے بھی ناواقف اور صحیح مذہبی معلومات سے بھی کماحقہ آگاہ نہیں ہیں، ان کو کتابیں لکھ کر اور لچھے دار تقریریں سنا کر جن میں اپنے اعتقادات کو ایسی خوبصورتی کے ساتھ ملادیا جاتا ہے جن کو عوام بے سمجھے قبول کرلیتے ہیں اور گمراہ ہوجاتے ہیں۔ آج کل جتنے فرقے اہل سنت کے خلاف اپنے مذہب و اعتقادات کو پھیلارہے ہیں ان سب کا طریقہ کار یہی ہے۔

اب مودودی صاحب کے نظریات سنیئے، اس کے بعد ان کی کتابیں پڑھنے اور سننے کے متعلق غور کیجئے۔ مودودی صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی شخص تنقید سے مبرا نہیں، اسی لیے

انہوں نے صحابہ کرام پر تنقیدیں کی ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ٹھہرا کر خلافت کا نااہل قرار دیا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روحِ جہاد سے ناآشنا قرار دیا، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنھم کے اقوال و افعال کو دلیل ماننے سے انکار کیا، امام غزالی رحمہ اللہ کی "مجددیت" میں خامیاں بیان کیں، شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے متعلق لکھا کہ انہوں نے قوم کو تصوف کی تعلیم دی جس سے بالکل پرہیز کرنا چاہیے تھا۔

اس کے علاوہ خود اپنے متعلق لکھا کہ میں حنفیت کا پابند ہوں نہ شافعیت کا جو حق جانتا ہوں اسے لے لیتا ہوں اور ایک جگہ لکھا میرے نزدیک پڑھے لکھے آدمی کے لیے تقلید ناجائز بلکہ گناہ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ جماعت اسلامی اور مودودی صاحب جو یہ کہتے رہے کہ ہمارا کسی فرقہ سے تعلق نہیں ہے۔ ہماری جماعت میں ہر مسلک کے لوگ ہیں، یہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے پروپیگنڈہ کیا گیا ہے۔ ورنہ ان کا مسلک یہ ہے جو مودودی صاحب نے رسائل و مسائل میں بیان کیا ہے۔ ان سے سوال کیا گیا تھا کہ علمائے بریلوی اور علمائے دیوبند میں سے کون حق پر ہے؟ انہوں نے جواب دیا: علماء دیوبند حق پر ہیں، علماء بریلوی نے زیادتی کی ہے۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے اپنے دیوبندی ہونے کا اقرار کر لیا۔

مگر جب علمائے دیوبند سے اختلاف ہوا اور حسین احمد مدنی دیوبندی نے اپنی جماعت کے ساتھ مل کر مودودی پر کفر کا حکم لگایا تو مودودی نے کہا کہ میں علمائے دیوبند کے ساتھ بہت حسن ظن رکھتا تھا مگر اب معلوم ہوا کہ ان کا مقام بریلی کے کافر ساز علماء سے بلند و بالا نہیں ہے۔

مودودی کے نظریات کے متعلق مختصراً اتنا جان لینے کے بعد علامہ ابن سیرین کے عمل کو اپنے ذہن میں رکھ کر خود فیصلہ کریں کہ ایسے بے باک اور گمراہ شخص کی کتب کو پڑھنا، سننا یا ایسی جماعت کے ساتھ رہنا، جس کا مقصد ہی مودودی کو کم از کم امام مہدی بنا کر عوام میں روشناس کرانا ہے۔ یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ اور ایسا لٹریچر پڑھ کر ایمان کو محفوظ رکھنے کی کیا صورت ہے؟

خاص طور پر "تفہیم القرآن" کے متعلق یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ قرآن کی تفسیر ہے یا مودودی صاحب کے خیالات کا مجموعہ۔ خود مودودی صاحب نے تفہیم القرآن کے دیباچہ صفحہ 10 پر لکھا ہے کہ میں نے اس میں قرآن کے الفاظ کو اردو جامہ پہنانے کے بجائے یہ کوشش کی ہے کہ قرآن کی ایک عبارت پڑھ کر جو مفہوم میری سمجھ میں آتا ہے اور جو اثر میرے دل میں پڑتا ہے اسے حتی الامکان صحت کے ساتھ اپنی زبان میں منتقل کر دوں۔

ہر ذی عقل یہ سمجھ سکتا ہے کہ ایسا لیڈر جس نے اسکول کے نصاب کی چند عربی کتابیں پڑھ لی ہوں اور جسے عربی بولنا بھی نہ آتی ہو، اس کی شہادت مدینہ یونیورسٹی کی مجلس مشاورت میں شریک ہو کر اردو میں مشورہ دینا ہے۔ جس کا بیان شبیر احمد عثمانی نے پاکستان میں یہ اعلان کر کے کر دیا کہ وہاں تاثر یہ تھا کہ عربی یونیورسٹی میں مشورہ کے لیے ایسے آدمی کو شریک کیا گیا ہے جو نہ عربی بول سکتا ہے اور نہ ہی عربی سمجھ سکتا ہے۔ تو جس کی عربی زبان کے بارے میں یہ استعداد ہو وہ قرآن پڑھ کر اپنے تاثرات کو جمع کر دے۔ اس کو تفسیر کا نام دینا ہی غلط ہے۔

بلکہ ایسے شخص کا حکم تو وہ ہے جو حدیث میں فرمایا۔ ترمذی میں ہے :

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من قال فی القرأن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن کے بارے میں بغیر علم کے کچھ کہا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

ایک اور حدیث میں فرمایا گیا :

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من قال فی القرأن برأیہ فلیتبوأ مقعدہ من النار

یعنی جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کوئی بات کہے وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے۔

اور ترمذی ہی میں ایک اور حدیث ہے :

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من قال فی القرآن برأیہ فاصاب فقد اخطاء

(ترمذی ، جلد ثانی ، ابواب تفسیر القران ، باب ما جاء فی الذی یفسّر القرآن برأیہ) یعنی جس شخص نے اپنی رائے سے قرآن کے بارے میں کچھ کہا اتفاقاً وہ صحیح بھی ہو تو یہ کہنے والا شریعت میں خطا کار ہے۔

ان احادیث کی شرح میں مرقات شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا :

من قال فی القرآن برأیہ ای من تکلم أی فی معناہ أو قراء تہ أی من تلقاء نفسہ من غیر تتبع أقوال الأئمة من أھل اللغة والعربية المطابقة للقواعد الشرعیة بل بحسب ما یقتضیہ عقلہ و ھو مما یتوقف علی النقل

(جلد اول ، بیان تفسیر القران بالرأی)

یعنی من قال برأیہ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے معنی یا قرآت کے بارے میں جو شخص اپنی جانب سے کچھ کہے ، بغیر اس کے کہ وہ اہل لغت اور عربیت کے ماہرین کے اقوال قواعد شرعیہ کے مطابق ہوں تلاش کرنا ، بلکہ اس کی عقل نے جو چاہا وہ کہہ دیا حالانکہ قرآن کے معنی کا سمجھنا نقل پر موقوف ہے۔

خود قرآن کریم ان لوگوں میں نازل ہوا جن کی مادری زبان عربی تھی اور عربیت پر انہیں عبور حاصل تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا :

یعلمھم الکتاب

(سورۃ (۲) البقرۃ ، آیت : ۱۲۹)

یعنی نبی کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ وہ ان کو کتاب سکھائیں گے۔

مودودی نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ صرف اپنے خیالات کے مجموعے تفہیم القرآن کو پڑھنے کے لیے اپنے ماننے والوں کو یہ مشورہ دیا کہ قرآن و حدیث کا مطالعہ کرنا اچھی بات تو ضرور ہے۔ لیکن تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے ہرگز نہیں۔ بہر حال مودودی لٹریچر ایسے گمراہ کن مواد سے بھرا ہوا ہے ، جس کو پڑھنے کے بعد ایمان محفوظ نہیں رہ سکتا۔ جماعت اسلامی کے لوگوں کے ذہن پہ یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ مودودی جیسا مفکرِ اسلام

دوسرا کوئی نہیں ہے۔ اسی عقیدت نے انہیں جماعت اسلامی کی کتابوں میں کسی قسم کی برائی نظر آنے سے روک رکھا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ جس شخص کا لٹریچر شہادت دیتا ہے اور جس کا نظریہ ہی یہ تھا کہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کی ذات تنقید سے مبرّا نہیں ہے، اس کے ماننے والے مودودی کو تنقید سے مبرّا و ماورا سمجھتے ہیں، انہیں خود مودودی کی کتابوں میں کوئی غلطی نظر آتی ہے نہ وہ غلطی کی نشاندھی سننے کو تیار ہیں۔

ان حالات میں مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ایسی مجالس میں شرکت نہ کریں. جہاں تفہیم القرآن کا درس دیا جاتا ہے یا جماعت اسلامی کی کتابیں پڑھی جاتی ہیں۔ اس جماعت کے لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست، میل و محبت ترک کردیں۔ اور ان تمام گمراہ فرقوں سے بچیں جن سے بچنے کا قرآن و حدیث میں واضح حکم آیا ہے۔

قرآن میں ارشاد ہوا:

لا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین

(سورة (٦) الانعام، آیت: ٦٨)

یعنی نصیحت آجانے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔

اسی طرح حدیث شریف میں ارشاد ہوا۔

فایّاکم وایّاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم

(مسلم شریف، جلد اول، صفحہ: ١٠، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

تم اپنے آپ کو ان سے جدا رکھو اور ان کو اپنے سے دور رکھو ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کردیں اور فتنوں میں ڈال دیں۔

پروفیسر طاہر القادری

الاستفتاء:-

محترم جناب مفتی صاحب!
دارالعلوم امجدیہ، کراچی

مندرجہ ذیل کے بارے میں قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں:

ایک شخص نے خواب دیکھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ تم اگر پاکستان میں میرے میزبان بن جاؤ تو میں پاکستان میں کچھ دنوں کے لیے رک سکتا ہوں۔ اس شخص نے ایک رسالے میں یہی خواب بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پاکستان میں مجھے اپنا مستقل میزبان مقرر کردیا ہے۔

اس جملے پر کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں اور اس جملے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی

بتاتے ہیں۔ لہذا آپ سے استدعا ہے کہ شریعت کی رو سے فتویٰ صادر فرمائیں کہ کیا شخص مذکورہ بالا کسی شرعی جرم کا مرتکب ہوا ہے یا نہیں ؟

سائل : سب انسپکٹر سید قبا بادشاہ ، تھانہ آرام باغ ، کراچی

الجواب:-

طاہر القادری کا یہ خواب نوائے وقت لاہور میں چھپا ، اس کے علاوہ دیگر مختلف رسائل نے اور خصوصاً " تکبیر " نے تفصیل سے چھاپا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خواب انسان کے اختیار میں نہیں اور انسان خواب میں عجیب و غریب امور بھی دیکھتا ہے۔ مگر کسی خواب کو اپنی فضیلت کے لیے چھاپنا اور بیان کرنا یہ انسان کا اختیاری فعل ہے۔ لہذا طاہر القادری کا خواب بیان کرنا اور یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پاکستان میں مجھے مستقل اپنا میزبان مقرر کر دیا ہے اس کے علاوہ بھی اس خواب کی بہت سی باتیں بیان کیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج ہونے اور طاہر القادری سے مدد طلب کرنے ، ٹھہرانے ، کھانے پینے کا انتظام کرنے اور واپسی کے ٹکٹ کا انتظام کرنے کا بھی مطالبہ ہے۔ ان سب باتوں سے ایک امتی کے مقابلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محتاجی کا اظہار ہوتا ہے۔ لہذا یہ توہین نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور توہین کرنے والوں کی جو سزا ہے طاہر القادری اُسی سزا کا مستحق ہے۔

الاستفتاء:-

حضرت علامہ مفتی محمد وقار الدین ! دام ظلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب والا ! آپ کی خدمت میں ایک مسئلہ پیش کر رہا ہوں امید ہے جلد ہی جواب عنایت فرمائیں گے۔ مسئلہ یہ ہے کہ گزشتہ تین ماہ سے رسالہ " رضائے مصطفیٰ " (جسے حضرت علامہ ابو داؤد محمد صادق صاحب " گوجرانوالہ " شہر سے شائع کرتے ہیں) ہمارے ملک میں پروان چڑھتے ہوئے مبلغ " پروفیسر طاہر القادری صاحب " کے خلاف لکھ رہا ہے اور اس میں یہ نشاندھی کی ہے کہ غلطی سے جسے ہم اپنا سمجھ رہے ہیں وہ مودودی جیسے عزائم رکھتا ہے نیز اس نے " صلح کلی " والا مسلک بھی اختیار کیا ہوا ہے۔

اب آپ کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ آیا پروفیسر طاہر القادری مسلک اہل سنت وجماعت (بریلوی) سے تعلق رکھتے ہیں یا نہیں ؟ اور ہمیں ان کے بارے میں کیا رائے رکھنی چاہیے ؟ رسالہ رضائے مصطفیٰ کے مطابق یہ دیوبندیوں کے پیچھے نماز کو جائز سمجھتے ہیں اور ان سے اختلافات کو فروعی گردانتے ہیں۔ تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ یہ گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر نہیں سمجھتے اور یہ کہ انکے نزدیک احترامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی فروعی مسئلہ ہے۔ کیا یہ شخص "من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر" (جو شخص بد مذہبوں کے کافر ہونے اور ان پر عذاب ہونے میں شک کرے گا تو بے شک وہ خود کافر ہو جائے گا۔) کے تحت آئے گا یا نہیں ؟ امید ہے کہ

ہمارے علمائے کرام اس طرف جلد توجہ دیں گے اور اپنے اسلاف کی طرح ، " بلالومۃ لائم " (کسی ملامت گر کی ملامت سے بے خوف ہو کر) بلا جھجک حق گوئی کا مظاہرہ کریں گے ۔

سائل : محمد عبدالرشید نوری ، یکے از غلامان مفتی اعظم ہند

الجواب:-

پروفیسر طاہر القادری کے متعلق حافظ ابو داؤد محمد صادق صاحب رسالہ "رضائے مصطفیٰ" میں جو کچھ لکھ رہے ہیں ، وہ درست ہے ۔ پروفیسر طاہر القادری کا کہنا یہی ہے کہ یہ اختلافات فروعی ہیں۔ مورخہ 28 ستمبر 1987ء کے جنگ اخبار میں یہ خبر چھپی ہے کہ انھوں نے ہوٹل میں عورتوں سے خطاب کیا۔ ایک خاتون نے جب ان سے یہ سوال کیا کہ اسلام اتحاد کا درس دیتا ہے تو پھر اتنے فرقے کیوں ؟ اس کے جواب میں پروفیسر طاہر القادری نے جواب دیا کہ تمام فرقوں کی بنیاد ایک ہے صرف جدا جدا طریقہ ہے اس لیے اتحاد متاثر نہیں ہوتا ۔ اور انھوں نے اپنے انٹرویو میں پہلے بھی کہا تھا کہ ان کے یہاں دو مدرس دیوبندی ہیں اور ایک شیعہ ہے ۔

لہٰذا اسی سے اندازہ کر لیجیے کہ ان کے خیال میں اور "ندوہ" والوں کے خیال و اعتقاد میں کیا فرق ہے ؟

الاستفتاء:-

جناب عزت مآب قبلہ مفتی محمد وقار الدین صاحب !
دارالعلوم امجدیہ ، کراچی
السلام علیکم

بعد سلام عرض یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید یہ کہتا ہے کہ " پروفیسر طاہر القادری سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کرنے والے مسلمان ہیں ، مجھے طاہر القادری کی اس بات کے علاوہ (کہ دیوبندیوں کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے) تمام باتوں سے اتفاق ہے اور میں انکے کام سے مطمئن ہوں اور طاہر القادری کو گمراہ یا شیعہ اور بدمذہب کا چاہنے والا نہیں سمجھتا ہوں اور نہ ہی وہ گستاخ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے " ۔ مزید یہ کہ زید نیا چورنگی پر واقع شیخ جاوو کے دارالعلوم (جو کہ اہل حدیث کا ہے) میں بھی پڑھنے کا مشورہ دیتا ہے ۔ اس مسئلے کے متعلق مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں ۔

(۱) زید اگر کہیں امامت کرائے تو اسکے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے ؟

(۲) زید میں اور اہلسنت بریلوی مکتبہ فکر میں جو فرق ہے اسے واضح فرما دیں ۔

سائل : عبدالصمد قادری ، دھوراجی کالونی ، کراچی

الجواب:-

اس زمانے میں اسلام کا دعویٰ کرنے والے مختلف گروہ ہیں اور ہر ایک یہی دعویٰ کرتا ہے کہ میں عاشق

رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور محبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بڑھ چڑھ کر دعوی کرتا ہے۔

مگر کسی شخص کے اسٹیج پر بیانات سے اسکے عقائد کا پتہ نہیں چلایا جا سکتا، کسی شخص کے عقیدے اور مذہب کا پتہ اسکی تحریروں سے چلتا ہے۔ طاہر القادری بہت زمانے سے اپنے مختلف انٹرویوز میں یہ کہتا رہا ہے کہ شیعہ، دیوبندی، غیر مقلد اور بریلوی چاروں مذاہب میں فروعی اختلافات ہیں۔ ان میں اصولی اختلاف نہیں۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانا، حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خلیفہ برحق نہ جاننا، ان کی خلافت کا انکار کرنا، قرآن کریم کو بیاض عثمانی سمجھنا۔ یہ تمام باتیں پروفیسر صاحب کی نظر میں فروعی ہیں۔ حالانکہ خلافت ابوبکر کے حق ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اور اجماع صحابہ کا منکر کافر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگانیوالا قرآن کا منکر ہے اور قرآن کو بیاض عثمانی کہنے والا بھی کافر ہے۔ طاہر القادری نے اپنے اس عقیدے کی کھل کر تائید کر دی ہے۔ منہاج القرآن جو انکا اپنا رسالہ ہے اس کے دسمبر ۱۹۹۰ء کے شمارے میں صفحہ: ۴۴ پر پروفیسر محبوب علی زیدی کا مضمون چھاپا ہے جس میں لکھا ہے:

" موجودہ نازک حالات میں اہل تشیع کو کافر قرار دینے والے اور بھولے بھالے مسلمانوں میں اسکا پروپیگنڈہ کرنیوالے بعض خود پرست انتہا پسند مولوی صاحبان تو ہو سکتے ہیں اہل سنت والجماعت ہرگز نہیں ہو سکتے۔ "

اسکے چند سطر بعد لکھا ہے:

"اس حقیقت باہرہ اور برہان قاطعہ کے باوجود اہل تشیع کو بالمجموع کافر سمجھنا، کہنا یا قرار دینا مطلقاً باطل ہے بالکل اسی نہج پر اگر کوئی فرقہ یا کوئی فرد اہل سنت کو کافر سمجھے کہے یا قرار دے وہ بھی قطعی طور پر باطل ہوگا۔ درحقیقت حنفی، دیوبندی، بریلوی، شیعہ، مالکی، حنبلی، شافعی اور اہلحدیث سب کے سب مسلمان ہیں ان فرقوں میں فروعی اختلافات تو بہر طور موجود ہیں مگر بنیادی اختلاف کوئی نہیں۔ "

دیوبندیوں کی توہین نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل وہ کتابیں جن پر علماء حرمین و شام و مصر نے حکم تکفیر کیا اور یہ لکھا:

من شک فی کفرہ فقد کفر

(حسام الحرمین مع الترجمہ، صفحہ: ۹۴، اشرفی کتب خانہ، اندرون دہلی دروازہ، لاہور)

جو اس میں شک کرے وہ بھی کافر۔

وہ کتابیں ابتک اسی طرح چھپ رہی ہیں۔ پروفیسر صاحب کے نزدیک یہ بھی فروعی اختلافات ہیں۔ ان چند مثالوں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ پروفیسر صاحب کا ایک نیا مذہب ہے اور ان کے مذہب کے مطابق ان باطل فرقوں اور اہلسنت میں کوئی فرق نہیں ہے وہ سب کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز بھی جائز سمجھتے ہیں۔

تو زید کا قول اگر ناواقفی کی بناء پر ہے تو اسے سمجھنا چاہیے اور ان کو عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے اسلام کا برباد کرنے والا کہنا چاہیے۔ اور اگر جان بوجھ کر کہا ہے تو اسکا بھی وہی حکم ہے جو علماء حرمین نے بیان کیا ہے۔ لہٰذا اسکی امامت باطل و ناجائز ہے۔ مسلمانوں کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور اسکے مشورہ سے ایسے

مدرسہ میں داخلہ نہیں لینا چاہیے۔ جہاں بد عقیدگی کی تعلیم دی جاتی ہے۔

الاستفتاء:-

قبلہ جناب مفتی محمد وقار الدین صاحب!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ادارہ منہاج القرآن کے بانی پروفیسر طاہر القادری کا پروگرام مسلک اہل سنت کی ترویج و ترقی کے لیے ہے یا نہیں؟ اور جو مولوی، پروفیسر طاہر القادری کے ہم خیال ہیں وہ مسلک اہل سنت سے تعلق رکھتے ہیں یا نہیں؟ طاہر القادری کے ہم خیال مولوی کے پیچھے نماز پڑھنا، شرعی لحاظ سے درست ہے یا نہیں؟

سائلین: منتظمین رضا لائبریری، کراچی

الجواب:-

طاہر القادری نے جب یہ کہنا شروع کیا کہ بریلوی، دیوبندی، غیر مقلد اور شیعہ اختلافات فروعی ہیں، اور سب کو مسلمان شمار کیا۔ تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ وہ پاکستان میں نیا "ندوہ" قائم کر رہا ہے۔ اور اس کے نزدیک حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالی دینا اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبّہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانا بھی فروعی بات ہے اور اس کے نزدیک یہ لوگ مسلمان ہیں۔ اور جن لوگوں کی کتابیں توہین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھری پڑی ہیں، ان کو بھی مسلمان قرار دینا ان کے مزعومہ فروعی اختلاف کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا ایسا شخص سنی کیسے ہو سکتا ہے؟ اور اب حال ہی میں جن پارٹیوں سے اتحاد کیا ہے اس سے بھی یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے۔

لہٰذا یہ شخص سنیت کو تباہ کرنے والا ہے۔ اہل سنت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے ہم خیال اور ہم نوا مولوی و امام، امامت کے لائق نہیں۔ اہلسنت ان سے اپنے تعلق منقطع کر لیں۔

متفرق

عقائد اہلسنت

الاستفتاء:-

مکرم جناب مفتی صاحب!
السلام علیکم

بعد سلام مسنون ۔ گزارش ہے کہ چند مسائل کی وجہ سے میں کافی پریشان ہوں ، برائے مہربانی مندرجہ ذیل سوالات کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں دیجیئے تاکہ میری پریشانی دور ہو:

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر کس طرح جاننا چاہیے؟ کیونکہ حاضر و ناظر تو صرف اللہ رب العزت ہی ہے ۔

(۲) فاتحہ میں کسی بھی چیز کو اس طرح سامنے رکھنا جیسے کہ فرض نماز کی جماعت میں امام کا ہونا ضروری ہے ، کس حدیث سے ثابت ہے؟ جبکہ فاتحہ ہم تمام نمازوں میں پڑھتے ہیں ۔

(۳) محفل سماع میں آج کل حرام چیزیں شامل ہیں ۔ اسکا سننا جائز ہے یا ناجائز؟ کیونکہ آج کل کئی جگہ محفل سماع بڑے جوش و خروش کے ساتھ منعقد ہوتی ہے ۔

(۴) مزاروں پر عورتوں کا جانا ، چادر چڑھانا ، مراد مانگنا یا عرس کرانا کیسا ہے؟

(۵) سلام پڑھنا ، محفل میلاد کرانا ، یا نبی ، یا علی ، یا حسن ، یا حسین اور علی مشکل کشا کہنا کیسا ہے؟ جبکہ

مشکل کشا صرف خدا کی ذات ہے۔

(۶) جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے والی اذان عموماً ممبر کے سامنے دی جاتی ہے۔ مسجد کے بیرونی دروازے پر جا کر اذان کہنا کیسا ہے؟

(۷) ہر اذان کے وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنا، اور ہر نماز کی دعا میں آیت درود و سلام "ان اللہ وملئکتہ...." کا پڑھنا کس حدیث سے ثابت ہے؟ نیز عید کے دن عید کی نماز سے قبل اور گیارھویں کی فاتحہ کرانا کیسا ہے؟ تفصیل سے تحریر کریں۔

(۸) رجب کے ماہ میں کونڈے کرانا، محرم میں تعزیہ نکالنا، بدھی وغیرہ کا دوڑانا، امام حسین کے نام پر بھیک مانگنا، منت کے لیے تعزیہ پر پھول چڑھانا اور جھنڈے نکالنا کیسا ہے؟

ان تمام سوالوں کا قرآن وحدیث سے مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

ایک سوال یہ بھی ہے کہ جب مولانا اشرف علی تھانوی اور احمد رضا بریلوی ایک ہی مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے فارغ ہیں اور ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں تو پھر اہل سنت اور اہل دیوبند کی فرقہ بندی کیوں ہے؟

ان تمام سوالات کا جواب صاف صاف تحریر کر کے سمجھا دیں۔ مجھے امید ہے کہ مایوس نہیں کریں گے۔ میں نے پہلے بھی ایک خط تحریر کیا تھا مگر جواب سے محروم رہا ہوں۔ اب جواب ضرور تحریر فرمائیے۔ نوازش ہوگی۔

سائل: محمد زبیر ربانی، کورنگی، کراچی

الجواب:-

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ساری کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے "شاہداً" کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنی حاضر کے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

ان اللہ زویٰ لی الارض فرایت مشارقها و مغاربها

(مشکوٰۃ، صفحہ: ۵۱۲، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین سمیٹ دی تو میں نے زمین کے مشارق اور مغارب دیکھ لیے۔

(۲) فاتحہ میں کھانے کو سامنے رکھنا فرض، واجب تو کوئی نہیں کہتا۔ ہاں جائز ہے۔ مسلم شریف میں حدیث ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھانا رکھا تھا:

ثم قال فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماشاء اللہ ان یقول

یعنی اس کھانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دعائیہ کلمات کہے، اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا پڑھتے رہے۔

اور اسی حدیث میں آگے جا کر " دعا " کا لفظ ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کھانے پر دعا فرمائی۔

(مسلم شریف، جلد دوم، صفحہ: ۱۷۹، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

(۳) کسی قسم کا باجا شریعت میں جائز نہیں ہے۔ بغیر باجے کے اچھے مضمون کے اشعار پڑھنا و سننا جائز ہے۔

(۴) صحیح مسلک پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار شریف کے علاوہ کسی مزار پر عورتوں کا جانا جائز نہیں ہے۔ باقی تمام کام جو سوال میں مذکور ہیں، جائز ہیں۔

(۵) یہ سب الفاظ جائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے اور انسان کے متعلق بھی فرمایا:

فجعلنٰہ سمیعاً بصیراً

(سورۃ (۷٦) الدھر، آیت: ۰۲)

تو ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا۔

حقیقتاً دینا اور مشکل حل کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور محبوبان خدا کی طرف ان فعلوں کی نسبت مجازی ہے۔

(٦) حدیث اور فقہ کی روشنی میں کوئی اذان مسجد میں نہیں دی جا سکتی، لہٰذا جمعہ کی اذان بھی ممبر کے سامنے مسجد سے باہر دینا چاہیے۔ ابو داؤد میں حدیث ہے کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ اذان مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی، چاروں خلفاء کے زمانے میں بھی یہ طریقہ رہا۔

(حصہ اول، صفحہ: ١٦٢، مطبوعہ: مکتبہ حقانیہ، ملتان)

عبدالملک کے زمانے میں یہ بدعت ایجاد ہوئی کہ اس اذان کو مسجد کے اندر ممبر کے قریب کر دیا گیا۔

فتح القدیر میں باب جمعہ میں بیان فرمایا:

کرہ الاذان فی المسجد (ملخصاً)

(جلد دوم، صفحہ: ۲۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔

(۷) درود شریف ہر وقت جائز ہے۔ اذان سے پہلے ہو یا بعد۔ دعا سے پہلے ہو یا بعد، بلکہ اگر دعا میں درود نہ پڑھا جائے تو وہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ اس لیے دعا کے بعد آیت درود پڑھ کر درود و سلام پڑھنا جائز ہے۔

اہل سنت کے ہاں فاتحہ مطلقاً جائز ہے۔ گیارھویں کی ہو، اپنے ماں باپ کی ہو یا کسی بزرگ کی، عید سے پہلے ہو یا عید کے بعد۔

(۸) کونڈے کرنا بھی فاتحہ ہی کی طرح ہے۔ باقی تمام کام جو سوال میں مذکور ہیں وہ ناجائز ہیں۔

یہ بالکل جھوٹ اور افتراء ہے کہ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اور اشرف علی تھانوی نے ایک

ساتھ پڑھا۔

مزید تفصیل کے لیے اہل سنت کے رسائل کا مطالعہ کریں۔ جن میں یہ اور ان جیسے دیگر تمام مسائل کے جوابات دلائل کے ساتھ لکھے ہوئے۔ کم از کم مولانا مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب " جاء الحق " کی جلد اول کا مطالعہ کرنے سے ان تمام سوالوں کے جوابات کی تفصیل معلوم ہو جائے گی۔

اسلامی تعلیمات اور جدید مسائل

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) انشورنس کے متعلق اسلام کی تعلیم کیا ہے؟ جبکہ بہت سے علماء اس کے حق میں ہیں اور بہت سے مخالف۔

(۲) جدید بینکنگ سسٹم کا کیا کیا جائے؟ اس کے بغیر اقتصادی اور کاروباری زندگی کیسے چلائی جائے، اس کے انٹرسٹ کو نفع شمار کیا جائے یا سود؟ یہاں امریکہ میں ہر شخص جس میں مسلمان بھی ہیں، ان کا سارا کاروبار بنک اور انشورنس سے ہے، ساری زندگی سود لینے اور دینے میں گزر جاتی ہے۔

(۳) اسلام میں لاش کا احترام ضروری ہے۔ مگر اب سرجری میں لاشوں کی چیر پھاڑ روز مرہ کا کام ہے۔ طب جدید میں اس سے کیسے احتراز کیا جائے؟ یہاں امریکہ میں انتقال کے بعد فوراً لاش کو ہسپتال لے جایا جاتا ہے جہاں اس کا ایکسرے ہوتا ہے اور انجکشن وغیرہ لگایا جاتا ہے پھر لاش ورثاء کو نہیں بلکہ "جنرل حوم" کو دی جاتی ہے، وہیں اس کو غسل وکفن دیکر لاش تابوت میں رکھ کر دفن کر دی جاتی ہے۔

(۴) آج کل مریض کے جسم میں خون داخل کیا جاتا ہے، ظاہراً اسے جائز قرار نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ خون حرام ہے۔ کسی کو ہلاکت سے بچانا ہو تو یہ دوسری بات ہے، مگر اب تو یہ طریقہ علاج بن گیا ہے۔ اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ نیز یہ کہ لوگ وصیت کر جاتے ہیں کہ مرتے وقت میری آنکھ کسی ضرورت مند کو لگا دی جائے یا میرا گردہ کسی ضرورت مند کو لگا دیا جائے وغیرہ

(۵) سنیما کو لیجیے، فلموں کے کاروبار میں سب کا اتفاق ہے کہ یہ فحاشی کا کاروبار ہے، لہذا ناجائز ہے۔ مگر عرض یہ ہے کہ اس کے ذریعہ مختلف علوم وفنون کی تعلیم دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

(۶) فوٹو کی حیثیت کیا ہے؟ اسے عکس قرار دیا جائے یا مجسمہ سازی میں شمار کیا جائے۔ آج کل فوٹو ایک اہم اور ضروری چیز ہے، لائسنس، پاسپورٹ، شناختی کارڈ اور ویزا وغیرہ سب میں اس کی ضرورت ہے۔ جرائم کی تفتیش، تلاشِ گمشدہ اور سائنس وغیرہ کی تعلیم میں اس کا استعمال لازمی ہے۔

(۷) جہاز میں دورانِ پرواز سمتِ قبلہ کا تعین کیسے ہو؟ نیز ایک جگہ جہاں سے جہاز اڑا تو وہاں ظہر کا وقت

تھا اور دوسری جگہ جہاں اب پہنچا تو نماز فجر ہو رہی تھی ایسی صورت میں کونسی نماز فرض ہے ظہر یا فجر؟

(۸) لڑکیوں کو ڈاکٹری کی تعلیم دلانا کیسا ہے؟ اگر ناجائز ہے تو لیڈی ڈاکٹروں کی کمی کو کیسے پورا کیا جائے اور اگر جائز ہے تو تعلیم کے دوران کی قباحتوں سے کیسے بچایا جائے؟

(۹) اسلام میں عورتوں کے لیے پردے کا واضح حکم قرآن میں آیا ہے۔ مگر آج کل یہاں امریکہ میں اسے حائل اور رکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔ عام طور پر عورتیں تعلیم یافتہ ہونے کے باعث ملازمت کرتی ہیں اور یہاں کی تہذیب وتمدن کو اپنا کر مردوں جیسا لباس پہنتی ہیں، مردوں کے ساتھ دفتروں، کمپنیوں میں کام کرتی ہیں اور پردہ ضروری نہیں سمجھتیں۔

ان تمام مسائل پر روشنی ڈالیں۔

سائل: عبدالصمد، یو۔ ایس۔ اے

الجواب:-

(۱) لائف انشورنس، ایسی کمپنیوں کے ذریعے ناجائز ہے جن میں مسلمان حصہ دار ہوں۔ ایسی کمپنیاں جن میں کسی مسلمان کا حصہ نہ ہو جیسے امریکہ، برطانیہ، روس اور چین وغیرہ کی کمپنیاں ہیں، ان سے انشورنس لینا جائز ہے۔

(۲) صاحب ہدایہ نے ربٰوا کے باب میں حدیث نقل کی:

لا ربٰوا بین المسلم والحربی فی دارالحرب

(ہدایہ آخرین، صفحہ: ۸٦، مکتبہ شرکۃ علمیہ، ملتان)

یعنی مسلمان اور کافر کے درمیان دارالحرب میں سود نہیں ہوتا۔

تو جتنے غیر مسلم ممالک ہیں جہاں اسلامی حکومت نہیں، ان ملکوں میں بنک جو انٹرسٹ کے نام سے دیتے ہیں وہ حقیقتاً سود نہیں ہے اس کا لینا جائز ہے۔ مگر مسلمان کا سود دینا وہاں بھی جائز نہیں ہے۔

(۳) اسلام نے انسانیت کا احترام سکھایا ہے۔ لہذا لاش کے ساتھ بھی کوئی ایسا فعل جائز نہیں رکھا جس سے انسانیت کی توہین ہو۔ اب تو ڈاکٹروں کے سکھانے کے لیے پلاسٹک کے اعضاء کا مجسمہ انسانی شکل میں بنا لیا گیا ہے جس سے سرجری سکھائی جاتی ہے اور امریکہ میں بھی ہر لاش کا پوسٹ مارٹم نہیں کیا جاتا۔ لاوارث لاشوں کا یا ایسی لاشوں کا جن کے متعلق موت کی تحقیق کرنا مقصود ہوتا ہے "پوسٹ مارٹم" کیا جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ کسی شخص کے مرنے کے بعد اس کی لاش گھر میں نہیں رکھی جا سکتی۔ اس کو گورنمنٹ کے ایسے محکموں میں بھیج دیا جاتا ہے جہاں ان کو غسل اور کفن وغیرہ دیا جاتا ہے اور پھر خاندان والوں کو دے دی جاتی ہے اور وہ اپنے مذہب کے مطابق اس کو دفن کرتے ہیں اور جلانے والے جلا دیتے ہیں۔

(۴) قرآن کریم میں خون کو حرام اور ناپاک بیان کیا گیا ہے۔

(سورۃ (٦) الانعام، آیت : ۱۴۵)

اسے حلال سمجھنے والا قرآن کا منکر ہے۔ اس لیے ہم خون دینے کو ناجائز سمجھتے ہیں اور حرام قطعی سے علاج کو بھی ناجائز سمجھتے ہیں اس لیے کہ علاج ظنی طریقہ ہے یعنی یقینی علم کا طریقہ نہیں ہے۔ کتنے ہی مریض ہیں جو خون دینے کے بعد بھی مرجاتے ہیں۔ لہٰذا ظنی دلیلوں سے قرآن کے یقینی حکم کو نہیں بدلا جاسکتا۔ لہٰذا دواؤں سے علاج کیا جائے۔ انسانی اعضاء کو کاٹنا نکالنا اور کام میں لگانا انسانیت کی توہین ہے۔ اس کا نتیجہ بھی سامنے آگیا کہ انسانی اعضاء فروخت ہونے لگے اور آئندہ انسانی کھال بھی بکنے لگے گی۔ لہٰذا یہ سب وصیتیں ناجائز ہیں اور حقیقتاً مرنے والے کو ایسی وصیت کرنے کا حق بھی نہیں ہے۔ اس لیے کہ مرنے کے بعد اسے اپنے جسم پر کوئی حق نہیں رہتا بلکہ لاش کو عزت کے ساتھ دفن کرنا، ورثاء کی ذمہ داری ہے۔

(۵) اگر تعلیم کے لیے یا کچھ عملی طور پر سکھانے کے لیے سنیما سے کام لیا جائے تو جائز ہے۔

(٦) فوٹو حرام ہے۔ بخاری میں حدیث ہے کہ

قیامت کے دن سب سے سخت عذاب مصوروں کو دیا جائے گا۔

(جلد (۲)، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیمة)

کچھ لوگ تصویر کو عکس کہہ کر جائز بتاتے ہیں۔ یہ غلط اور دھوکہ ہے۔ اس لیے کہ عکس جس چیز کا ہوتا ہے اس کی حرکت کے ساتھ ساتھ حرکت کرتا ہے اور اس کے غائب ہوجانے سے غائب ہوجاتا ہے، جیسے کوئی انسان روشنی میں چلتا ہے تو اس کا عکس راستے پر ساتھ ساتھ چلتا ہے اور جب وہ روشنی کے سامنے سے ہٹ جائے تو عکس ختم ہوجاتا ہے۔ بخاری میں حدیث ہے :

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کپڑے کا تصاویر والا پردہ کھڑکی پر لٹکا دیا تھا جس کی وجہ سے جبریل امین حاضر نہ ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ہم (فرشتے) اس گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویر اور کتا ہو۔

(بخاری، جلد دوم، کتاب اللباس، باب لا تدخل الملائکة بیتاً فیه صورة)

ظاہر ہے کہ کپڑے پر بنی ہوئی تصویر جسم والے بتوں کی طرح نہیں تھی۔ صرف بنانے کا طریقہ بدل گیا ہے پہلے تصویریں برش سے بنائی جاتی تھیں اب کیمرہ سے بنائی جاتی ہیں اگر بنانے کے طریقہ سے حکم بدل جاتا ہے تو پہلے بت ہتھوڑا چھینی سے کاٹ کر بنائے جاتے تھے اب مشینوں سے تراش کر بنائے جاتے ہیں تو کیا بت بنانے کو بھی جائز کردیں گے؟ البتہ گورنمنٹ کے قانون کی وجہ سے، جہاں فوٹو لگانا ضروری ہے وہاں لگانا جائز ہے۔

(۷) قبلہ کا تعین یا تو قطب نما سے کیا جاسکتا ہے جبکہ وہ کتاب بھی ساتھ ہو جس میں ہر ملک کا قبلہ بتا دیا گیا ہے اور اگر کتاب نہ ہو تو جہاز والوں سے معلوم کرلیا جائے کہ جہاز کس سمت میں اڑ رہا ہے۔ اور مصلی (نمازی) جس جگہ پر ہوگا وہاں کے وقت کے اعتبار سے نماز ادا کرے گا اس جگہ جس نماز کا وقت ہوگا وہی نماز پڑھے گا اس

میں اس جگہ کی زمین کا اعتبار ہو گا جہاں جہاز اڑ رہا ہے۔

(۸) لڑکیوں کو ڈاکٹری کی تعلیم اس نیت سے دلائی جاسکتی ہے کہ وہ عورتوں کا علاج کریں گی۔ ان کو زنانہ میڈیکل کالجوں میں تعلیم دلائی جائے اور مردوں کے ساتھ خلط ملط ہونے سے بچایا جائے۔

(۹) آج کل مردوں اور عورتوں دونوں نے اسلام کے احکام پر عمل چھوڑ دیا اور غیر مسلموں کے طریقے اختیار کر لیے ہیں۔ اسی لیے مسلمان دنیا بھر میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ ان کی ساری عزتیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری سے تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین ۝

(سورۃ (۳) آل عمران، آیت: ۱۳۹).

اور تم ہی بلند رہو گے اگر تم مومن رہو گے۔

اشیاء خورد و نوش میں حلال و حرام کی تفصیل

الاستفتاء:-

بخدمت جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم

عرض یہ ہے کہ مندرجہ ذیل مسائل کھانے پینے کے آداب کے سلسلے میں دریافت طلب ہیں۔ حسبِ ترتیب عبارت کے آگے حرام یا مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی تحریر فرمادیں۔ آپ کی عین نوازش ہو گی۔

الف:

(۱) اتنا زیادہ کھانا کہ دست یا جگر کی خرابی یا دیگر بیماریاں پیدا ہوں یا جس سے فرض عبادت یا صحت میں کمی آئے (۲) حرام جانور کا گوشت (۳) حرام جانور کو تکبیر کے ساتھ ذبح کرنا (۴) حلال جانور بغیر شرعی ذبح کے کھانا (۵) مرے ہوئے حلال جانور کا گوشت کھانا (۶) ذبح شدہ حلال جانور کا سڑا ہوا گوشت کھانا (۷) جس قدر مٹی سے ضرر پہنچے اسکا کھانا۔

ب:

ذبح شدہ حلال جانور کے جسم کا وہ حصہ یا چیز جو شریعتِ مطہرہ نے حرام، مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی قرار دی مثلاً

(۱) پاخانہ (۲) پیشاب (۳، ۴) پاخانہ اور پیشاب کے مقام مخصوص (۵، ۶) پاخانہ اور پیشاب کی نالیاں

(۷) مطلق منی (۸) کپورے (۹) اوجھڑی (۱۰) پتہ (۱۱) غدود (۱۲) بال (۱۳) کھال (۱۴) پٹھے (۱۵) رگیں (۱۶) جوڑوں کے درمیان کا لعاب (۱۷) حرام مغز (۱۸) حلال جانور کا دل اور کلیجی چھوڑ کر خون (۱۹) مثانہ (۲۰) مطلق ہڈی اور سینگ میں باریک ہڈی کی نسیں جو پتھری کو بننے میں مدد دیتی ہیں (۲۱) بٹ (۲۲) سنگ دانہ (مرغی کا) (۲۳) سنگ دانہ کے اندر کی جھلی جس میں پاخانہ ہوتا ہے (۲۴) آنتیں (۲۵) گردہ (۲۶) ذبح کرتے ہوئے اگر گردن جسم سے جدا ہو جائے (۲۷) مرتد کے ذبح کردہ جانور کا گوشت (۲۸) کافرِ غیر کتابی کا ذبیحہ، اگر تکبیر پڑھ کر ذبح کیا ہو اور (۲۹) تلی ۔

نیز حلال جانوروں میں مندرجہ بالا کے علاوہ مزید جو چیزیں حرام، مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی ہوں وہ بھی تحریر فرمائیں۔

ج:

حرام کمائی سے کھانا مثلاً

(۱) شراب بنانے کی اجرت (۲) شراب کی فروخت کی کمائی (۳) سودی اضافی رقم (۴) حرام ذریعوں مثلاً چوری سے حاصل شدہ رقم (۵) ڈاکہ اور زبردستی چھینی ہوئی رقم (۶) جھوٹ بول کر کمائی ہوئی رقم (۷) زنا اور اغلام کی کمائی (۸) کسی مسلمان یا ذمی کافر کا مالِ مغصوبہ (۹) یتیم، بیوہ یا معذور کا غصب کردہ مال (۱۰) صاحبِ نصاب کیلئے زکوٰۃ کی رقم (۱۱) مسکین سید کے لئے زکوٰۃ کی رقم (۱۲) حلال و جائز چیز رمضان کے روزہ کی حالت میں کھانا پینا جبکہ روزہ یاد بھی ہو اور اضطراری حالت بھی نہ ہو (۱۳) مریض کی جان خطرے میں پڑ جانے کے خوف سے مسلمان و دیندار حکیم یا ڈاکٹر کے روزہ رکھنے سے منع کرنے پر کھانا (۱۴) سونے یا چاندی کے برتن میں کھانا (۱۵) سونے یا چاندی کے چمچے یا خلال یا سرمہ کی سلائی کا استعمال ۔

د:

کسی مرد یا عورت کا نشہ آور شئی کھانا یا پینا مثلاً

(۱) شراب (۲) گانجا (۳) بھنگ (۴) چرس (۵) اسپرٹ (۶) مٹی کا تیل (۷) ہیروئن یا اس کی مثل کوئی اور شئی (۸) حکیم یا ڈاکٹر کے مشورے کے بغیر افیون کھانا (۹) سنکھیا (۱۰) زہر (۱۱) نیلا تھوتھا یا (۱۲) جمال گوٹہ ۔

سائل: انیس احمد نوری

الجواب:-

الف:

(۱) اتنا زیادہ کھانا جس سے پیٹ خراب ہو یا دوسری بیماریاں پیدا ہونے کا گمان ہو، حرام ہے اور اتنا کم

کھانا کہ جس کے باعث اس قدر ضعف پیدا ہو کہ کھڑے ہو کر نماز بھی نہ پڑھ سکے، تو یہ بھی ناجائز ہے۔ اگر اسقدر کمزوری پیدا نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (۲) حرام جانور کا گوشت کھانا حرام ہے۔ (۳) گوشت پاک ہو جائے گا مگر اس کا کھانا حلال نہیں۔ (۴) حرام ہے۔ (۵) حرام ہے۔ (۶) حرام ہے۔ (۷) ناجائز ہے۔

ب:

(۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷) ناجائز (۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲) مکروہ تحریمی (۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶) جائز (۱۷) مکروہ تحریمی (۱۸) حرام ہے۔ (۱۹) مکروہ تحریمی (۲۰) ہڈی اور اس کا لعاب جائز ہے لیکن اگر اس کا کوئی حصہ مضرِ صحت ہو تو وہ جائز نہیں (۲۱) حرام (۲۲، ۲۳، ۲۴) مکروہ (۲۵) جائز ہے (۲۶) بلاکراہت جائز ہے۔ (۲۷، ۲۸) حرام (۲۹) جائز ہے۔

ج:

(۱ تا ۹) ان تمام صورتوں میں حرام ہے۔ (۱۰، ۱۱) ناجائز ہے (۱۲) حرام ہے (۱۳) جائز ہے ۱۴، ۱۵) حرام ہے۔

د:

(۱ تا ۸) یہ سب حرام ہیں۔ (۹ تا ۱۲) بطور دوا اتنی کم مقدار میں کہ جس سے مرض میں افاقہ ہو، جائز ہے ورنہ نہیں۔

نماز کے بعد مصافحہ کرنے کا حکم

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:
نماز کے بعد مصافحہ کرنا کہاں سے ثابت ہے؟

سائل: خالد رفیق، ملیر سٹی، کراچی

الجواب:-

مصافحہ مطلقاً مسلمانوں میں سنتِ قدیمہ ہے اور نماز کے بعد بھی مصافحہ کرنا اچھی بات ہے۔ درمختار اور فتاوی شامی میں ہے:

واطلاق المصنف تبعا للدرر والكنز والوقاية والنقاية والمجمع والملتقى وغيرها يفيد جوازها مطلقاً ولو بعد العصر وقولهم انه بدعة اى مباحة حسنة كما افاده النووى فى اذكاره

(در مختار، جلد: ٥، صفحه: ٢٦٩، مكتبه رشيديه، كوئٹه)

اور مصنف کا مطلقاً بیان کرنا، پیروی ہے درر، کنز، وقایہ، نقایہ، مجمع اور ملتقی وغیرہ (مشہور کتب فقہ) کی۔ اس سے مطلق مصافحہ کا جواز ثابت ہو رہا ہے، اگرچہ نماز عصر کے بعد ہو اور ان کا قول کہ یہ بدعت ہے یعنی اچھی بدعت ہے۔ جیسا کہ نووی نے اپنی " اذکار " میں بیان کیا۔

علامہ شامی نے اس جگہ فجر اور عصر کا لفظ بڑھایا اور اس کے بعد فرمایا کہ تمام نمازوں کے بعد مصافحہ کا یہی حکم ہے۔

(ملخصاً، جلد: ۵، صفحہ: ٢٧٠، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

قسمت اور تقدیر کا بیان

الاستفتاء:-

محترم مفتی صاحب!

دار العلوم امجدیہ، عالمگیر روڈ، کراچی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مندرجہ ذیل مسئلے کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں:

عموماً کوئی شخص تعلیم حاصل کرنے کی کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ کامیاب کرتا ہے لیکن بعض دفعہ باوجود کوشش کے بھی انسان منزل مقصود سے محروم رہتا ہے اور آخرکار قسمت اور تقدیر کا معاملہ آ جاتا ہے کہ اس کی قسمت میں تعلیم نہیں تھی وغیرہ۔

براہ کرم قسمت اور تقدیر کی وضاحت کریں کہ کہاں تک انسان کے بس میں ہے اور کہاں تک انسان کے بس سے باہر ہے۔ کیونکہ ایک طرف جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ " میرے حکم کے بغیر پتہ بھی نہیں ہلتا۔ " اور دوسری جگہ قاتل اور زانی کے لیے قصاص اور کوڑوں کی سزا کا حکم ہے۔ حالانکہ خدائے قدوس نے جیسے اور جس جگہ موت لکھی ہے اسی طریقے اور جگہ پر آئے گی۔ جب تقدیر میں لکھا ہے کہ زید، عمر کے ہاتھ سے مارا جائے گا اور فلاں کا فلاں کے ہاتھ سے نقصان ہو گا۔ تو پھر جزا اور سزا کا کیا معنیٰ اور بہتر تعلیم حاصل کرنے اور بلند مقام پر فائز ہونے کے لیے کوشش کیسی؟ اس کی قسمت میں ہوگی تو مل جائے گی۔

سائل: محمد اکبر

الجواب:-

تقدیر کا معاملہ ایسا ہے کہ اس پر ایمان لانا فرض ہے، اور اس میں بحث کرنا اور " کرید " کرنا سخت منع ہے۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو تقدیر میں لکھ دیا ہم وہی کرنے پر مجبور ہو گئے، نہ وہ

لکھتا نہ ہم یہ کام کرتے، یہ خیال غلط ہے۔ بلکہ تقدیر کا مقصد یہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات قدیم ہیں، اور اس کا علم بھی قدیم ہے، وہ جانتا تھا اور جانتا ہے کہ میں دنیا، اس میں یہ یہ چیزیں اور اتنے انسان پیدا کروں گا، وہ یہ یہ کام کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ کوئی چیز ایسی نہیں کہ اللہ کے علم سے باہر ہو۔"

لہٰذا اپنے اس علم کے مطابق لوح محفوظ میں لکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ کا علم غلط نہیں ہو سکتا جو اس نے جانا صحیح جانا اور انسان وہی کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے جانتا ہے۔ اور جو اس نے لکھا ہے اس کا مقصد یہ ہوا کہ انسان جو کچھ کرتا ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا اس لیے میں کرتا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ اگر نہ لکھتا جب بھی یہ انسان ایسا ہی کرتا۔ اس کے اعمال کو اس کے کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے جانتا تھا۔ لہٰذا انسان نہ اللہ کے علم کی وجہ سے یہ کرتا ہے نہ لکھنے کے وجہ سے۔

اس امر کے سمجھنے کے لیے یہ مثال دی جاسکتی ہے کہ کوئی شخص کسی ڈاکٹر سے معائنہ کروائے، ڈاکٹر اس کے حالات دیکھ کر یہ بتا دے کہ اس مریض پر آئندہ دل کا دورہ پڑ جائے گا یا فالج گر جائے گا، اس کے کچھ دن بعد جیسا ڈاکٹر نے کہا تھا ویسا ہو گیا تو کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ ڈاکٹر نے کہا تھا اس لیے یہ بیماری ہو گئی اگر نہ کہتا تو نہ ہوتی۔ ڈاکٹر کا علم ظنی ہے اس کے خلاف بھی ہو سکتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں غلطی کا شائبہ بھی نہیں ہو سکتا یہ تو تقدیر کا مفہوم ہوا۔

انسان کو خود یہ معلوم نہیں کہ اس کی تقدیر میں کیا لکھا ہے۔ لہٰذا یہ تقدیر کا مکلف نہیں، بلکہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا مکلف ہے، اسے حکم دیا گیا کہ نیکی کے کام کرو، برائی سے بچو، قتل نہ کرو اور زنا نہ کرو وغیرہ وغیرہ۔ اس نے قتل کیا تو یہ اللہ کے حکم کے خلاف کیا لہٰذا مجرم ہوا۔ قاتل یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ تقدیر میں ایسا ہی لکھا تھا لہٰذا میری کوئی خطا نہیں۔ اس لیے کہ تمہیں یہ معلوم ہی نہ تھا کہ میرے ہاتھ سے فلاں شخص قتل ہو گا۔ لہٰذا اس کے تم مکلف ہی نہ تھے اور جس چیز کے مکلف تھے اس حکم کے خلاف کیا اور یہ جرم ہے۔ انسان کو یہی حکم دیا کہ وہ دنیاوی اسباب کو کام میں لائے، اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے اور ممنوعات سے اپنے آپ کو بچائے۔ اللہ تعالیٰ سے کامیابی کی امید رکھے اور ناکام ہونے کی صورت میں اپنی سعی کی کوتاہی سمجھے اور راضی برضائے الٰہی ہو کر سکوت اختیار کرے۔ یہ نہ کرے کہ تقدیر پر بھروسہ کر کے اسباب کو چھوڑ دے یا اسباب پر عمل کرے اور تقدیر کے متعلق زبان درازی کرے۔

صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اونٹ کو رسی سے باندھ کر اللہ پر توکل کرے یا کھلا چھوڑ کر اللہ پر بھروسہ کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹ کو باندھ دو پھر اللہ پر بھروسہ کرو۔

یعنی اسباب کو ترک کر دینا عقل کے خلاف ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

زندگی کیا ہے ؟

الاستفتاء:-

زندگی کیا ہے ؟ کیا یہ جسمانی اور روحانی مشترکہ ہے یا صرف روحانی ۔ جسم کی حقیقت واضح ہے کہ فانی ہے کیونکہ وہ عناصرِ اربعہ سے بنا ہے ۔ جبکہ روح لافانی ہے ۔ ازل میں ارواح پیدائش کے وقت سے زندہ ہیں اور ابد تک زندہ رہیں گی ۔ اگر یہ صحیح ہے تو موت اور قیامت کے دن دوبارہ زندگی یا قبر میں زندگی کا کیا مطلب ہے ؟ عالم برزخ کے متعلق بھی وضاحت فرما کر مشکور فرمائیں ۔

الجواب:-

زندگی جسم میں روح ڈالنے سے ہوتی ہے اور روح کا جسم سے نکل جانا موت ہے ۔ جسم فنا ہو جاتا ہے مگر وہ اجسام جن کو اللہ تعالیٰ حفاظت اور سلامتی عطا فرماتا ہے وہ محفوظ رہتے ہیں ۔ ابو داؤد و نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حدیث ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق

(سنن ابن ماجہ ، کتاب الجنائز ، باب ذکر وفاتہ و دفنہ صلی اللہ علیہ وسلم)

یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کو خراب کرنا حرام فرما دیا پس اللہ کا نبی زندہ ہے اسے رزق دیا جاتا ہے ۔

علامہ شامی نے انبیاء کرام کے علاوہ علماء باعمل ، اولیاء کرام ، شہداء ، قرآن پر عمل کرنے والے حفاظ اور اپنے اوقات کو " درود " میں مستغرق رہنے والوں کے متعلق بھی لکھا کہ ان کے اجسام بھی خراب نہیں ہوتے ہیں ۔

روح کے بدن سے نکل جانے کے بعد حشر ہونے تک کے درمیان کا جو زمانہ ہے اس کو " برزخ " کہتے ہیں ۔ اس زمانہ میں " انسان و جن " جس لائق ہیں اس کے اعتبار سے ثواب یا عتاب پاتے ہیں ، برزخ کا تذکرہ قرآن کریم کی سورہ مومنون ، آیت : ۱۰۰ میں موجود ہے ۔ اور دوبارہ زندگی ، روح کو جسم میں ڈالنے سے ہوگی وہ جسم ، اللہ تعالیٰ فنا ہونے والے جسم کے غیر فانی اجزاء اصلیہ سے پیدا فرمائے گا ۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مخلوق اور گناہ

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ " جس طرح انسان اور جنات گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور اپنے گناہوں کی سزا پائیں گے اسی طرح جانور بھی گناہ کے مرتکب

ہوتے ہیں اور عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ " جبکہ عمر یہ کہتا ہے کہ " اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے کا نام گناہ ہے اور انسان و جنات کے علاوہ دوسری کسی مخلوق کے لیے کوئی حکم نہیں ہے اور گناہ کرنے کا تعلق چونکہ عقل سے ہوتا ہے اور جانوروں کو تو عقل ہی نہیں۔ تو وہ گناہ کے مرتکب کیسے ہوں گے؟ "

اب آپ سے درخواست ہے کہ فقہ حنفی کی روشنی میں فیصلہ مرحمت فرمائیں کہ کس کا خیال درست اور شریعت کے مطابق ہے۔

سائل: حامد محمود حامد

الجواب:-

قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

(سورۃ (۵۱) الذٰریٰت، آیت: ۵٦)

اور میں نے جن اور آدمی اپنے ہی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جن و انسان ہی مکلف ہیں۔ جانور احکام الٰہی کے مکلف نہیں ہیں۔ جو مکلف ہو کر نافرمانی کرے وہ سزا کا مستحق ہوتا ہے اور جو مکلف ہی نہ ہو اس سے نافرمانی نہیں۔ لہٰذا وہ سزا کا بھی مستحق نہیں۔ جیسے ناسمجھ بچے، پاگل، اسی طرح جانور نہ مکلف ہیں نہ سزا کے مستحق۔ بعض روایتوں میں صرف اتنا ہے کہ "جانوروں نے ایک دوسرے کو اگر دنیا میں مارا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ مارنے والے جانور سے دلا دے گا اور سب جانوروں کو فنا کردیا جائے گا" یہ مکلف ہونے کی وجہ سے سزا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کا اظہار فرمانے کے لیے ایسا کرے گا اور دنیا میں اس کو بیان فرما دیا تاکہ مکلف لوگ عبرت حاصل کریں۔

روزِ قیامت والد یا والدہ کے نام سے پکارے جانے کا بیان

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ قیامت کے دن ماں کے نام سے پکارا جائے گا یا باپ کے نام سے؟ وضاحت سے جواب عنایت فرمائیں۔

سائل: معراج الدین

الجواب:-

قیامت کے دن باپ کے نام سے پکارا جائے گا۔ امام بخاری نے بخاری میں ایک باب باندھا جس کا عنوان ہے۔ "یدعی الناس بآبائھم" جس میں حدیث نقل کی:

ان الغادر یرفع لہ لواء یوم القیامۃ یقال ھذہ غدرۃ فلان ابن فلان

(جلد دوم، صفحہ: ۹۱۲، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یعنی قیامت کے دن دھوکے باز کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں کے بیٹے فلاں کی دھوکہ بازی ہے۔

اور ابوداؤد میں ایک حدیث ہے:

انکم تدعون یوم القیامۃ باسمائکم واسماء ابائکم فاحسنوا اسمائکم

(حصہ دوم، کتاب الادب، باب فی تغییر الاسماء)

یعنی قیامت کے دن بلایا جائے گا تمھیں تمہارے ناموں اور تمہارے باپوں کے نام سے۔ لہٰذا اپنے نام اچھے رکھو۔

ان تمام روایات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ قیامت کے دن باپ کے نام سے پکارا جائے گا۔ لوگوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ ماں کے نام سے پکارا جائے گا۔ یہ صحیح نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کیا لفظ "سور" بولنے سے زبان ناپاک ہوتی ہے؟

الاستفتاء:-

جناب انچارج شعبہ افتاء، دارالعلوم امجدیہ!

السلام علیکم

عرض یہ ہے کہ میں نے آپ کے دارالعلوم کے بارے میں کافی پڑھا ہے اور بہت شہرت سنی ہے۔ مجھے ایک مسئلے نے بہت پریشان کیا ہوا ہے کیونکہ مجھ سے کسی نے یہ سوال کیا تھا، لیکن میرے پاس اس کا جواب نہیں تھا۔ میں نے ایک ایسے دوست سے بھی سوال کیا جو کہ شرعی مسائل کے بارے میں کافی جانتا ہے لیکن اس نے بھی اس کا جواب نہیں دیا۔ البتہ مجھے خط لکھنے کے لیے آپ کا پتہ لکھوا دیا کہ یہاں سے تمہارے سوال کا تسلی بخش جواب مل جائے گا۔

میرا سوال یہ ہے کہ ایک جانور جس کا نام "سور" ہے کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اتنا پلید (نجس) ہے کہ اس کا نام لینے سے بھی زبان پلید ہو جاتی ہے۔ خنزیر اس قدر نجس کیوں ہے؟ مثلاً کتا اس لیے پلید ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا تو ابلیس کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو اس نے انکار کیا اور حضرت آدم (جو ابھی محض مٹی کا بت تھے) پر تھوکا تو اللہ تعالیٰ نے وہاں سے مٹی نکال کر کتا بنا دیا، چونکہ اس کے تھوک کی وجہ سے وہ مٹی پلید ہو گئی تھی، اس لیے کتا پلید ہے اور اس کو ہاتھ لگانے کے بعد ہاتھ کلمہ شہادت پڑھ

کر دھونے سے پاک ہوتے ہیں۔ مذکورہ بالا جانور کیونکر اتنا پلید ہے کہ اس کا نام لینے سے زبان بھی پلید ہو جاتی ہے۔ مکمل تفصیل کے ساتھ فتویٰ دیکر میری پریشانی دور کریں۔

سائل: اقبال جاوید

الجواب:-

قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے:

حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر

(سورة (۵) المائدة، آیت: ۳)

تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت۔

اس آیت میں خنزیر کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا خنزیر حرام اور نجس ہے۔ اور دیگر حرام جانوروں کی بہ نسبت اس کی نجاست سخت ترین ہے کہ شریعت میں اسے "نجس العین" کہا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی کھال بھی دباغت (پکانے) سے پاک نہیں ہوتی۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے:

کل اھاب دبغ فقد طھر جازت الصلوة فیہ والوضوء منہ الا جلد الخنزیر

(ہدایہ اولین، صفحہ: ۴۰، مکتبة شرکة علمیة، ملتان)

یعنی ہر کھال جسے دباغت (پکایا) کیا گیا پس وہ پاک ہو گئی اور اس پر نماز پڑھنا اور اس سے وضو کرنا جائز ہے سوائے خنزیر کی کھال کے۔

سوال میں آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ خنزیر کا نام لینے سے زبان ناپاک ہو جاتی ہے۔ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ لہٰذا یہ غلط ہے۔ احکام شریعت کو قرآن و حدیث سے معلوم کیا جاتا ہے عقل سے نہیں جانا جا سکتا۔ اس لیے شرعی دلائل ہم نے بیان کردیئے۔

عقلی دلائل سے صرف مصلحتیں بیان کی جاسکتی ہیں۔ چنانچہ تمام درندوں اور نجس جانوروں کی حرمت میں مصلحت یہ ہے کہ انسان پر غذاؤں کا اثر مرتب ہوتا ہے۔ اور اس کا مزاج اور عادتیں بھی غذا سے تبدیل ہوتی ہیں۔ اس لیے ہمیشہ سے یہ انسانی معمول رہا ہے کہ بچے کو دودھ پلانے کے لیے اچھی خصلتوں والی اور شریف عورت کا انتخاب کیا جاتا تھا۔ لوگ کسی کم ذات اور بدکردار عورت کا دودھ اپنے بچوں کو پلانے سے بچتے تھے، تاکہ بچوں کی عادات واطوار پر اس کی بری خصلتوں کا اثر نہ پڑے۔ درندوں کا گوشت کھانے سے انسان میں درندوں جیسی خصلتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ شیر کا گوشت جن لوگوں کو کھلایا گیا ان کا مشاہدہ کیا گیا ہے کہ وہ بہت غضبناک واقع ہوئے ہیں۔

تمام درندوں میں خنزیر سب سے زیادہ نجس، بدخصلت اور بے حیا ہے۔ تقریباً تمام جانوروں کی یہ عادت ہے کہ جس نر سے مادہ حاملہ ہو جاتی ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا نر اس مادہ کے پاس نہیں جاتا۔ صرف خنزیر کی یہ عادت ہے کہ اس کی مادہ کے پاس دوسرے خنزیر بھی جاتے رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انسانی خصال کی

حفاظت کے واسطے اس کو حرام کیا اور سخت ترین حکم دیا۔ خنزیر کھانے والی قوموں میں جو سب سے زیادہ بے حیائی پائی جاتی ہے یہ اسی غذا کا اثر ہے۔ کتا بننے کی جو روایت آپ نے لکھی ہے یہ بھی بے بنیاد اور لغو ہے۔ صحیح روایت میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔

غیر مسلموں کے ساتھ خورد و نوش کا حکم

الاستفتاء:-

بخدمت جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

گزارش یہ ہے کہ مجھے چند مسائل درپیش ہیں، جن کی وجہ سے بہت پریشان ہوں امید کرتا ہوں کہ جوابات دے کر مشکور فرمائیں گے۔

(۱) اہل کتاب عورت کا مسلمان مرد سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس طرح کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہے اور مسلمان اپنے مذہب پر یعنی بغیر مسلمان کیے ہوئے۔ کوئی حوالہ ہو تو دے دیں مہربانی ہوگی۔

(۲) میں K.E.S.C میں ملازم ہوں اور ایک عیسائی کے ماتحت کام کرتا ہوں، ہمارے ڈپارٹمنٹ میں ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوتا۔ عیسائی اپنے گھر کھانا کھانے جاتا ہے اور میں اپنے ڈپارٹمنٹ میں کھاتا ہوں۔ میں عیسائی سے اخلاق طور پر کھانا کھانے کو کہتا ہوں وہ کبھی کبھی ایک دو لقمے میرے ساتھ میرے برتن میں کھالیتا ہے، لوگ مجھے منع کرتے ہیں کہ عیسائی کو کھانا نہیں کھلایا کرو۔ کیا مجھے عیسائی کو کھانے کے لیے نہیں پوچھنا چاہیے، کیا میرا یہ عمل غلط ہے؟

سائل: امتیاز الدین خان

الجواب:-

(۱) اہل کتاب عورت سے مسلمان مرد کا نکاح جائز ہے۔ اس کا ثبوت خود قرآن و حدیث سے ہے۔ مگر آج کل کے عیسائی و یہودی اپنے مذہب پر نہیں ہیں بلکہ ان کی اکثریت دین سے بیزار ہے۔ لہٰذا ان سے نکاح باطل ہے۔

(۲) یہ اخلاق مسلمانوں کے ساتھ برتنا چاہیے، غیر مسلموں سے نہیں۔

غیر مسلموں کے ساتھ کھانا پینا اور تعلقات رکھنا

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ وہ مسلمان جو ہندوؤں اور دیگر غیر مسلموں کے ساتھ رہتے ہیں ان کی رہائش بھی ایک جگہ ہے اور کھانے پکانے کا انتظام بھی ایک ساتھ ہے۔ کھانا کبھی ہندو اور کبھی مسلمان تیار کرتے ہیں تو اس صورت میں مسلمانوں کا ہندوؤں اور غیر مسلموں کے ساتھ ایک برتن میں ایک ساتھ کھانا کیسا ہے ؟

سائل : میاں سید علی معرفت ظاہر خاں ، الظہر کتب برید طائف ، سعودی عرب

الجواب:-

مسلمان کو کسی غیر مسلم کے ساتھ دوستی اور محبت کے تعلقات رکھنا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں ایک ساتھ کھانا پکانا اور محبت کے تعلقات قائم رکھنا جائز نہیں۔ اگر غیر مسلم کھانا وغیرہ فروخت کرتا ہے تو اس سے وہ چیزیں خرید کر کھانا جائز ہیں جن میں گوشت کی ملاوٹ نہ ہو گوشت غیر مسلم کا پکایا ہوا مسلمان خرید کر بھی نہیں کھا سکتا۔ لہٰذا سب لوگ جب ایک مکان میں رہتے ہیں تو مسلمانوں کو اپنے کھانے پینے کا انتظام علیحدہ کرنا چاہیے۔

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ :

اہل کتاب کے ساتھ نکاح یا کھانا پینا جائز ہے یا نہیں ؟ نیز جو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اُن کے ساتھ کھانا پینا یا نکاح جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب:-

اہل کتاب جب دین سماوی کے ماننے والے رہیں اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا یا عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہوں ، جب بھی مسلمان مرد ، کتابیہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ مسلمان عورت کا کتابی مرد سے نکاح نہیں ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم میں یہود و نصاریٰ کو کافر بھی بتایا گیا اور ان کی عورتوں سے نکاح بھی حلال بتایا گیا اور اہل کتاب کے کھانے کو بھی حلال بتایا گیا مگر دوستی کرنا اور دوستی کی دعوتیں کھانا منع ہے اور کھانے میں بھی یہ شرط ہے کہ حلال کھانا ہو ، ان کا مردار گوشت یا خنزیر مسلمان کے لیے بہر صورت حرام ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

غیر صحابی کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" لگانے کا حکم

الاستفتاء:-

صحابہ کرام کے علاوہ کسی اور کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو قرآن مجید یا حدیث شریف کے حوالے سے آگاہ کریں۔

سائل: ولی محمد، خورشید احمد

الجواب:-

قرآن کریم میں ہے:

والذین اتبعو ھم باحسان رضی اللّٰہ عنھم و رضوا عنہ

(سورۃ (۹) التوبۃ، آیت: ۱۰۰)

اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔

یہ جملہ جب کسی مسلمان کے لیے بولا جاتا ہے تو مقصد دعا ہوتا ہے۔ لہٰذا مسلمان کے لیے یہ جملہ دعا کے طور پر استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

درمختار میں ہے:

ویستحب الترضی للصحابہ والترحم للتابعین ومن بعدھم من العلماء والعباد و سائر الاخیار و کذا یجوز عکسہ الترحم للصحابۃ والترضی للتابعین و من بعد ھم علی الراجح

(صفحہ: ۵۳۲، جلد پنجم، مکتبہ رشیدیہ: کوئٹہ)

اور مستحب ہے رضی کا لفظ صحابہ کے لیے اور رحمت کا لفظ تابعین اور ان کے بعد کے علماء اور اللہ کے بندوں اور سارے نیک لوگوں کے لیے۔ اور ایسے ہی اس کے برعکس یعنی رحمت کا لفظ صحابہ کے لیے اور رضی کا لفظ تابعین اور ان کے بعد والوں کے لیے استعمال کرنا صحیح قول کے مطابق جائز ہے۔

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت سے لوگ یہ غلط استدلال کرتے ہیں کہ رضی اللہ عنہ صرف صحابہ کرام کے ساتھ خاص ہے۔ استدلال اس لیے غلط ہے کہ آیت میں رضی اللہ عنھم جملہ خبریہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہوگیا اور دوسروں پر جب یہ جملہ بولا جاتا ہے تو یہ جملہ انشائیہ دعاء کے معنی میں ہوتا ہے۔ اور اس کے معنی ہوتے ہیں اللہ ان سے راضی ہو جائے اور رحمۃ اللہ و غفراللہ لہ اور اس قسم کے جو جملے مسلمانوں کے لیے بولے جاتے ہیں وہ دعا کے معنی میں ہوتے ہیں ان کو بھی انشاء کے معنی میں ہر کسی کے لیے استعمال کر سکتے ہیں، اس لیے کہ ہمیں کسی کے مرنے کے بعد کے حالات کا علم نہیں۔

الاستفتاء:-

محترم جناب مفتی صاحب!
السلام علیکم

بعد سلام گزارش یہ ہے کہ ہم دو افراد کے درمیان ایک مسئلہ پر تھوڑا اختلاف پایا جارہا ہے ۔ میرا کہنا ہے کہ " رضی اللہ عنہ " صرف صحابہ کرام کے ساتھ لکھا جاتا ہے جبکہ دوسرے کا دعویٰ ہے کہ " رضی اللہ عنہ " دوسرے بزرگان دین کے ساتھ بھی لکھا اور بولا جاسکتا ہے ۔ میرا کہنا ہے بزرگان دین کو صرف " رحمۃ اللہ علیہ " کہا جانا چاہیے ۔ ان کا کہنا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کے ساتھ بھی رضی اللہ عنہ کہنا چاہیے چونکہ انہوں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا تھا ، پھر میرا کہنا ہے اس لحاظ سے نور الدین زنگی کے ساتھ بھی رضی اللہ عنہ لگانا چاہیے چونکہ انہوں نے مسلسل تین دن تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں دیدار کیا تھا۔ آپ مجھے شریعت کے مطابق جو صحیح اور درست ہے بتائیں کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ کہاں اور کن اشخاص کے ساتھ لکھا اور پڑھا جائے؟

الجواب:-

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ کا استعمال صحابہ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے ۔ صحابہ ، تابعین ، علماء ، صلحاء اور نیک لوگوں کے لیے بھی اس کا استعمال جائز ہے ۔ درمختار میں ہے :

و کذا یجوز عکسہ الترحم للصحابۃ والترضی للتابعین و من بعدھم

(صفحہ : ۵۳۲ ، جلد ، پنجم ، مکتبہ رشیدیہ ، کوئٹہ)

اور ایسے اس کا الٹا یعنی رحمت کا لفظ صحابہ اور رضی کا لفظ تابعین اور ان کے بعد والوں کے لیے استعمال جائز ہے ۔

اصحابِ صفہ سے مستانوں کا کوئی تعلق نہیں

الاستفتاء:-

مکرم و معظم حضرت قبلہ مولانا مفتی محمد وقار الدین! دامت برکاتہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک صاحب سے مذہبی موضوع پر بات چیت ہو رہی تھی دورانِ گفتگو میں نے یہ بات کہی کہ ایسے مستان قسم کے لوگ جو اپنا سارا کام کرتے ہیں لیکن صوم و صلوٰۃ کی پابندی اور دیگر فرائضِ شریعت سے علیحدہ رہتے ہیں ، یہ خرابی کب اور کیسے پیدا ہو گئی ؟ تو سننے والے نے کہا کہ آپ کو معلوم نہیں ہے اصحاب صفہ سے یہ بات چلی آرہی

ہے۔ میں نے دوبارہ پوچھا: کیا اصحابِ صفہ نماز بھی نہیں پڑھتے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں، اس دور کے مستان لوگ انہیں کی نقل کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں میرے دل میں جو تشویش پیدا ہوئی ہے اسے دور فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

سائل: محمد عبدالمجید صدیقی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

الجواب:-

اصحاب صفہ کے متعلق اس قسم کی بات کہنا سخت گمراہی ہے۔ تمام صحابہ کرام متبع شریعت، متقی اور پرہیزگار تھے۔ ان کے متعلق یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اصحاب صفہ کا مشغلہ یہ تھا کہ وہ دن کو مسجد نبوی میں بیٹھے رہتے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تو یہ عبادت میں مصروف ہو جاتے۔ اور کسی فرصت کے وقت میں جنگل سے لکڑی کاٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے دروازوں پر رکھ دیتے۔ جاڑوں میں رات میں پانی گرم کر کے فجر کے وقت میں ازواج مطہرات کے دروازوں پر پہنچا دیتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اصحاب صفہ میں اہم شخصیت ہیں۔ بخاری وغیرہ میں ان کا قول نقل کیا گیا ہے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ اتنی کثرت سے حدیثیں کیسے روایت کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ " انصار زمینوں اور باغات کے مالک تھے وہ ان کی دیکھ بھال کے لیے نکل جاتے تھے۔ مہاجرین گزر اوقات کے لیے بازار میں جا کر خرید و فروخت کرتے تھے۔ ہم اصحاب صفہ دنیا سے مستغنی ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے تھے، اگر کچھ مل گیا تو کھا لیتے تھے ورنہ بھوکے رہتے تھے۔ لہٰذا ہم لوگ ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و اقوال دیکھتے اور سنتے رہتے تھے اس لیے ہمارے پاس احادیث زیادہ ہیں۔

جو ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہیں وہ نماز نہ پڑھتے ہوں، یہ بات کوئی عقل سے عاری ہی کہہ سکتا ہے۔

ٹی بی کے مریض سے تعلق رکھنے کا حکم

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ کیا ٹی بی کے مریض سے نفرت کرنا چاہیے؟

سائل: عبداللہ قادری

الجواب:-

نفرت کسی مریض سے نہیں کرنا چاہیے لیکن ایسے امراض جو جراثیم سے پیدا ہوتے ہیں ان سے اپنے آپ کو احتیاطاً بچانا چاہیے ۔ حدیث میں ہے :

فر من المجذوم کما تفر من الاسد

(بخاری ، کتاب الطب ، باب الجذام)

مجذوم (کوڑھی) سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔

گنجا ہونے کا بیان

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے کہا کہ گنجا ہونا شیطانی کام ہے ؟

سائل : محمد فاروق

الجواب:-

" صحاح ستہ " کی کتابوں میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ گمراہ فرقے نکلنے والوں کے متعلق فرمایا کہ :

ان میں ایک فرقہ ایسا ہوگا کہ جو نماز تم سے زیادہ پڑھتے ہوں گے اور قرآن بھی بہت پڑھتے ہوں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور دلوں میں ایمان کا اثر نہیں ہوگا وہ ایمان سے نکلے ہوئے ہوں گے ۔

صحابہ کرام نے اس فرقے کی نشانی پوچھی تو حضور علیہ السلام نے اس کی ایک نشانی یہ بیان فرمائی :

سیماھم التحلیق

(ابو داؤد ، حصہ دوم ، صفحہ : ۳۰۸ ، مکتبہ حقانیہ ، ملتان)

یعنی ان کی نشانی سر منڈانا ہے ۔

تو جس شخص نے یہ کہا کہ گنجا ہونا شیطانی کام ہے ، اس حدیث کو سن کر کہا ہے تو ٹھیک کہا ہے ۔

سہرا باندھنے کا حکم

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ان مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) زیر ناف بال مونڈنے کی شرعی حد کیا ہے کہ پوری سنت ادا ہو سکے؟

(۲) شادی بیاہ کے موقع پر مرد کو سہرا باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل: محمد ابراہیم قادری، پاکستان اسٹیل

الجواب:-

(۱) ناف سے نیچے خصیتین اور عضو تناسل کے اردگرد کے بال صاف/کرنا سنت ہے اور "دبر" کے بال صاف کرنا مستحب ہے۔

(۲) سہرا باندھنا مسلمانوں میں شادی کی رسم ہے اور رسموں کے بارے میں قانون یہ ہے کہ جن رسموں کی ممانعت قرآن و حدیث میں آگئی وہ رسمیں ناجائز ہیں اور جن رسموں کی ممانعت قرآن و حدیث میں نہیں آئی وہ جائز۔ سہرے کی مخالفت پر کوئی دلیل نہیں ہے، لہذا جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

گھر میں تصویر رکھنے کا حکم

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع اس بارے میں کہ کیا اس گھر میں نیکی کے فرشتے نہیں آتے جس میں تصویر ہو؟ اور جو شخص تصویر بناتا ہے بروز قیامت اس پر سخت سے سخت عذاب الٰہی ہوگا اور اللہ تبارک و تعالیٰ ان لوگوں سے فرمائے گا کہ جو تصویر تم نے بنائی ہے ان کو زندہ کرو۔ حدیث شریف کا حوالہ تحریر فرمائیں۔

سائل: السید انور علی

الجواب:-

مشکوٰۃ شریف میں بخاری و مسلم کے حوالے سے یہ حدیث ہے:

عن ابی طلحۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتدخل الملئکۃ بیتاً فیہ کلب ولاتصاویر

(باب التصاویر، الفصل الاول)

حضرت طلحہ سے روایت ہے: فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا اور تصاویر ہوں۔

مشکوۃ ہی میں ہے:

فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اصحاب ھذہ الصور یعذبون یوم القیامۃ یقال لھم احیوا ما خلقتم وقال ان البیت الذی فیہ الصورۃ لا تدخلہ الملائکۃ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک ان تصاویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔ ان سے کہا جائے گا اس میں جان ڈالو جو تم نے بنایا۔ اور فرمایا جس گھر میں تصاویر ہوں وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

اور اسی صفحہ پر ہے:

عن عبداللّٰہ بن مسعود قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول اشد الناس عذاباً عند اللّٰہ المصورون

(صفحہ: ۳۸۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تصاویر بنانے والوں کو سخت ترین عذاب سے دوچار کرے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

الاستفتاء:-

بخدمت جناب مفتی صاحب

السلام علیکم

نہایت ادب سے عرض ہے کہ درج ذیل مسئلہ کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں دے کر راہنمائی فرمائیں:

جس کمرہ میں کسی جانور کی تصویر (فوٹو جو آج کل کیمرہ کی مدد سے بنائے جاتے ہیں) رکھی ہو اس کمرہ میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اگر تصویریں الٹ دی جائیں تو پھر کیا حکم ہے؟

الجواب:-

صورت مسئولہ میں خواہ تصویر الٹ دی گئی ہو، نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس مکان میں جاندار کی تصویر ہو وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

خط لکھنے کا سنت طریقہ

الاستفتاء:-

الصلوٰة والسلام علیک یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ اوپر جو صلوٰة وسلام لکھا ہوا ہے کیا اس کو ہر خط میں لکھ سکتے ہیں؟ نیز خط لکھنے کا سنت طریقہ کیا ہے ؟ وضاحت فرمائیں۔

سائل : غلام یسین قادری ، کتیانہ محلہ ، گلستان مصطفیٰ ، کراچی

الجواب:-

عام طور پر ہر خط حفاظت و ادب سے نہیں رکھا جاتا ۔ لہٰذا ہر خط میں صلوٰة وسلام ، قرآن کریم ، حدیث کی عبارات یا تسمیہ نہیں لکھنی چاہیے۔ خط لکھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے بسم اللہ لکھی جائے مگر اب بسم اللہ نہ لکھی جائے جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا۔

ختنہ کی شرعی حیثیت

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ ایک صاحب سے میں نے کہا کہ اپنے بیٹے کی ختنہ کرا دیجیے کیونکہ اس کی عمر 6 سال سے اوپر ہو چکی ہے تو انہوں نے کہا کہ کس حدیث میں ہے کہ بچے کا ختنہ کروانا سنت ہے؟ لہٰذا آپ سے گذارش ہے کہ ختنہ کی شرعی حیثیت تحریر فرمائیں۔

سائل : محمد فاروق

الجواب:-

تمام کتب احادیث میں ہے کہ دس باتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں ان میں سے ایک ختنہ کرنا بھی ہے جو اس کا انکار کرتا ہے وہ یا تو جاہل ہے یا جان بوجھ کر انکار کرتا ہے اور یہ تو سخت گناہ ہے۔

اچھی اور بری روحوں کے اثرات

الاستفتاء:-

بخدمت جناب مفتی صاحب !

السلام علیکم

مجھے چند مسائل درپیش ہیں ان کا جواب دیکر مشکور فرمائیں ۔

(۱) دیو ، پری ، چڑیل اور سرکٹا وغیرہ کی کیا حقیقت ہے ؟ کیا ان چیزوں کا دنیا میں وجود ہے اور کیا کسی مرد یا عورت پر اچھی یا بری روحوں کا اثر یا سایہ ہوتا ہے ؟ مثلاً کوئی کہے کہ فلاں عورت پر غوث اعظم یا کسی اور بزرگ کی روح آتی ہے یا کسی عورت پر گندہ (آسیب کا) اثر ہو گیا ہے ۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے ؟ "

(۲) فاؤنٹن پین یا مار کر پین اگر جیب میں رکھا ہو تو کیا نماز ہو جائے گی ؟ سنا ہے کہ روشنائی اسپرٹ سے بنائی جاتی ہے ۔

سائل : امتیاز الدین خان ، لانڈھی ، کراچی

الجواب:-

(۱) کافر جب مرتے ہیں تو وہ مختلف شکلوں میں نظر آتے ہیں اس کے اعتبار سے لوگوں نے مختلف نام رکھ لیے ہیں ۔ کسی انسانی روح کا کسی پر سایہ نہیں ہوتا صرف جنات کا اثر انسان پر ہوتا ہے اگر وہ جن اچھی صورت میں نظر آتا ہے اور کبھی واقعی مسلمان بھی ہوتا اور کبھی جھوٹ بول کر اپنا مسلمان ہونا بتاتا ہے ، اسے لوگ مسلمان روح قرار دے کر مختلف معنی گڑھ لیتے ہیں اور اگر کافر ہوتا ہے اور کفریات کرے تو انہے بھوت کہنے لگتے ہیں اور اگر اپنا عورت ہونا ظاہر کرتا ہے تو لوگ اسے چڑیل کہہ دیتے ہیں ۔

(۲) فاؤنٹن پین میں جو روشنائی بھری جاتی ہے اس میں اسپرٹ ہوتی تو ہے ، مگر چند قطرے ۔ جتنی روشنائی قلم میں ہوتی ہے اسکا ایک درہم کے برابر وزن نہیں ہوتا ، لہذا پین کے جیب میں لگے ہونے کے باوجود نماز ہو جائے گی ۔

عبدالغفور یا عبدالستار جیسے ناموں کو غفور یا ستار بولنا

الاستفتاء:-

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں :

(۱) بعض لوگوں کو جب بھوک لگتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ " میری آنتیں قل ھو اللہ پڑھ رہی ہیں ۔ "

اس طرح کہنا شرعاً درست ہے یا نہیں ؟

(۲) کچھ نعتوں میں نعت گو حضرات پیارے مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو " کملی والے " کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ جبکہ بعض لوگ اس طرح لکھنے اور پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ آیا سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کو " کملی والا " کہنا درست ہے نہیں ؟ اگر نہیں تو ممانعت کی وجہ بیان فرمائیں۔

(۳) بعض لوگوں کے نام عبدالغفور ، عبدالستار ، عبدالغفار ، عبدالجبار اور عبدالرؤف وغیرہ ہوتے ہیں۔ ایسے اشخاص کے ناموں کو بغیر " عبد " لگائے مثلاً ستار ، غفور ، جبار وغیرہ بولنا کیسا ہے ؟

الجواب:-

(۱) اس طرح سے کہنا ناجائز ہے۔ قرآن کریم یا اسکی کسی سورت کو کسی ایسی جگہ استعمال کرنا ، جہاں اسکے معنی سے کوئی تعلق نہیں ، سخت گناہ ہے۔

(۲) " کملی والا " لکھنے اور بولنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ بعض نعت خواں " کملی " کی جگہ " کملیا " کا لفظ استعمال کرتے ہیں ، یہ ناجائز ہے۔

(۳) ایسا کہنا سخت گناہ ہے ، پورا نام لینا چاہیے۔

منتخب مآخذ و مراجع کا اجمالی تعارف

وقار الفتاویٰ میں جن کتب سے مسلک اہلسنت و جماعت کے معمولات کے سلسلے میں حوالے درج کیے گئے ہیں، ان میں سے چند کے مولفین کی سن ولادت و وصال اور ان کی تالیفات کا مرتبہ و مقام وغیرہ تحریر کیا جارہا ہے۔ تاکہ قارئین کرام اس بات کا از خود اندازہ لگا سکیں کہ اہلسنت و جماعت کے عقائد کوئی نئے نہیں بلکہ اہلسنت کے عقائد وہی ہیں جو صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین کے تھے اور جو اہلسنت نہیں ان کے عقیدوں میں خرابی ہے اور وہ راہ سے ہٹے ہوئے ہیں۔

تفسیراتِ احمدیہ

تفسیرات احمدیہ الشیخ احمد معروف بہ ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی لکھی ہوئی تفسیر ہے۔ آپ اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے استاد محترم تھے۔ اورنگ عالمگیر وہی ہستی ہیں جنہوں نے اپنے دور حکومت میں پچاس علماء کرام کی جماعت کی نگرانی میں فقہ حنفی میں فتاویٰ عالمگیری مرتبہ کروایا۔ ملا جیون علیہ الرحمۃ کی دوسری مشہور کتاب " نور الانوار " ہے جو اصول فقہ میں مستند اور عظیم کتاب ہے اور تقریباً تمام دینی مدارس کے نصاب میں یہ کتاب شامل ہے۔

فتاویٰ شامی

سید محمد امین عابدین ابن سید عمر عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ کی تالیف ہے۔ متاخرین فقہائے احناف میں علامہ شامی کا مقام بہت بلند ہے۔

ولادت: ۱۱۹۸ھ شام کے معروف شہر دمشق میں پیدا ہوئے۔

نسب: آپ خاندان سادات کے چشم و چراغ تھے۔ معروف بزرگ شیخ محمد صلاح الدین عابدین کی ساتویں پشت میں ہوئے۔ بزرگ موصوف خاندان سادات کی معروف شاخ " عابدین " (جو ملک شام میں آباد تھی) کے مورث اعلیٰ تھے اور اسی نسبت سے آپ " ابن عابدین " کہلائے، جبکہ " شامی " ملک شام کے ساتھ آپ کی نسبت کا اظہار ہے۔

متاخرین فقہاء میں علامہ شامی کی امتیازی شان اور تبحر علمی کا ہر وہ شخص معترف ہے جو " فتاویٰ شامی " کی دقیق تحقیقات کا مطالعہ کرنے اور سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ علامہ شامی کا طرز استدلال محققانہ اور اثر آفرین ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ کسی کتاب میں متقدمین کی طرف منسوب کسی مسئلے کو اس وقت تک شامل کتاب نہیں کرتے تا آں کہ اس مسئلے کی تہ اور محولہ کتاب تک نہ پہنچ جائیں۔ یہی نہیں بلکہ متقدمین کے تسامحات سے آگاہ بھی کرتے ہیں۔

وفات :-

آپ نے تقریباً ۵۴ سال کی عمر پائی۔ ۲۱ ربیع الثانی ۱۲۵۲ھ بروز بدھ آپ کا انتقال ہوا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) آپ کو وصیت کے مطابق شام میں علامہ علاء الدین الحصکفی کی قبر شریف کے قریب دفن کیا گیا۔

(ملخصاً عن قرة عيون الاخبار لتكملة ردالمحتار)

فتاویٰ عالمگیری

یہ ہندوستان میں خاندان مغلیہ کے نامور حکمران اورنگ زیب عالمگیر کے عہد (۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء) میں لکھی جانے والی فقہ حنفی کی ۶ جلدوں پر مشتمل ضخیم کتاب ہے۔ اورنگ زیب نے جب برصغیر میں اسلامی قوانین نافذ کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے سامنے فقہ حنفی کی ایسی تفصیلی اور مرتب و مدون کتاب کوئی نہ تھی جس پر مملکت کے تمام شعبے انحصار کر سکتے۔ اورنگ زیب عالمگیر نے اپنی نگرانی میں برصغیر کے چیدہ چیدہ اور چوٹی کے پچاس علماء کی ایک جماعت تیار کی اور شیخ نظام کو اس مجلس المؤلفین کا صدر مقرر کیا۔ علماء کی اس جماعت نے فقہ کی سینکڑوں کتابوں سے مسائل کا استقصاء کیا اور ان کو یکجا کرنے کی نہایت خوبصورت کوشش کی۔ فتاویٰ عالمگیری میں اس چیز کا بھی التزام کیا گیا ہے کہ " مختلف فیہ " مسائل میں اگر ناگزیر ہو تو متعدد اقوال نقل کیے جاتے ہیں اور ان میں ترجیحی قول کو دلائل کی قوت یا ضعف کے مطابق ترجیح دی جاتی ہے ورنہ عموماً " مفتیٰ بہا " اقوال ہی نقل کیے جاتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری کی تالیف نے فقہی مسائل جانتے والوں کو فقہ کی ضخیم اور مبسوط کتابوں کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فتاویٰ عالمگیری پوری دنیا کے اہل علم میں مقبول و متداول ہے۔

فتاوی قاضی خان

امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی فرغانی حنفی متوفی ۲۹۵ھ کی تصنیف ہے۔ اس وقت ہمارے ہاتھوں میں اس کا جو ایڈیشن ہے اسے ۱۹۸۳ء میں قاری محمد اسمٰعیل نے مکتبہ ماجدیہ عیدگاہ، طوغی روڈ، کوئٹہ سے طبع کروایا۔ فتاوی قاضی خان، فتاوی عالمگیری کی ابتدائی تین جلدوں کے حاشیے پر پھیلی ہوئی ہے۔

یہ فقہ حنفی کے مستند اور معتبر ترین فتاوی میں سے ایک ہے۔ اور پوری دنیا میں مشہور و متداول ہے۔ اس میں مصنف نے مختلف فیہ اقوال میں سے "مفتی بہا" اقوال نقل کیے ہیں اور جہاں ضروری ہوا دونوں اقوال ذکر کیے اور "قول اظہر" کو مقدم رکھا۔

فتاوی بزازیہ

اس کا اصل نام "الجامع الوجیز" ہے اور یہ امام حافظ الدین محمد بن شہاب کردری متوفی ۸۲۷ھ کی تصنیف ہے۔ امام محمد بن شہاب، "ابن بزاز" کے نام سے معروف ہیں۔ اسی نسبت سے "الجامع الوجیز"، فتاوی بزازیہ کے نام سے زیادہ معروف ہے۔ فتاوی قاضی خان کی طرح یہ بھی فتاوی عالمگیری کے حاشیے پر ہے۔ حاجی خلیفہ نے "کشف الظنون" میں لکھا ہے: امام ابن بزاز ۸۱۲ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ فتاوی قاضی خان کی طرح یہ بھی ہر چہار دانگ عالم میں شہرت و مقبولیت کی بلندیوں پر ہے۔ فتاوی عالمگیری کے حاشیے پر جلد چہارم (آغاز) پنجم اور ششم (تا اختتام) پھیلا ہوا ہے۔

"وقار الفتاوی" میں اس کے جس ایڈیشن کے حوالہ جات آئے ہیں یہ مکتبہ ماجدیہ۔ کوئٹہ سے ۱۹۸۳ میں طبع ہوا ہے۔

ہدایہ --- ۵۱۱ھ تا ۵۹۳ھ

ہدایہ، علم فقہ میں سب سے بلند مرتبہ کتاب ہے جو چھٹی صدی ہجری میں لکھی گئی۔ سینکڑوں کی تعداد میں اس کی شروح اور حواشی لکھے گئے۔ آج بھی مختلف جامعات اور دینی مدارس میں شامل نصاب ہے۔ درس نظامی میں فقہ کی تمام کتب کے آخر میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس عظیم کتاب کے مولف: شیخ الاسلام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی ہیں۔ آپ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں۔

آپ کی ولادت : ۵۱۱ھ ماہ رجب بروز پیر بعد نماز عصر ہوئی ۔ ۵۴۳ھ کو حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے ۔ ۵۹۳ھ ماہ ذی الحج کی ۱۴ تاریخ بروز منگل آپ کا وصال ہوا اور آپ سمرقند میں دفن ہوئے ۔

صاحب ہدایہ کی مزید چند تصانیف کے نام یہ ہیں ۔ کتاب مجموعہ النوازل ، کتاب فی الفرائض ، کتاب التجنیس والمزید ، کتاب بدایۃ المبتدی وغیرہ ۔

فتح القدیر

فتح القدیر نو جلدوں پر مشتمل عظیم فقہی ذخیرہ اور فقہ حنفی میں مستند ترین فتاوی ہے ۔ یہ ہدایہ کی شرح ہے ۔ فتح القدیر کے ساتھ ہدایہ کا متن بھی ہے ، پھر فتح القدیر کے متصل کفایہ بھی ہے جو کہ صاحب ہدایہ کی دوسری تصنیف بدایہ المبتدی کی شرح ہے ۔ اس کے علاوہ فتح القدیر کے حاشیہ پر ہدایہ کی ایک اور شرح " عنایہ " ہے ۔ یہ امام اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی متوفی ۷۸۶ھ کی تصنیف ہے ۔ فتح القدیر کے حاشیے پر پانچویں کتاب حاشیہ السعدی ہے ۔ یہ عنایہ کی شرح ہے ۔

صاحب فتح القدیر کا پورا نام الشیخ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی ثم السکندری ہے ۔ جبکہ آپ ابن ھمام کے نام سے معروف ہیں ۔ آپ کا وصال ۶۸۱ھ میں ہوا ۔

فتاوی عزیزی

یہ حضرت علامہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ کے دیئے گئے فتاوی ہیں ۔ شاہ عبدالعزیز وہ شخصیت ہیں جو کہ اہلسنت اور دیوبندیوں کے نزدیک مسلمہ شخصیت ہیں ۔

الاذکار للامام نووی

امام حافظ شیخ الاسلام محی الدین ابی زکریا یحیی بن شرف النووی کی تصنیف ہے ۔ آپ کا زمانہ ۶۳۱ھ تا ۶۷۶ھ ہے ۔

تاثراتِ اعیانِ کرام

حضرت قبلہ علامہ مفتی ظفر علی نعمانی مدظلہ العالی
مہتمم دارالعلوم امجدیہ، کراچی

حضرت قبلہ مفتی ظفر علی نعمانی دامت برکاتہم العالیہ مہتمم دارالعلوم امجدیہ کی خدمت میں فقیر حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ نے اور حضرت وقار الملت مفتی محمد وقار الدین نور اللہ مرقدہ نے ایک طویل عرصہ ایک ساتھ گزارا۔ لہذا آپ حضرت قبلہ مفتی اعظم کے بارے میں اپنے تاثرات بیان فرمائیں۔ حضرت قبلہ مفتی ظفر علی نعمانی صاحب نے بڑی شفقت فرمائی اور وقار الملت کے بارے میں اپنے تاثرات قلمبند کروائے۔

حضرت قبلہ مفتی ظفر علی نعمانی صاحب نے فرمایا کہ " ہمارا ایک تفصیلی دورہ مشرقی پاکستان کا ہوا تھا اور اسی دورہ میں حضرت علامہ مفتی وقار الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملاقات ہوئی۔ میں نے عرض کی کہ آپ ہمارے ساتھ مغربی پاکستان چلیں اور وہاں خدمات سر انجام دیں تو علامہ نے جواب دیا کہ " اگر میں یہاں سے چلا گیا تو پھر یہاں مسلک حقہ اہلسنت و جماعت کی ترویج و اشاعت کا جو سلسلہ چل رہا ہے وہ رک جائے گا۔ " اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت کو مسلک کا کتنا درد تھا حالانکہ اس وقت آپ کو کئی طرح کی پریشانیوں کا سامنا تھا اور ہمیشہ سے علماء حق کا یہ کردار رہا ہے کہ پرچم حق کی سربلندی کے لیے انھوں نے بڑی تکالیف برداشت کیں۔

پھر جب وہاں کے حالات زیادہ خراب ہو گئے تو حضرت علامہ وقار الملت والدین یہاں مغربی پاکستان

تشریف لے آئے جیسے ہی مجھے علم ہوا کہ حضرت یہاں قدم رنجہ ہو چکے ہیں. تو میں ان کے پاس حاضر ہوا اور دارالعلوم امجدیہ کی سرپرستی کے لیے عرض کیا تو حضرت نے فرمایا کہ " علامہ ازہری ہمارے ہم سبق ساتھی ہیں اور استاذ زادے بھی ہیں میرے دل میں ان کا بڑا ادب و احترام ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک ساتھ کام کرتے ہوئے ہمارے درمیان شکر رنجی ہوجائے تو میں یہ مناسب نہیں سمجھتا۔ " میں نے کہا کہ انشاء اللہ ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ آپ دارالعلوم کی سرپرستی ضرور فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے دارالعلوم امجدیہ میں بحیثیت ناظم تعلیمات خدمات قبول فرمائیں۔ اور اس شعبہ میں آپ کا ایک طویل تجربہ تھا۔ آپ پہلے بریلی شریف اور بعد ازیں چاٹگام میں بھی اس عہدہ پر فائز رہے تھے۔ دارالعلوم امجدیہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ بڑی بڑی شخصیات نے یہاں فرائض منصبی سر انجام دیے۔ حضرت جو بھی کام کرتے انتہائی خلوص اور دیانتداری سے کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے دور میں ادارے نے بڑی ترقی کی اور ملک کے کونے کونے سے تشنگان علم آپ کا نام سن کر دارالعلوم امجدیہ میں آتے تھے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ "

مہتمم صاحب سے حضرت مفتی اعظم کی فقاہت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ " علم فقہ میں آپ کے معاصرین میں کوئی آپ کا ہم پلہ نہ تھا۔ جب آپ فتوی دیتے تو بڑی وقت نظر سے دیتے تھے اور جواب اتنا جامع اور مختصر ہوتا کہ ہر سطح کا سائل آپ کے پاس آکر یا آپ کے لکھے ہوئے فتوی کو پڑھ کر ایک دم مطمئن ہوجاتا تھا۔ "

اسی طرح آپ کے تقوی اور پرہیزگاری کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ " حضرت کا تقوی اور پرہیزگاری میں بڑا بلند مقام تھا وہ تمام خوبیاں آپ میں پائی جاتی تھیں جو ایک اللہ کے ولی میں ہونی چاہئیں۔ آپ کا کوئی کام خلاف سنت نہیں دیکھا گیا، آپ کی زندگی فقر والی تھی۔ دنیاوی زیب و زینت سے آپ دور رہتے تھے، آپ کا لباس، نشست، رہائش اور چال ڈھال سادگی کا ایک نمونہ تھیں۔ "

قبلہ مفتی صاحب سے پوچھا گیا: حضرت کے آنے سے ادارہ میں آپ نے کیا تبدیلیاں محسوس کیں؟ آپ نے فرمایا: " حضرت کی تشریف آوری سے دارالعلوم امجدیہ ایک مثالی ادارہ بن گیا تھا۔ درس نظامی کے جملہ فنون کی کتب پڑھائی جاتی تھیں۔ علمی، روحانی، نظم و ضبط، طلباء کی ذہنی اور اخلاقی، ظاہری و باطنی تربیت اور شرعی اصولوں اور قواعد و ضوابط کی پابندی کے اعتبار سے آپ کے دور میں ادارہ اپنے عروج پر رہا۔ آپ کا اپنا کوئی کام خلاف شرع نہ تھا اور نہ ہی آپ ایسے علماء یا طلبہ کو پسند کرتے تھے جو خلاف شرع کام کرنے والے ہوں۔ دارالعلوم میں کوئی جلسہ وغیرہ ہوتا اور اس میں تصویر کشی ہوتی تو آپ سخت ناراضگی کا اظہار فرماتے اور اپنی تصویر نہیں بنواتے تھے۔ "

حضرت کی سیاست سے وابستگی کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: " حضرت سیاست سے دور رہتے تھے کیونکہ آپ کا موقف یہ تھا کہ سیاست اور کسی ادارہ میں تدریس ایک ساتھ نہیں چل سکتے، آئے دن سیاسی لوگوں کی میٹنگ اور جلسے و جلوس ہوتے رہتے ہیں، ان سے طلباء کا نقصان ہوتا ہے۔ ویسے ملکی و قومی اور بین الاقوامی حالات

پر آپ گہری نگاہ رکھتے تھے۔ اہلسنت کے اتحاد کے لیے آپ ہمیشہ کوشاں رہے اور آپ کی یہ کوشش رہی کہ اہل سنت آپس میں متحد رہیں۔ چنانچہ آپ کی حیات کا جو آخری خطاب ہے اسمیں آپ نے اہلسنت کے نام ایک عظیم پیغام دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کی کرامت ہے کہ آپ نے اپنے منصب کے مطابق سنیت کے بچاؤ کے لیے مختلف تجاویز دیں اور "صلح کلی" والوں سے ہوشیار رہنے کی تلقین و تاکید فرمائی ورنہ عموماً آپ کا خطاب صرف علمی، روحانی اور اصلاحی ہوتا تھا۔

مفتی صاحب سے آخری سوال کیا گیا کہ "حضرت کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟" تو قبلہ مفتی صاحب اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور بے اختیار رو پڑے، پھر ڈبڈبائی آنکھوں اور بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا کہ "علامہ وقار الدین اور علامہ ازہری رحمۃ اللہ علیہما کے وصال کے بعد ادارہ یتیم ہو گیا ہے۔ اس حیثیت کے لوگ تو پاکستان بھر میں نہیں تھے۔ یہ عظیم ہستیاں تھیں جن کی وجہ سے اہلسنت روحانی اور علمی فیض پاتے تھے۔ علماء اور عوام اہلسنت علمی اعتبار سے اپنے آپ کو ان ہستیوں کے اٹھ جانے کی وجہ سے یتیم محسوس کر رہے ہیں۔ حضرت قبلہ مفتی وقار الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کوئی شخص کیسا ہی پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ لے کر آجاتا، وہ مکمل تسلی کے ساتھ واپس ہوتا تھا۔ واقعی سچ ہے:

موت العالم موت العالم

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی قبور پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ حضرت کے فتاویٰ کو کتابی شکل دینے پر میں، بزم وقار الدین کے تمام احباب و کارکنان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

انٹرویو: محمد شعیب قادری
فاضل دار العلوم امجدیہ،
خطیب جامع مسجد گلفشاں، کریم آباد، کراچی

عزیزم مولانا ریاض احمد قادری !

سلام مسنون

فقیر کا کام شب و روز بڑھ رہا ہے ۔ اسمیں ایک آپ کے خط کا جواب بھی ہے اس کے لیے جی تو یہ چاہتا تھا کہ ایک مفصل خط لکھوں لیکن متعدد تصانیف کی ترتیب میں مصروفیت کی وجہ سے مختصر لکھ رہا ہوں ۔ قبول فرمائیں ۔

فقیر ، حضرت علامہ مفتی محمد وقار الدین صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے نام سے ایک عرصہ سے واقف تھا ۔ نا معلوم میری قسمت کیسے بیدار ہوئی کہ اس نادیدہ درویش کو خواب میں حضور سیدی استاذی علامہ محدث اعظم مولانا الحاج محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یکجا دیکھ کر حیران رہا کہ ان دونوں حضرات کی بیک وقت معیت کیسی ؟ بعد کو معلوم ہوا کہ موصوف کو حضرت محدث اعظم پاکستان (رحمۃ اللہ علیہ) سے شرف تلمذ حاصل ہے ۔ اس نسبت سے فقیر کو ان سے مزید انس ہو گیا ۔ اسی لیے ۱۳۹۹ھ میں سعادت زیارت حرمین یعنی حج و عمرہ و زیارت گنبد خضراء کی سعادت نصیب ہوئی تو باب المدینہ (کراچی) سے روانگی سے قبل صرف اور صرف حضرت مفتی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے دار العلوم امجدیہ حاضر ہوا ۔ فقیر کے چند تلامذہ نے آپ کو فقیر کی حاضری کی اطلاع دی تو بہت خوش ہوئے ۔ جب فقیر حاضر ہوا تو ایسے مفروح و مسرور ہوئے جیسے کوئی شخص ایک معزز دوست کی ملاقات سے خوش ہوتا ہے میں حیران ہوا کہ مجھ جیسے حقیر کے لیے یہ اعزاز ۔ اللہ اکبر ، مختصر وقت میں فقیر نے نشست کو برخاست سے خود بدلا کہ آپ اسوقت اسباق سے فارغ ہوئے تھے مناسب یہی تھا کہ تھکے ہوئے کو تھکانا اچھا نہیں ۔

بس یہی پہلی اور آخری زیارت تھی ۔ فقیر اکے کارناموں اور علمی تحقیقات کا معترف ہے ۔ پھر لکھے تو کیا لکھے ، انکی علمی تحقیقات اور عملی زندگی اکے فضائل و مناقب و کمالات کی خود شاہد ہیں ۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

فقط والسلام

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

۲۵ شوال المکرم ، ۱۴۱۷ھ

مفتی عبدالسبحان قادری مہتمم دار العلوم قادریہ سبحانیہ
شاہ فیصل کالونی، کراچی

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد وقار الدین رحمۃ اللہ علیہ ایک ممتاز عالم دین تھے، علوم نقلیہ و عقلیہ پر آپ کو دسترس حاصل تھی بالخصوص علم فقہ میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ واقعی آپ مفتی اعظم پاکستان تھے۔ فقاہت میں کوئی دوسرا شخص آپ کا ہم پلہ نہ تھا۔ جب شیخ الحدیث عبدالمصطفیٰ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے اس دنیائے فانی سے پردہ کیا اور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ، مسند شیخ الحدیث پر بیٹھے تو حدیث پڑھانے میں بھی کوئی دوسرا عالم آپ کے مقابل کا نہیں تھا۔ یہ ہستیاں اللہ کی نعمت تھیں جن کے اٹھ جانے کی وجہ سے ہم علمی طور پر یتیم ہو گئے۔

حضرت قبلہ علامہ مفتی محمد وقار الدین رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ و پرہیزگاری امانت و دیانت، خودداری، تواضع و انکساری، منکساری، تشنگان علم کی سرپرستی اور مسلک حقہ کی خدمات ضرب المثل ہیں۔

میں مبارکباد پیش کرتا ہوں بزم وقار الدین کے کارکنان کو جنھوں نے حضرت کے جاری کردہ فتاوٰوں کو کتابی شکل دے کر عظیم علمی اور فقہی کام کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا ہے۔ یقیناً یہ حضرت کے لیے ایک صدقہ جاریہ ہے اور قیامت تک مسلمان اس فقہی اور علمی ذخیرہ سے متمتع ہوتے رہیں گے اور میں مبارکباد پیش کرتا ہوں فتاویٰ کے مرتبین کو اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں اضافہ فرمائے۔ (آمین)

فقط: عبدالسبحان قادری
مہتمم دار العلوم قادریہ سبحانیہ، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن کریم کی متعدد آیات طیبہ اور مختلف احادیث مقدسہ میں علماء کرام کے فضائل و مناقب بیان کیے گئے ہیں۔ ان کی تفصیل کا یہ وقت نہیں ہے اس وقت تو احقر کو " بزم وقارالدین " کے اراکین کے ارشاد و اصرار کے مطابق چند سطور میں فاضل جلیل عالم نبیل محدث عظیم فقیہ کریم بقیۃ السلف حضرت علامہ مولانا مفتی محمد وقارالدین صاحب قادری رضوی علیہ الرحمۃ کے سلسلے میں نہایت اختصار کے ساتھ اپنے تاثرات پیش کرنے ہیں۔

جہاں تک میری یادداشت ساتھ دے رہی ہے اس کی روشنی میں عرض کرتا ہوں کہ پہلی مرتبہ شرفِ ملاقات، احقر کو علامہ موصوف سے حضرت مولانا محمد عبدالحامد صاحب بدایونی قادری علیہ الرحمۃ کے درِ دولت پر (۱۹۶۰ء کے بعد) حاصل ہوا۔ کیونکہ اس وقت حضرت کا قیام سابق مشرقی پاکستان میں ہوا کرتا تھا۔ پھر ۱۹۷۱ء کے بعد تو متعدد ملاقاتیں مختلف محافل میں حضرت سے رہیں۔ جب بھی کسی محفل یا مجلس میں حضرت سے شرفِ نیاز حاصل ہوا ہمیشہ شفقت و محبت بزرگانہ سے پیش آئے۔

ایک سفر کی روئداد کچھ یوں ہے کہ جب ضیاء الحق نے قاضی کورس کا آغاز کرنا چاہا تو سب سے پہلا پروگرام ۲۱ اکتوبر ۱۹۸۱ء، جامعہ نعیمیہ لاہور میں منعقد ہوا، اس پروگرام کے روحِ رواں حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی دامت برکاتہم العالیہ تھے۔ ان کی دعوت پر اس اجلاس میں علماء کرام کی کثیر تعداد نے شرکت فرمائی اور یہ پروگرام بہت کامیاب رہا۔ اس پروگرام میں کراچی سے وقار الملت والدین حضرت علامہ مولانا مفتی محمد وقار الدین صاحب قادری رضوی، برادرِ محترم جسٹس (ریٹائرڈ) مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ اور راقم السطور نے شرکت کی۔ پورے سفر میں علامہ موصوف نے نمازوں کے علاوہ اپنے اوراد و وظائف کا سلسلہ بھی پابندی سے جاری رکھا۔ جس سے اندازہ ہوا کہ مفتی صاحب سفر و حضر میں اپنے معمولات کے بہت پابند تھے۔

موصوف بے شک بقیۃ السلف تھے۔ علامہ موصوف کی خوبیوں میں سب سے بڑی خوبی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، تھی۔ آپ کے دل میں محبت اولیاء کرام کے ساتھ ساتھ مسلک اہل سنت کا درد بھی تھا۔ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کئی مناصب جلیلہ پر فائز رہنے کے باوجود اخلاق و مروت اور تواضع و انکسار کا پیکر تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے حضرت کے فیوض و برکات کو ہمیشہ کے لیے جاری و ساری فرمائے، نیز مریدین و متوسلین اور تمام احباب اہلسنت کو حضرت کے ان فیوض و برکات سے مستفیض ہونے اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ الامین الکریم۔

احقر جمیل احمد نعیمی غفرلہ

۶ صفر المظفر ۱۴۱۸ھ

باسمہ سبحانہ

جو اس دنیا میں آیا اسکو ایک نہ ایک دن اس دنیا سے سفر آخرت اختیار کرنا ہے ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جن کو بعد میں کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ہوتا اور بعض ایسے بھی ہیں جو اپنی بعض خصوصیات کی وجہ سے عرصہ دراز تک یاد رکھے جاتے ہیں۔ انہیں یاد رکھے جانے والوں میں سے ایک شخصیت مفتی محمد وقار الدین صاحب مرحوم و مغفور کی ہے۔

غالباً ۱۹۴۳ء میں جب راقم الحروف " مولوی " کے امتحان کے سلسلہ میں بریلی گیا تو والد محترم تاج العلماء مفتی محمد عمر صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سید مصطفٰے علی صاحب مرحوم کو میرے قیام و طعام کے انتظام کے لیے بریلی بھیجا تھا۔ مولانا سید مصطفٰے علی صاحب مرحوم اور مفتی وقار الدین صاحب نے درس نظامی کی کتابیں ساتھ پڑھی تھیں۔ اس لیے ان حضراتؒ میں خاصی بے تکلفی تھی۔ اس سفر کے دوران مفتی وقار الدین صاحب سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ مفتی صاحب اس دوران مدرسہ منظر الاسلام میں موقوف علیہ کی کتابیں پڑھاتے تھے۔ یہیں حضرت علامہ مولانا عبدالمصطفٰے ازہری مرحوم و مغفور سے بھی ملاقات ہوئی۔ اسکے بعد جب بھی بریلی جانا ہوا ان حضرات سے ملاقات ہوتی۔ تقسیم ہند کے بعد مولانا مفتی وقار الدین صاحب مرحوم مشرقی پاکستان (حالیہ بنگلہ دیش) چلے گئے اور چاٹگام میں اقامت گزین ہوئے تو آپ سے بالواسطہ تعلق رہا اور حالات سے آگاہی رہی۔ جب مولانا کراچی تشریف لائے تو میں اکثر مولانا کے مکان پر اور کبھی کبھی دارالعلوم امجدیہ ملاقات کے لیے جاتا رہتا تھا۔ مولانا سے ایک ملاقات ہر ماہ ہوتی تھی۔ مولانا جب مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے رکن تھے اور میں زونل رویت ہلال کمیٹی صوبہ سندھ کا ممبر تھا تو مولانا سے ملاقات رہتی تھی۔ مفتی صاحب کے متعلق اختصار کے ساتھ عرض کروں۔ مفتی وقار الدین صاحب کی ذات بہت سی خوبیوں کا مجموعہ تھی۔ مفتی صاحب کے علمی مقام پر دوسرے حضرات نے اظہار خیال کیا ہوگا۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ مولانا سادگی کا مرقع، خلیق اور متواضع شخصیت کے مالک اور بہترین مدرس تھے، اصلاحی تقریر فرماتے، فتویٰ نویسی میں ید طولیٰ رکھتے تھے، فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خانصاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے اور ان کی علمی تحقیق کو حرف آخر سمجھتے تھے (گو یہ جملہ بعض طبائع پر گراں گزرے گا لیکن میں سمجھتا ہوں) کہ مولانا کا یہ انداز فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کمال محبت کا آئینہ دار ہے۔

مولانا مفتی وقار الدین صاحب کی شخصیت کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے لیکن عدیم الفرصتی اور علالت کی وجہ سے یہ چند سطریں لکھ کر مولانا مرحوم کو خراج عقیدت پیش کر رہا ہوں۔

محمد اطہر نعیمی
مفتی دارالعلوم نعیمیہ

باسمہ تعالیٰ

استاذ الاساتذہ فخر المجاہدہ یعسوب العلماء زینت الفضلاء فقیہ العصر شیخ الحدیث و التفسیر وقار الملت والدین حضرت علامہ مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی ابن حافظ حمید الدین نور اللہ مرقدہ کی شخصیت علمی حوالے سے محتاج بیان نہیں اپنے اور بیگانے سب ہی ان کی علمیت و قابلیت کے معترف ہیں کسی بھی حقیقت پسند اور علم سے وابستہ شخص کو اس سے انکار نہیں۔ علم و عمل، تقویٰ و پرہیزگاری، سادگی و قناعت، تواضع و انکساری اور حلم و بردباری کا آپ پیکر تھے، تکلفات و تصنع سے مجتنب۔ اپنے اکابر کی تعظیم اور اپنے اساتذہ کا بہت ہی احترام فرماتے اور بہت ہی ادب سے ان کا ذکر کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت قبلہ استاذ محترم سلف اور خلف کی یادگار تھے۔

اللہ رب العزت نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ کے بعد اگر یہ کہا جائے کہ اب آپ جیسا متبحر فقیہ نہ رہا تو یہ بے جا نہیں۔ مسند افتاء کی آپ رونق تھے۔ علوم و فنون کے حوالے سے آپ کی شخصیت پر نظر کی جائے تو اس میں بھی آپ یکتاء روزگار نظر آتے ہیں۔ درس و تدریس کے اعتبار سے دیکھیے تو آج دینی اداروں میں جو مروجہ نصاب ہے اس سے متعلق ہر فن کی کتاب پڑھانے میں آپ کو خاص مہارت حاصل تھی، اس انداز سے کتاب پڑھاتے کہ جس سے طلباء کو نفس متن بھی بڑی آسانی سے سمجھ میں آجاتا۔ حضرت کو یہ خوبی ہر فن کی کتاب پڑھانے میں حاصل تھی۔ دورہ حدیث تو اس شان سے پڑھاتے کہ اس میں تفسیر اور فقہ کے خاص طور پر اس انداز سے بیان فرماتے جس سے احادیث مبارکہ کی تشریح و توضیح اور باب کے عنوان سے مطابقت کی بھی وضاحت ہوجاتی نیز یہ کہ احادیث شریفہ کے مابین تطبیق قائم کرنے کا بھی آپ کو درک حاصل تھا۔ غرض یہ کہ درس و افتاء میں آپ کا منفرد مقام ہے۔ وعظ و تقریر میں بھی آپ کا انداز بیان عالمانہ تھا۔ آپ سامعین و مخاطبین کے اذہان کو ملحوظ رکھتے ہوئے تقریر فرماتے۔ بڑے موثر طریقے سے اس طرح وضاحت فرماتے کہ ہر شخص اس سے محظوظ ہوتا۔ وعظ و تقریر ہی تک آپ محدود نہ تھے بلکہ احقاق حق کی خاطر آپ نے بد مذہبوں اور گستاخان رسول سے متعدد مناظرے فرمائے جن میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل کامیابی اور کامرانی سے سرفراز ہوئے اور باطل کو شکست سے دوچار کیا۔

(عبدالعزیز حنفی اشرفی)
رئیس دارالافتاء
دارالعلوم امجدیہ،
کراچی

ہیں یہیں شیخ ازہری حضرت وقار الدین بھی
آپ ہی کی کاوشوں سے علم کی دولت ملی
(حافظ البرکاتی)

علامہ مفتی محمد وقار الدین قدس سرہ فتویٰ ، تقویٰ اور سادگی کا حسین امتزاج

از : ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی ، حیدر آباد

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ رشیدہ میں شاید ہی کوئی ایسا شاگرد ہو ، جسکا رنگ زمانہ والوں پر نہ چڑھا ہو ۔ یہ تلامذہ جہاں جہاں آفتابِ فقاہت بن کر ابھرے ، ایک جہاں روشن کر گئے ۔ تحریر کا میدان ہو یا تقریر کا ، تدریس کا فیضان ہو یا تذکیر کا ، یہ حضرات ہر مقام میں اظہار حق کا بلند مینار نظر آتے ہیں ۔ اگرچہ ان میں سے اکثر اب ہم سے اور اہل دنیا سے پردہ کر گئے مگر ان کی روشنیاں قیامت تک عالم کو جگمگاتی رہیں گی ۔ خلیل ملت مفتی محمد خلیل خان برکاتی ، محبوب ملت قاری مفتی محبوب رضا خاں رضوی اور وقار الملت مفتی محمد وقار الدین قادری بھی ایسے ہی جادہ نور تھے جن کے فیض سے عالم منور ہوتا رہے گا۔

حضرت مفتی محمد وقار الدین صاحب قدس سرہ جب پہلی مرتبہ ۱۹۷۱ء میں دار العلوم امجدیہ تشریف لائے ، اس وقت فقیر امجدیہ میں زیر تعلیم تھا ، فقیر کے کئی اسباق حضرت کے ہاں رکھے گئے ۔ فلسفہ کی کتاب " ہدیہ سعیدیہ " جو نہایت مشکل کتاب مانی جاتی ہے ، حضرت نے ایسی گھول کر پلائی کہ آج بھی اسکا حرف حرف ذہن میں ہے ۔ یہ پہلی کتاب تھی جو فقیر نے حضرت سے امجدیہ میں پڑھی ۔ پھر تو راستہ کھل گیا اور اکثر کتب درسی اور کتب حدیث حضرت سے پڑھنے کا موقعہ مل گیا ۔ میں نے درسی کتب پڑھانے کا ایسا آسان انداز صرف تین ہی اساتذہ میں دیکھا ، ایک میرے والد گرامی نور اللہ مرقدہ ، دوسرے حضرت علامہ محمد حسن صاحب حقانی زید مجدہم اور تیسرے وقار الملت حضرت علامہ مفتی محمد وقار الدین رضی اللہ عنہ ۔ یہ حضرات کتابوں کو ایسا سمجھاتے ہیں کہ نفس کتاب کا مضمون ، کند سے کند طالب علم کے ذہن میں بھی فوراً نقش ہو جاتا ہے ۔

۱۹۷۵ء میں ، حضرت علامہ ازہری صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب قومی اسمبلی کے اجلاس میں تشریف لے جاتے تو ہم لوگوں کو ، حضرت مفتی وقار الدین صاحب سے حدیث کی کتاب " مسلم شریف " پڑھنے کا خوب موقعہ ملتا ، حضرت کا درس اتنا حسین اور دلنشین ہوتا تھا اور آپ ایسے ایسے علمی نکتے ارشاد فرماتے تھے کہ ذہن دنگ رہ جاتا تھا ۔ کاش کہ حضرت کے یہ درس تحریری طور پر محفوظ ہو سکتے ۔ فقیر نے ایک مرتبہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ کی حدیث ریکارڈ کی تھی ۔ جو الحمد للہ محفوظ ہے ۔

حضرت کا سینہ علم کا خزینہ تھا۔ وہ بلا کے ذہین تھے۔ قوت حافظہ بے مثال تھا۔ مطالعہ کے بے حد شوقین تھے۔ میرے والد گرامی قطب دوراں، فقیہ زماں مفتی محمد خلیل خاں قدس سرہ نے ایک مرتبہ، حضرت وقار الملت قدس سرہ کی ذہانت اور شوق علم کی تعریف، فقیر سے یوں فرمائی کہ:

"میاں! مفتی وقار الدین صاحب جس زمانے میں بخاری شریف پڑھتے تھے، تو سبق پڑھنے کے لیے "عینی شرح بخاری" کا مطالعہ کرکے جایا کرتے تھے۔ جبکہ آج بہت سے پڑھانے والے بھی "عینی" کو نہیں دیکھتے۔

ایک ہم عصر عالم کا اپنے استاد بھائی کے بارے میں یہ تبصرہ بڑا وزن رکھتا ہے۔ سچ ہے "ولی را ولی می شناسد"

فقیر جب تک امجدیہ میں رہا، کوشش یہی ہوتی تھی کہ اکثر فارغ وقت حضرت سے کچھ پوچھنے میں یا ان کی صحبت میں گزرے۔ حضرت کی محبت تھی اور نظر عنایت تھی کہ آپ اپنے تلامذہ کے ساتھ استاد شاگرد والا معاملہ نہ رکھتے تھے بلکہ اپنے بچوں کی طرح برتاؤ فرماتے تھے اور مجھ پر تو حضرت کی خاص مہربانی تھی۔ ہمیشہ مسئلہ کو دلائل سے سمجھاتے اور کتابوں کے صفحات تک دکھایا کرتے۔ راقم کو کبھی ایسا تاثر نہیں ملا کہ حضرت سوالات کی کثرت کے باعث اکتا گئے ہوں۔ اور اسی وجہ سے فقیر ان سے ہر مسئلہ بے دھڑک پوچھ لیا کرتا تھا۔ ۱۹۷۳ء میں فارغ التحصیل ہونے کے بعد، فقیر نے ڈھائی سال تک امجدیہ میں حضرت کی سرپرستی میں فتویٰ نویسی کی مشق کی۔ حضرت نے اس کام کے لیے فقیر کو اور مولانا عبدالعزیز حنفی کو منتخب کیا تھا۔ فقیر تو ۷۶ء میں اپنے والد گرامی کے فرمان پر حضرت سے رخصت لے کر حیدرآباد آگیا اور مولانا حنفی، حضرت کے ساتھ آخر لمحہ تک لگے رہے، اسی صحبت نے بالآخر مولانا حنفی کو مفتی وقت بنا دیا۔ فقیر بھی ہر دوسرے تیسرے ماہ بہت سے مسائل لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا اور دیر تک آپ کی رائے معلوم کرتا تھا۔ آپ نہ صرف یہ کہ مکمل تشفی فرماتے بلکہ پوچھتے کہ کہاں سے آرہے ہو؟ جب بتاتا تو فوراً چائے بسکٹ سے تواضع فرماتے اور مکمل حال و خیریت دریافت فرماتے۔ کئی مرتبہ حیدرآباد سے سائل آپ سے فتویٰ لینے کراچی حاضر ہوئے، اگر مسئلہ میں کوئی الجھاؤ یا تحقیق حال مقصود ہوتی تو سائل سے فرماتے کہ پہلے حیدرآباد میں احمد میاں برکاتی سے مل لو اور پوری تحقیق کے بعد پھر میرے پاس آنا، پھر جب فقیر آپ سے ملنے حاضر ہوتا تو فوراً پوچھتے کہ "ارے وہ فلاں سائل کو تمہارے پاس بھیجا تھا وہ پہنچا یا نہیں؟" کبھی ایسا بھی ہوا کہ حضرت سے جیسے ہی ملاقات ہوئی فوراً پوچھا کہ "تم نے وہ جو فلاں فتویٰ دیا ہے اس میں یہ بات کیسے لکھ دی" فقیر عرض کرتا اور بتاتا تو بہت خوش ہوتے اور اسکو مزید سمجھاتے اور مزید اصلاح فرماتے۔ یہ حضرت ہی کے فیضِ صحبت اور آپ کے ساتھ نسبتِ تلمذ کا اثر ہے کہ حضرت نے کبھی فقیر کے جواب پر گرفت نہ فرمائی۔

ایک مرتبہ فقیر نے فتاویٰ رضویہ سے "عالم وقت کے لیے فسخ نکاح کے اختیار" پر بہت سے دلائل نقل کیے اور حضرت کو دکھائے، آپ نے فرمایا کہ "یہ درست ہے کہ اگر قاضی وقت مطابق شرائط (شرعیہ) نہ ہو تو عالم

وقت کو اختیار ہے کہ وہ فسخ نکاح کرائے ، مگر اس اجازت کے باوجود ، نہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ۔ نہ صحابہ کرام کے زمانے میں اور ائمہ دین کے زمانے میں کسی قاضی نے کسی کا نکاح فسخ کیا ، تو ہم کیسے اپنے زمانے میں جانتے بوجھتے اس کام کو شروع کریں ، کیا اس زمانہ میں زن و شوہر میں ایسا اختلاف نہ ہوتا تھا ۔ " یہ حضرت کی احتیاط تھی کہ آپ نے باوجود "اعلم" عالم ہونے کے ، اس اختیار کو پسند نہ فرمایا ، آپ ان اکابرین میں شامل ہیں جو سلف صالحین کے طریقے سے ذرہ بھر بھی ہٹنا پسند نہ فرماتے تھے بلکہ اسے روا نہ رکھتے تھے ۔

حضرت مفتی وقار الدین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علم و فضل ، ولایت و فقاہت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے باوجود نہایت سادہ لباس اور سادہ مزاج تھے ۔ اکثر گرمی میں آپ کے کرتے کے بٹن کھلے ہوتے مگر سینہ بنیان سے ڈھکا ہوتا تھا ۔ یہ آپ کی بے خودی کی نشانی تھی ۔

آپ کسی امام کے بارے میں اس وقت تک فتویٰ نہ دیتے تھے جب تک فریقین کو بلا کر اصل معاملہ کی تہہ تک نہ پہنچ جاتے اور اکثر مسئلہ صلح سے ہی حل ہو جاتا ، اور کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ امام بے قصور نکلتا اور یہ راز کھل جاتا کہ یہ استفتاء محض ذاتی رقابت کے لیے تھا ۔

حضرت علامہ وقار الدین صاحب اور میرے والد گرامی میں قری محبت تھی ۔ جب بھی والد گرامی کراچی تشریف لے جاتے ، حضرت سے مسائل پر ضرور گفتگو ہوتی تھی ۔ اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ جب ماہ رمضان میں حضرت والد گرامی قدس سرہ کا وصال ہوا تو ۲۹ رمضان کو باوجود علیل ہونے کے حضرت مفتی وقار الدین صاحب ، مفتی ظفر علی نعمانی کے ہمراہ علی الصبح حیدر آباد پہنچ گئے اور یہاں خلیل ملت کی نماز جنازہ پڑھائی ۔

اعلیٰحضرت امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیض تھا کہ حضرت مفتی وقار الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کتب فتاویٰ کے صفحات بھی قطار میں کھڑے رہتے تھے ۔ جب جہاں ضرورت پڑی بلا تامل کتاب کھول کر فتویٰ میں عبارت کا نگینہ جڑ دیا ۔ آپ کو یہ ملکہ حاصل تھا کہ بیک وقت گفتگو بھی فرما لیتے اور فتویٰ بھی لکھوا دیتے تھے اور ذرہ بھر تشنگی نہ آتی ۔ بہت سے علماء وقت آپ سے اصلاح لیتے تھے ۔ آپ بیعت بھی فرماتے تھے ، آپ کے مریدین میں بہت سے نامور پیر بھی شامل ہیں ، مثلاً دعوت اسلامی کے مرکزی امیر مولانا محمد الیاس قادری آپ ہی سے بیعت ہیں اور ان کے شجرے میں حضرت مفتی وقار الدین قدس سرہ کا تذکرہ شعری صورت میں موجود ہے ۔

حضرت کے تلامذہ میں بہت سے مشاہیر علماء شامل ہیں جو ملک کے گوشہ گوشہ میں موجود ہیں ۔ فقیر جب بھی آپ کے پاس حاضر ہوتا آپ دار العلوم احسن البرکات کے بارے میں تفصیل سے ضرور پوچھتے اور خصوصی توجہ کے ساتھ رمضان میں خصوصی تعاون فرماتے تھے ۔ حضرت سے فقیر کا علمی تعلق آخر لمحہ تک رہا اور قلبی تعلق تادم مرگ فقیر رہیگا۔

یہ بے ربط سی چند سطریں اخی المحترم مولانا ریاض القادری کی فرمائش پر حیدر آباد سے کراچی آتے ہوئے ٹرین میں ایفائے وعدہ کے لیے قلم برداشتہ لکھدی ہیں ۔ حضرت کے فضائل کے اظہار کے لیے ایک دفتر چاہیے ۔ اس حسن اتفاق کا ذکر بھی فقیر کے لیے فضیلت و شرف سے خالی نہیں ہے کہ جس کمرے میں ، اب ممتاز المحدثین

شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالمصطفےٰ ماجد ازہری رحمۃ اللہ علیہ اور قرۃ الواصلین حضرت علامہ مفتی محمد وقار الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی قبور پُر انوار ہیں ، اس کمرے میں یہ فقیر عرصہ تین سال تک آسائش پذیر رہا ہے۔ بزرگوں کے مدفن پہلے ہی سے منبع فیوض و برکات ہوتے ہیں۔ اس نسبت سے بھی فقیر نے ان بزرگوں سے فیض حاصل کیا ہے۔ اللہ رب کریم ان اکابر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے (آمین) ۔

فیض پائے گا زمانہ اب مزار پاک سے

(فقیر ابو حماد احمد میاں برکاتی غفرلہ القوی)
خادم الحدیث النبوی شریف ،
دار العلوم احسن البرکات ،
شاہزادہ مفتی خلیل خاں ،
حیدر آباد
مورخہ ۲۳ ، صفر ، ۱۴۱۴ھ ،
۱۴ ، اگست ۱۹۹۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم
وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ بزم وقار الدین، کراچی کی جانب سے مفتی اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والتفسیر وقار الملت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد وقارالدین قادری رضوی نور اللہ مرقدہ کے دیئے گئے فتاوی کو کتابی شکل دی جارہی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اخیار امت کے کارناموں کا بیان اور اسلاف کرام کا ذکر جہاں رحمتِ الٰہی کے نزول کا باعث ہے وہیں قوموں کو حیات بخشی کا سامان بھی فراہم کرتا ہے۔ زندہ قوموں کا یہی وطیرہ ہے کہ وہ ماضی کے روشن دریچوں سے کرنیں سمیٹ کر حال کو منور کرتی ہیں اور مستقبل کو تابناک بناتی ہیں۔ جب تک کوئی قوم اکتساب نور کا یہ سفر جاری رکھتی ہے تو قوم زندہ کہلاتی ہے اور جب کبھی ماضی سے کسبِ فیض کا یہ سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے تو وہیں اس قوم کی موت واقع ہوجاتی ہے۔

وقار الملت والدین علامہ مفتی وقار الدین صاحب علیہ الرحمۃ و رضوان کا شمار بلاشبہ ملت اسلامیہ کے انہی اخیار کرام میں ہوتا ہے جن سے ایک زمانے نے کسبِ فیض کیا، علم کی پیاس بجھائی اور قلب و روح کے لیے تسکین کا سامان بہم پہنچایا۔ بہت سے گمگشتگان راہ، راہ ہدایت پر گامزن ہوئے اور بہتیرے طالبان سلوک نے طریقت کی منزلیں طے کیں، حضرت خود فرماتے ہیں:

" الحمد للہ میرے شاگرد آج بھی بنگال سے لیکر کشمیر اور سرحد تک پھیلے ہوئے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے کہ مجھے دین کی خدمت کی توفیق دی۔ "

(وقارالمواعظ، حصہ اول، صفحہ: ۲، ناشر: بزم وقارالدین، کراچی)

اللہ رب العزت کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین

یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی کو خیر کثیر عطا فرمانے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے تفقہ کی دولت سے مالا مال فرما دیتا ہے۔

علامہ مفتی وقار الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث مبارکہ کی مجسم تفسیر تھے۔ اس دور میں برصغیر پاک و ہند میں دین کی جو سمجھ اور فقاہت میں جو کمال ان کو حاصل تھا وہ کم ہی لوگوں کو حاصل ہے۔

وہ صاحب اوصافِ حجازی تھے، ان کی دوسری بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ براہ راست فیض یافتہ اور تربیت یافتہ تھے ان نفوس قدسیہ سے جنہوں نے مجدد ملت طاہرہ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

بلاواسطہ اور مباشراً تعلیم و تربیت حاصل کی تھی ۔ علامہ وقار الدین نے اپنی تعلیم کے ابتدائی مراحل میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے شاہزادہ اکبر حجۃ الاسلام علامہ مفتی حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور انہی کی زیر تربیت امام احمد رضا کے دارالعلوم " منظر الاسلام " بریلی شریف میں علوم اسلامیہ عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم مکمل کر کے سند امتیاز حاصل کی ۔

وقار الملت نے امام احمد رضا کے دور کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور اس زمانہ کے نابغہ عصر اساتذہ سے تحصیل علم کی ۔ آپ کے اساتذہ کرام میں حجۃ الاسلام کے علاوہ محدث اعظم پاکستان علامہ مولانا سردار احمد خانصاحب ، مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں (شہزادہ اصغر امام احمد رضا) ، صدر الشریعہ علامہ مولانا مفتی امجد علی قادری رضوی اعظمی علیہم الرحمۃ جیسی نادرِ روزگار ہستیوں کے نام آتے ہیں ۔

آپ کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے دارالعلوم منظر الاسلام میں حصولِ سندِ فراغت کے فوراً بعد ، ۱۹۳۸ میں درس و تدریس کی مسند سنبھالی اور تقریباً دس سال وہاں درس دیا ، آپکی تدریسی صلاحیتوں کے اعتراف میں مفتی اعظم ہند عبد المصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ نے آپ کو نائب صدر مدرس اس فرمان کے ساتھ مقرر فرمایا کہ

" یہ صدر مدرس کے عہدے پر فائز ہونے کے لائق ہیں ۔ "

(وقار المواعظ ، حصہ اول ، صفحہ : ۲ ، ناشر : بزم وقار الدین ، کراچی)

آپ کی اعلیٰ تدریسی صلاحیتوں کا اعتراف ، بریلی شریف ، ہندوستان ، بنگال اور کراچی (پاکستان) اور ان تمام جگہوں پر کیا گیا جہاں جہاں آپ نے درس و تدریس کا مقدس فریضہ انجام دیا ۔ آپ نہ صرف ایک اچھے مدرس بلکہ درسگاہ اور جامعات کے ایک باصلاحیت مہتمم اور منتظم بھی تھے ۔ آپ آخری ۲۲ برسوں میں دارالعلوم امجدیہ کراچی سے وابستہ رہے جہاں آپ نے شیخ الحدیث والتفسیر اور مہتمم کی حیثیت سے بہترین کارکردگی کا ثبوت دیا ہے ۔

آپ کی چوتھی لیکن سب سے اہم خصوصیت یہ تھی کہ آپ اس ذات گرامی کے سچے عاشق ، غلام اور پیروکار تھے جس کو ہم امام عصر و مجدد ملت طاہرہ اور زمانہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے یاد کرتا ہے لیکن وہ خود کو " عبدِ مصطفیٰ " کہلوانا پسند کرتا ہے ۔ یعنی امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ ۔ آپ اعلیٰحضرت عظیم البرکت کے تفقہ پر اعتماد کرتے تھے ۔ فتاویٰ رضویہ اور تعلیمات امام احمد رضا پر جتنی گہری نظر آپ کی تھی ، آج کے دور میں شاید ہی کسی کی ہو ۔ نہ صرف یہ بلکہ آپ امام احمد رضا کے فکر اور مشن کے سب سے بڑے مبلغ اور داعی بھی تھے ۔ اعلیٰحضرت کے مشن کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سارا مشن کیا ہے ؟ ان کے اقوال ، اعمال و افعال سے ظاہر ہے ، کہ عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی کمی نہ ہونے دیں گے ، مسلمانوں کے دل میں عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت رسول کو کماحقہ باقی رکھیں گے ، یہی ایمان ہے اور اسی پر ایمان کا دارومدار ہے ، سارا مشن یہی تھا ، یہ ان کا آج کا نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی مشن تھا ۔ "

(وقار المواعظ ، حصہ اول ، صفحہ : ۳ ، ناشر : بزم وقار الدین ، کراچی)

یہی بات سمجھنے کی ہے ، یہی خصوصیت وجہ امتیاز ہے اور دراصل یہی وہ خصوصیت ہے جس نے حضرت علامہ مفتی وقار الدین صاحب کو وقار الملت بنا دیا ۔ دنیائے سنیت میں مفتی و عالم تو بہت ہیں ، مدرس ، محدث اور مفسر بھی ، واعظِ خوش بیاں بھی لیکن مشنِ اعلحضرت کو حرز جاں بنانے والے خال خال ہیں ۔

بزم وقار الدین کے کار پردازوں نے وقار الملت کی دینی و فقہی خدمات کو کتابی صورت میں پیش کر کے یقیناً ایک عظیم نیکی انجام دی ہے اسکے لیے وہ قابل صد مبارکباد ہیں ۔

احقر کی رائے میں اگر امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی صحبت کے فیض یافتہ علماء یا ان کے شاگرد ، خلفاء یا ان کے تلامذہ کے تلامذہ کے حالات مرتب کرتے وقت تحریر و تحقیق کے جدید انداز اختیار کیے جائیں اور دوسرے درجہ کی روایات کو چھوڑ کر اصل مآخذ و مصادر سے رجوع کیا جائے تو اس سے نہ صرف یہ کہ ان کی سیرت ، حیات و افکار اور ... کے مستند تذکرے سامنے آئیں گے بلکہ علم و تحقیق کے جویا جوہریوں کو ایسے گہر ہائے گرانمایہ ہاتھ آئیں گے جو ان کی نگاہ قدر شناس کی تسکین کا باعث بنیں گے ۔ اس کے علاوہ امام احمد رضا کے تلامذہ و خلفاء اور پھر ان سے فیض یافتہ علماء و مشائخ کی علمی تحقیقات اور ملی خدمات کے منصۂ شہود پر آنے سے اہل علم و دانش کو ان کی جلالت علمی کا اندازہ ہو سکے گا اور وہ بے ساختہ کہہ اٹھیں گے کہ جب شاگردوں کے شاگرد کے علمی قد و قامت کا یہ عالم ہے تو خود استاذ الاساتذہ اور امام عصر کی وجاہت علمی کا کیا عالم ہو گا ؟

: ـ قیاس کن راز گلستانِ من

(سید وجاہت رسول قادری)
صدر : ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا ،
۲۵- جاپان مینشن ،
رضا چوک (ریگل) صدر ، کراچی ،

مورخہ ۳ ، ربیع الاول شریف ، ۱۴۱۴ ،
۳ ، اگست ۱۹۹۳

ڈاکٹر مجید اللہ قادری
سیکرٹری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا
و پروفیسر شعبہ ارضیات، جامعہ کراچی

حضرت مفتی وقار الدین اپنے دور کے وقار الملت تھے۔ ہر کسی کی نظر آخری فتوے کے لیے آپ ہی پر پڑتی تھی اور آپ نے جب کوئی فتویٰ دیا ہے عوام اہلسنت کے ساتھ ساتھ علمائے اہلسنت نے بھی اسکو وقار کی نظر سے دیکھا ہے۔ آپ کے فتاویٰ مسلک امام احمد رضا کے صحیح ترجمان تھے۔ آپ دار العلوم امجدیہ میں ۳۰ سال کے طویل عرصہ تک فتویٰ نویسی فرماتے رہے۔ اس دوران آپ نے روز مرہ مسائل۔ کے علاوہ دورِ جدید کے مسائل کے سلسلے میں بھی کثیر تعداد میں فتاویٰ لکھے ہیں اور فقہی مسائل بھی حل فرمائے ہیں۔ اس ذخیرہ کو دار العلوم امجدیہ نے محفوظ رکھا۔ آپ کے چند سو فتاویٰ جلد اول میں ترتیب دیئے گئے ہیں اور اس کو بزم وقار الدین شائع کر رہی ہے جو وقت کی اہم ضرورت تھی۔ توقع ہے کہ بقیہ فتاویٰ بھی طبع ہو کر جلد منظر عام پر آجائیں گے۔

احقر کی نظر سے اس جلد کے چند فتاویٰ گزرے ہیں جو درود و سلام کے مسائل سے متعلق ہیں۔ قبلہ مفتی صاحب کا طریقہ استدلال عالمانہ اور نہایت پر اثر ہے۔ ہر بات کی تہ تک پہنچاتے ہیں۔ ان فتاویٰ میں اصول دین کو پورا پورا ملحوظ رکھا ہے۔ آپ پہلے قرآن کی آیات سے دلیل لاتے ہیں اس کے بعد احادیث سے اپنی دلیل کو مضبوط کرتے ہیں اور پھر فقہ کی معتبر و مستند کتابوں سے حوالے دیتے ہیں۔

مفتی وقار الدین علیہ الرحمہ سے احقر کی کئی ملاقاتوں میں کئی مسائل پر گفتگو بھی رہی ہے۔ اس وقت بھی میں نے یہی محسوس کیا۔

احقر بزم وقار الدین کو مبارک باد پیش کرتا ہے کہ انہوں نے ایک بہت ہی عظیم علمی ذمہ داری کو نہایت خوبصورتی سے نبھا کر اہم صدقہ جاریہ کا اجرا کیا ہے۔ جس کا ثواب ان کو قیامت تک ملتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین

۲۵ صفر المظفر، ۱۴۱۷ھ

1 جولائی، 1997ء

منقبت

قبولِ حق ہوا سجدہ وقار الدین مفتی کا
زمانہ ہو گیا شیدا وقار الدین مفتی کا

زہے قسمت کہ عرس آیا وقار الدین مفتی کا
فضا میں رنگ پھر چھایا وقار الدین مفتی کا

بڑے عالم شریعت کے سر کامل طریقت کے
ہے کتنا معتبر رستہ وقار الدین مفتی کا

ہزاروں تاجدارِ علم دیکھے شہر میں ہم نے
کوئی ثانی نہیں دیکھا، وقار الدین مفتی کا

غرور علم ان کے پاس سے ہو کر نہیں گزرا
بہت مشہور ہے تقوی وقار الدین مفتی کا

رسولِ پاک کی نسبت اسے حاصل ہوئی فوراً
جو بندہ بن گیا بردا وقار الدین مفتی کا

بھر آئی آنکھ میری دل ہوا مغلوب یادوں سے
جو محفل میں خیال آیا وقار الدین مفتی کا

میرے مرشد نذیر احمد ہیں ان کے معترف ناظم
مرے دل پر ہے یوں قبضہ وقار الدین مفتی کا

گلشن وقار رحمۃ اللہ علیہ

اس گری گفتار کو ڈھونڈا کریں گے لوگ
ملت کے اس وقار کو ڈھونڈا کریں گے لوگ

تھا جو نبرد آزما مسلک کے واسطے
اس پیکرِ وقار کو ڈھونڈا کریں گے لوگ

بے دین جس کے نام سے کانپے گا حشر تک
اس دبدبہ وقار کو ڈھونڈا کریں گے لوگ

ہے دھاک آج بھی تری قلبِ رجیم پہ
اس رعد وقار کو ڈھونڈا کریں گے لوگ

تھی جس سے معطر درِ مسلک کی بہاریں
اس دورِ پہ وقار کو ڈھونڈا کریں گے لوگ

خالد تجھے پتہ ہے کہ خوشبو کے واسطے
اب گلشنِ وقار کو ڈھونڈا کریں گے لوگ

سیف الدین خالد قادری رضوی